ابنِ صفی

د نمبر
37

جاسوسی دنیا

109- بھیڑیے کی آواز

110- اجنبی کا فرار

111- روشن ہیولیٰ

112- زرد فتنہ



پیش رس

''بھیڑیئے کی آواز'' ملاحظہ فرمایئے۔

میں نے پچھلی کسی کتاب کے پیشرس میں غیر ملکی ایجنٹوں کی ایک حرکت کی طرف اشارہ کیا تھا۔ یعنی وہ افواہیں پھیلاتے ہیں۔ ایسی افواہیں جو ہمارے قومی شیرازے کو منتشر کرسکیں۔ صوبائی عصبیت کا پرچار اس کا واحد ذریعہ ہے۔

لہٰذا ہر ایسی افواہ کو اپنی ذات سے آگے نہ بڑھنے دیجئے جس میں صوبائی عصبیت کے جراثیم پائے جاتے ہیں۔ اس پر ایک صاحب نے مجھے لکھا ہے۔

''جہاں دو چار مل بیٹھتے ہیں وہاں ہر طرح کی باتیں ہوتی ہیں مثال کے طور پر کوئی صاحب کوئی ایسا قصہ سناتے ہیں جس میں ایک صوبے کے فرد پر کسی دوسرے صوبے کے آدمی کی زیادتی کا ذکر ہو تو آپ اسے افواہ سازی کس طرح کہیں گے جبکہ وہ واقعہ حقیقت پر مبنی ہو۔''

ان صاحب کا خط طویل ہے لیکن یہ ٹکڑا خصوصیت سے جواب طلب ہونے کی بناء پر میری توجہ کا مرکز بنا۔ گزارش ہے کہ واقعہ سنانے والے کو آپ جیسا پڑھا لکھا آدمی یہ تو سمجھا ہی سکتا ہے کہ وہ دو صوبوں کی بجائے دو نالائق پڑوسیوں کی بات کریں۔ دو نالائق بھائیوں کی بات کریں جو وقتی غصے کے تحت ایک دوسرے کو قتل کردینے پر بھی آمادہ ہوسکتے ہیں۔ ایک ماں کی کوکھ سے جنم لینے والوں کو میں نے آپس میں کٹتے مرتے دیکھا ہے۔ آپ دو صوبوں کی بات لئے پھرتے ہیں۔ لہٰذا ایسے واقعات کو صوبائی رنگ دینا دانشمندی نہیں ہوسکتی۔

ابنِ صفی

۴؍جنوری ۱۹۷۱ء

لڑکی کی غراہٹ

وہ ایک معمولی سی شام تھی۔ لیکن کیپٹن حمید کے لئے بے حد حیرت انگیز تھی۔ حیرت انگیز یوں تھی کہ اسی شام کو ایک حیرت انگیز فرض اسے سونپا گیا تھا۔ ویسے تو یہ بات بجائے خود حیرت انگیز معلوم ہوگی کہ حمید جس کا سابقہ ہی حیرت انگیزیوں سے رہتا تھا اس کے لئے حیرت انگیزی کوئی معنی رکھتی ہو۔

لیکن یہ معاملہ محض اس لئے اس کی نظروں میں خاصی اہمیت رکھتا تھا کہ مضحکہ خیز تھا۔

اب اسے مضحکہ خیز ہی نہ کہیں گے تو پھر کیا کہیں گے کہ اس کا محکمہ شادی بیاہ اور بردکھاوے وغیرہ میں دلچسپی لینے لگا تھا۔

اسے کسی کا یہ شعر یاد آرہا تھا اس وقت

خفیہ پولیس خانہ دل میں چھپی نہ ہو
تیر نظر چلائیں ذرا دیکھ بھال کر

ایک صاحبزادے اس کے حوالے کئے گئے تھے اور کہا گیا تھا کہ وہ بردکھاوے میں جارہے ہیں۔ اسے ان کے رفیق کی حیثیت سے ساتھ جانا پڑے گا۔ یہ حکم محکمے کے سپرنٹنڈنٹ کی طرف سے ملا تھا اور اس سے کہا گیا تھا کہ اس سلسلے میں بقیہ احکامات روانگی سے قبل ریلوے اسٹیشن پر مل جائیں گے۔

بردکھاوے میں جانے والے نوجوان کو کاغذی طور پر اس کے حوالے کیا گیا تھا۔ ابھی تک اس نے اس کی شکل نہیں دیکھی تھی۔

دوپہر کے کھانے کے لئے گھر پہنچا لیکن کھانے کی میز پر فریدی سے ملاقات نہ ہوسکی۔

فریدی آج صبح ہی صبح کہیں چلا گیا تھا۔ ناشتے پر بھی اس کا ساتھ نہیں ہوسکا تھا۔

اب اسے بقیہ احکامات کا انتظار تھا۔ کیونکہ پانچ بجے شام کو ریلوے اسٹیشن پر پہنچنا ضروری تھا۔ خالی ہاتھ نہیں بلکہ سامان سفر کے ساتھ۔

ساڑھے چار بجے تک وہ بڑی بے چینی سے فریدی کا انتظار کرتا رہا لیکن اس کی واپسی نہ ہونی تھی نہ ہوئی۔ پھر وہ شدید ترین جھنجلاہٹ کے عالم میں گھر سے ریلوے اسٹیشن کے لئے روانہ ہوگیا تھا۔

اسے اس کی فکر بھی نہیں تھی کہ اسٹیشن پر اس نوجوان سے ملاقات کی کیا صورت ہوگی۔ کون تعارف کرائے گا۔ یہ تو معلوم تھا کہ نصیر آباد جانا ہوگا۔

وہ فرسٹ کلاس کے ویٹنگ روم میں داخل ہوا۔

یہاں آٹھ افراد پہلے سے موجود تھے۔ وہ ایک خالی کرسی پر جا بیٹھا اور ایک ایک کا بغور جائزہ لینے لگا۔ ان میں کوئی بھی بردکھاوے کے معیار پر پورا نہ اتر سکا۔ آٹھوں معمر تھے۔

کچھ دیر بعد اس نے محسوس کیا کہ ایک قوی الجثہ بوڑھا آدمی اسے بڑے غور سے دیکھ رہا ہے۔ اسکے سر اور داڑھی کے بال بالکل سفید تھے۔ لیکن چہرے پر جوانوں کی سی توانائی تھی۔

کچھ دیر بعد ٹرین کی آمد کی اطلاعی گھنٹی بجی اور وہ بوڑھا آدمی حمید کو گھورتا ہوا سیدھا ہو بیٹھا۔

ٹھیک اسی وقت اس کے اپنے محکمے کا ایک آدمی ویٹنگ روم میں داخل ہوا۔ یہ سپرنٹنڈنٹ کا پی۔ اے تھا۔ اس نے حمید کی طرف دیکھا اور آنکھوں ہی آنکھوں میں اسی بوڑھے کی جانب اشارہ کرکے الٹے پاؤں باہر نکل گیا۔

حمید نے طویل سانس لی۔ ہوں تو یہ بوڑھا کھوسٹ جارہا ہے بردکھاوے میں اور اسے اس کی رفاقت کرنی پڑے گی۔

اس نے سوچا برخوردار! تم بھی کیا یاد کرو گے۔ اگر اس رفاقت کی یادیں تمہیں زندگی بھر نہ تڑپائیں تو سہی! بوڑھے کے اٹھتے ہی وہ بھی اٹھ گیا...... اور پھر اس کے پیچھے ہی پیچھے ویٹنگ روم سے نکل کر پلیٹ فارم پر آیا تھا۔

گاڑی ابھی نہیں آئی تھی۔ بوڑھا پلیٹ فارم کی ایک بنچ پر بیٹھ گیا۔

حمید ٹہلتا رہا۔ لیکن بوڑھے کو ایک پل کے لئے بھی نظروں سے اوجھل نہ ہونے دیا۔

ایک جگہ اچانک سارجنٹ رمیش سے مڈبھیڑ ہوگئی اور وہ اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا سوٹ کیس اور ایک لفافہ تھما کر رخصت ہوگیا۔

ایک سوٹ کیس وہ خود ساتھ لایا تھا۔ پھر اس دوسرے سوٹ کیس کی کیا ضرورت تھی۔

لفافے پر اس کا نام تحریر تھا اور رائٹنگ فریدی کی تھی۔ اس نے لفافہ جیب میں ڈال لیا اور اسی جگہ واپس آ گیا جہاں اپنا سوٹ کیس رکھا تھا۔

اتنے میں ٹرین آ پہنچی۔ بوڑھے نے اپنا سوٹ کیس اٹھایا اور ایک ایئر کنڈیشنڈ کوپے کے سامنے آرکا۔ پھر حمید نے اسے اس میں داخل ہوتے دیکھا۔ وہ جہاں تھا وہیں ٹھہرا رہا اور اب اس نے جیب سے لفافہ نکال کر چاک کیا۔ تحریر فریدی ہی کی تھی۔ اس نے لکھا تھا۔

''سپرنٹنڈنٹ کی خواہش ہے کہ تمہیں تنہا کام کرنے کے بھی مواقع دیئے جائیں۔ اس سوٹ کیس میں میک اپ کا سامان ہے۔ خوداعتمادی کے ساتھ حالات کا مقابلہ کرنا ہے۔''

حمید نے طویل سانس لی اور خط پھاڑ کر ڈسٹ بن میں ڈال دیا اور خود بھی اسی کوپے کی طرف بڑھا۔

لیکن اس کے پاس نہ تو ریزرویشن کی رسید تھی اور نہ ٹکٹ تھا۔ وہ کوپے کے قریب پہنچا ہی تھا کہ سپرنٹنڈنٹ کا پی۔ اے پھر دکھائی دیا جو ٹرین کنڈیکٹر کے ساتھ اسی طرف آ رہا تھا۔

ٹرین کنڈیکٹر نے قریب پہنچ کر حمید سے کہا۔ ''میرے ساتھ تشریف لایئے جناب۔''

اور پھر وہ بھی اس کے ساتھ اسی تھری سیٹر کے کوپے میں داخل ہوا تھا۔ بوڑھا اپنی سیٹ پر نیم دراز نظر آیا۔

کنڈیکٹر دوسری سیٹ کی طرف اشارہ کرکے باہر چلا گیا۔ حمید نے سیٹ پر بیٹھتے وقت سرہانے لگے ہوئے کارڈ پر نظر ڈالی تھی۔ جس پر تحریر تھا۔ ''نواب زادہ ساجد حمید۔''

اس نے بُرا سا منہ بنایا اور بوڑھے کی طرف دیکھنے لگا۔ دفعتاً بوڑھا ہنس کر بولا۔ ''میں نے آپ کو پہلی ہی نظر میں پہچان لیا تھا۔ یور ہائی نس......!''

''کیا مطلب......!'' حمید کا لہجہ سخت تھا۔

''میں آپ کے خاندان کا پرانا نمک خوار ہوں۔ آپ کے دادا حضور ''اعتماد الدولہ'' کی خدمت میرے باپ نے کی تھی۔''

''اعتماد الدولہ......!''

''بس فی الحال خاموش رہیے۔ ٹرین کو چلنے دیجئے! پھر اطمینان سے گفتگو ہوگی۔ میں آپ کے والد حضور کا ممنون ہوں کہ انہوں نے مجھ پر اس حد تک اعتماد کیا۔''

''تعارف حاصل کرنے کا یہ ایک گھٹیا طریقہ ہے۔!'' حمید غرایا۔

بوڑھا مسکرا کر خاموش ہو رہا۔ ویسے اس کی گفتگو نے حمید کو الجھن میں ڈال دیا تھا۔

اتنے میں ایک شعلہ جوالہ جین اور جیکٹ میں ملبوس کوپے میں داخل ہوئی۔ اس کے پیچھے قلی سامان اٹھائے ہوئے اندر آیا تھا۔

لڑکی نے اچٹتی سی نظر ان دونوں پر ڈالی اور سامنے والی برتھ پر بیٹھ گئی۔

قلی اس کا سامان رکھ چکا تو اس نے پرس سے پانچ کا ایک نوٹ نکال کر قلی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''کیپ دی چینج......!''

''جی میم صاحب......؟''

''باقی پیسہ تم رکھ لو......!'' وہ جھلا کر بولی۔ ''جاہل اتنی بھی انگریزی نہیں سمجھ سکتے۔''

''سلام میم صاحب۔'' قلی نے بڑے ادب سے اسے سلام کیا اور باہر نکل گیا۔

تیکھے نقوش والی اس لڑکی نے حمید کو سچویشن سے بیگانہ کر دیا۔

وہ اپنی الجھن کو پس پشت ڈال کر پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

دفعتاً بوڑھا آدمی کھکارا اور حمید چونک کر اُسے دیکھنے لگا۔ بوڑھے کی آنکھوں میں کچھ ایسے تاثرات تھے جیسے وہ اسے اس دلچسپی سے باز رکھنا چاہتا ہو۔

''کیا بات ہے؟'' حمید نے بوڑھے کو انگریزی میں مخاطب کیا اور لڑکی بیساختہ ہنس پڑی۔ دونوں کی نظریں ملیں اور لڑکی نے بڑی ڈھٹائی سے کہا۔ ''کیا تم اپنے جاہل نہ ہونے کا ثبوت پیش کرنا چاہتے ہو۔''

''کیا مطلب......؟'' حمید نے بگڑے ہوئے موڈ کا مظاہرہ کیا۔

''کیا یہی بات تم اردو میں نہیں کہہ سکتے تھے۔''

''میں اجنبیوں سے بے تکلف ہونا پسند نہیں کرتا۔'' حمید بد اخلاقی پر اتر آیا۔

اچانک بوڑھا دخل اندازی کر بیٹھا۔ اس نے لڑکی سے کہا۔ ''محترمہ براہِ کرم بات نہ بڑھایئے...... پرنس کی خوش مزاجی ان کی بہتر صحت کے لئے ضروری ہے۔''

''پرنس......!'' لڑکی کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں اور اتنے میں گاڑی بھی چل پڑی۔

لڑکی چند لمحے حمید کو عجیب نظروں سے دیکھتی رہی اور پھر اس طرح جھک جھک کر حمید کو دیکھنے لگی جیسے بوڑھے کے بیان کی تصدیق کرنے کیلئے کسی خاص علامت کی تلاش میں ہو۔

''تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا ہے۔'' حمید بھنا کر اٹھتا ہوا بولا۔

''نہیں شہزادے صاحب تمہاری صحت کیلئے خوش مزاجی ضروری ہے۔'' لڑکی ہنس پڑی۔

''محترمہ...... محترمہ......!'' بوڑھا آدمی مضطربانہ انداز میں بولا۔

''کیا محترمہ...... محترمہ...... کر رہے ہو...... کھینچو زنجیر......!'' حمید دہاڑا۔ ''ہم اس نامعقول ٹرین سے سفر نہیں کریں گے۔''

''ایسا بھی کیا شہزادے صاحب...... یہ اکبر اعظم کا زمانہ نہیں ہے۔'' لڑکی بدستور ہنستی رہی۔

''خدا کے لئے محترمہ......!'' بوڑھا گڑگڑایا۔

''کھینچو زنجیر...... اور اتار لے جاؤ اپنے شہزادے صاحب کو۔ میں اپنے آس پاس کسی نکچڑھے آدمی کا وجود برداشت نہیں کر سکتی۔''

''آپ کیسی ناسمجھی کی باتیں کر رہی ہیں۔'' بوڑھے نے کہا۔

''مجھے تمہاری موجودگی پر اعتراض نہیں ہے۔'' لڑکی نے مڑ کر نرم لہجے میں کہا۔ ''صرف اپنے شہزادے صاحب کو لگیج کیریئر یا ڈاگ کیریئر میں بند کرا دو۔''

''ڈاگ کیریئر میں ایسی اعلیٰ نسل کی کتیا کہاں ملے گی۔'' حمید بولا۔

''تو تم یہیں بھونکتے رہو گے۔'' لڑکی نے بے بسی سے کہا اور اپنی برتھ پر جا بیٹھی۔

حمید سوچ رہا تھا سفر اچھا گزرے گا...... اس نے تمباکو کی پاؤچ نکالی اور پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔

''تم کاریڈر یا باتھ روم میں تمباکو نوشی کرو گے...... یہاں نہیں۔'' لڑکی پھر بول پڑی۔

''بھونکتی رہو...... میں عادی ہوں اس کا۔''

''میں ابھی تمہیں یہاں سے نکلوا دوں گی۔ میرے باپ ریلوے میں سب سے بڑے آفیسر ہیں۔''

''اوہو تو کیا اس محکمے میں یتیم خانے بھی ہیں۔''

''پرنس خدا کے لئے آپ ہی خاموش رہئے۔'' بوڑھا بولا۔

''مناسب یہ ہوگا کہ تم ہم دونوں کو تنہا چھوڑ دو۔''

''بہت بہتر جناب! میں ڈائننگ کار میں جا رہا ہوں۔'' بوڑھے نے برتھ سے اٹھتے ہوئے کہا۔

''مم...... میں بھی چل رہی ہوں۔''

''تم چلی جاؤ گی تو پھر زنجیر کون کھینچے گا۔'' حمید نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

''یہ بھی درست ہے۔'' بوڑھے نے پُرتفکر لہجے میں کہا۔

''کیا درست ہے؟'' لڑکی نے سوال کیا۔

''آپ بھی چلی گئیں تو پرنس تنہا رہ جائیں گے۔ یہ بھی ان کی صحت کے لئے مضر ہے۔''

''تو کیا میں تمہارے پرنس کے باپ کی نوکر ہوں۔'' وہ جھلا کر بولی۔

''انسانی ہمدردی محترمہ۔'' حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ''آپ مجھے تنہا نہیں چھوڑ سکتیں۔ ابھی ابھی میں نے آپ کے چہرے میں یونان کی سائیکی کی جھلک دیکھی تھی۔ اب میں آپ کا احترام کروں گا۔''

''مجھے تو تم دونوں ہی فراڈ معلوم ہوتے ہو۔''

''جی نہیں! صرف میں فرہاد ہوں......!'' حمید نے بوڑھے کی طرف دیکھ کر کہا۔ ''ان کی عمر اب اس قابل نہیں رہی۔''

''تم سچ مچ بہت بدتمیز ہو۔''

''محترمہ...... محترمہ......!'' بوڑھا گڑگڑایا۔

''میں کنڈیکٹر کے پاس جا رہی ہوں۔''

''مجھ جیسے ذی عزت آدمی کو چھوڑ کر۔'' حمید نے سوال کیا۔

لیکن وہ مزید کچھ کہے بغیر بوگیوں کو ملانے والے دروازے سے نکل گیا۔

''یور ہائی نس......!''

''خاموش رہو...... ادر بیٹھ جاؤ۔'' حمید دہاڑا۔ ''اور اب مجھے بتاؤ کہ اعتماد الدولہ کے بیٹے کا کیا نام ہے۔''

''حضور...... حضور...... کیا آپ اپنے والد حضور کا نام نہیں جانتے۔''

''ہم اگر اتنے بے خبر نہ ہوں تو پرنس کیوں کہلائیں۔''

''نواب اقتدار الدولہ جناب۔''

''اور ہم صرف ساجد حمید ہیں...... ہم کوئی دولہ کیوں نہیں۔''

''آپ تو دولہا ہیں...... میرے حضور۔''

اس پر حمید کا ماتھا پورے طور ٹھنکا تھا۔ تو کیا...... تو کیا...... اسے بیوقوف بنایا گیا ہے۔

''بڑے میاں سچ سچ بتاؤ تم کون ہو...... ورنہ اٹھا کر ٹرین سے باہر پھینک دوں گا۔''

بوڑھے کی آنکھوں میں بدمزگی کے آثار نظر آئے اور اس نے جیب سے اپنا کارڈ نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

کارڈ پر تحریر تھا۔ ''عبدالرؤف صمدانی...... منیجر لکی کارپوریشن......!''

''پھر تم دادا کے نمک خوار کیسے ہوئے......!'' حمید نے بھنا کر پوچھا۔

''میرے باپ ان کی سرکار میں ملازم تھے...... میں نے کچھ دنوں تک آپ کے والد حضور کی خدمت کی ہے۔ اس کے بعد وہاں سے آب و دانہ اٹھ گیا تھا۔ بزنس لائن میں پڑ گیا۔ میں دراصل اس کارپوریشن کا سب سے بڑا حصہ دار بھی ہوں۔''

''اپنے والد حضور کا یہ خط لیجئے۔'' اس نے جیب سے ایک لفافہ نکالا اور حمید کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ ''ہم لوگ بہت ہی خاص مواقع پر یاد کئے جاتے ہیں۔''

حمید نے لفافے سے خط نکالا جس سے ایک فوٹوگراف پھسلتا ہوا اس کی گود میں آ گرا۔ یہ خود اسی کا فوٹوگراف تھا۔

خط میں لکھا تھا۔

''صمدانی میاں!

اس یقین کے ساتھ کہ تمہیں بھی اپنے باپ کا عہد یاد ہوگا۔

تمہیں یہ خط لکھا جارہا ہے۔ ہمارے عم نامدار کی حضور ہم کو تمہارے والد لے گئے تھے۔تم ہمارے لختِ جگر کو اسکے چچا کے پاس لے جاؤ۔ افتخار الدین اس کا نام ہے۔ اس لئے تصویر بھی بھیجی جارہی ہے کہ تم اسے پہچان سکو۔ فرسٹ کلاس ویٹنگ روم میں وہ تمہیں ملے گا۔کل شام پانچ بجے۔آخر میں یہ دُعا ہے کہ اللہ ہمارے درمیان اس روائت کو تاقیامت برقرار رکھے۔آمین۔

دعا گو

اقتدار الدولہ''

خط پڑھ کر حمید نے قہقہہ لگایا اور بولا۔''میرے باپ کا نام چوہدری حمید ہے۔ مجھے علم نہیں کہ اقتدار الدولہ ہونے کا شرف انہیں کب حاصل ہوا۔''

''واللہ......خوش مزاجی آپ کے خاندان کا طرہ امتیاز ہے۔''بوڑھا صمدانی ہنس کر بولا۔

''میرا بھی یہی خیال ہے۔لیکن تم لوگوں کی وفاداری کا بھی جواب نہیں۔''

''یہی عزت افزائی ہماری جاں نثاری کا سبب رہی ہے یور ہائی نس۔''

''تو ہم دولہا ہیں۔''

''یقیناً یور ہائی نس......!''

''لیکن ہمارے والد حضور نے تو ہمیں اس کے متعلق کچھ بھی نہیں بتایا۔''

''یہ عین روایت کے مطابق ہے۔انہیں بھی کچھ نہیں معلوم تھا۔ان کے ساتھ میرے والد گئے تھے۔''

''گئے ہوں گے۔''حمید نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دے کر کہا۔

''مناسب یہی ہے کہ آپ بھی لاعلم ہی رہیں۔''

''لاعلمی میری جنت ہے۔''حمید اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔ چند لمحے خاموش رہا پھر بولا۔''جاؤ۔اس لڑکی کو تلاش کرو۔''

''مناسب نہ ہوگا پرنس۔''

''ہماری طبیعت سے مناسبت رکھتی ہے یہ بات۔''

''آپ بردکھاوے کے لئے جارہے ہیں۔یہ بھی ملحوظ خاطر رہے۔''

''جب ایک لڑکی ہمیں ناپسند کرسکتی ہے تو دوسری بھی کردے گی۔ہم اس سلسلے میں ذرا اپنا اطمینان کرلینا چاہتے ہیں۔''

''آپ مجھے الجھن میں ڈال رہے ہیں جناب عالی۔''

''مسٹر صمدانی!''

''آپ صرف صمدانی کہہ سکتے ہیں۔مسٹر کہلوانے کا شوق نہیں ہے مجھے۔''صمدانی کا لہجہ کسی قدر ناخوشگوار تھا۔لیکن انداز خیر اندیشانہ ہی تھا۔

''اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں خود جارہا ہوں اس کی تلاش میں۔تم یہیں بیٹھو۔''

''آپ کی مرضی......؟''

حمید اٹھ گیا۔خواہش چائے کی بھی محسوس ہو رہی تھی۔ ڈائننگ کار تک پہنچنے کے لئے اسے دو بوگیوں سے گزرنا پڑا۔

سامنے ہی میز پر لڑکی نظر آئی تھی۔وہ بڑی بے تکلفی سے کرسی کھینچ کر اسکے مقابل بیٹھ گیا۔

''یہ کیا بدتمیزی ہے۔''وہ بھنا کر بولی۔

''میرا خیال ہے کہ میں ابھی صرف آ کر بیٹھا ہوں۔ بدتمیزی میں کافی دیر لگے گی۔''

''شٹ اپ......!''

''انگریزی میں بُرا نہیں مانتا۔اگر چپ بے کہتیں تو لازماً میرا ہاتھ گھوم جاتا۔''

''آدمی ہو یا......!''

''پرنس ہوں۔''

''شکل دیکھی ہے......فراڈ کہیں کے۔''

''کتنی بار کہو گی۔''

''تم اٹھ جاؤ یہاں سے۔''

''لوگ مجھے احمق سمجھیں گے۔''

''تم تو صورت ہی سے احمق معلوم ہوتے ہو۔''

''تب تو لوگ مجھے تمہارا شوہر سمجھیں گے۔''حمید خوش ہوکر بولا۔

"بکواس مت کرو۔"

"اور لوگ تمہیں جھگڑالو سمجھیں گے۔"

"تو میں ہی اٹھی جاتی ہوں۔"

"بہت زیادہ بد دماغ بیوی سمجھ کر لوگ مجھ سے ہمدردی کریں گے۔"

"خدا کرے مر جاؤ تم......!" وہ دانت پیس کر بولی۔

"آئندہ کسی مرد سے چھیڑ چھاڑ نہ کرنا۔" حمید اٹھتا ہوا بولا اور دوسری میز پر جا بیٹھا۔

لڑکی کے چہرے پر پل بھر کے لئے حیرت کے آثار نظر آئے تھے اور پھر اس طرح معدوم ہو کر رہ گئے تھے جیسے اس میں کسی کوشش کو دخل رہا ہو۔

حمید نے ویٹر کو اشارے سے بلایا اور آہستہ سے بولا۔ "ان صاحبہ سے پوچھو کیا پئیں گی۔"

"میں نہیں سمجھا جناب۔" ویٹر کا لہجہ کسی قدر ناخوشگوار تھا۔ لیکن حمید نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ "زن مریدی سفر میں بھی ساتھ نہیں چھوڑتی۔ ابھی ابھی اچانک مجھ سے خفا ہو گئی ہیں۔"

"اوہ...... میں سمجھا...... جناب...... بہت بہتر۔" کہتا ہوا وہ لڑکی کی طرف بڑھ گیا۔

اس نے بڑے ادب سے جھک کر لڑکی سے کچھ کہا تھا اور لڑکی کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا تھا۔ پھر وہ حمید کو گھورنے لگی تھی۔ اتنی سختی سے دانت بھینچے تھے کہ جبڑوں کی وریدیں ابھر آئی تھیں۔

دفعتاً حمید نے محسوس کیا جیسے لڑکی پر غشی طاری ہو رہی ہو۔ قہر میں ڈوبی ہوئی آنکھیں آہستہ آہستہ بند ہوتی جا رہی تھیں۔

اور پھر سچ مچ اسکی گردن کرسی کی پشت گاہ پر ڈھلک گئی۔ ویٹر بوکھلا کر حمید کی طرف مڑا۔

"کک...... کوئی بات نہیں ...... فکر نہ کرو۔" حمید اٹھتا ہوا بولا۔ "ان پر دورے پڑتے ہیں اکثر۔"

اس کے قریب پہنچ کر پیشانی پر انگلی سے ٹھوکے دیئے۔ لیکن اس کی آنکھیں نہ کھلیں۔ آخر اس نے اسے ہاتھوں پر اٹھایا اور ویٹر سے کہا کہ وہ اس کا وینٹی بیگ اٹھا لے اور اس کے ساتھ کوپے تک چلے۔

بوڑھے صمدانی نے انہیں اس حال میں دیکھا تو بوکھلا کر کھڑا ہو گیا۔

حمید نے اسے برتھ پر لٹاتے ہوئے ریزرویشن کارڈ پر نظر ڈالی جس پر "خان زادی دردانہ" تحریر تھا۔

ویٹر کو پانچ روپے بطور بخشش دیتے وقت حمید نے اس کا شکریہ بھی ادا کیا اور بوڑھے کا آنکھ مار کر مسکرایا۔ ویٹر کے رخصت ہونے پر صمدانی نے بوکھلائے ہوئے لہجہ میں استفسار حال کیا تھا۔

"میرا خیال ہے کہ یہ غصے کی شدت کی بناء پر بیہوش ہو گئی ہے۔" حمید نے پُرسکون لہجے میں جواب دیا۔

"لیکن...... لیکن جناب......؟"

"تم فکر نہ کرو...... خود ہی ہوش میں آ جائے گی...... لیکن تم ذرا اس پر نظر رکھنا کہ زنجیر نہ کھینچنے پائے۔"

"آپ نے بڑی دشواری میں مبتلا کر دیا ہے جناب۔"

"تم کیسے ساتھی ہو۔"

"ہمیشہ عزت کی زندگی بسر کی ہے میں نے۔ مجھ پر رحم فرمائیے۔"

اچانک خان زادی دردانہ اٹھ بیٹھی اور اس کے حلق سے عجیب قسم کی آوازیں نکلنے لگیں۔

لیکن اس کی آنکھیں اب بھی بند تھیں۔

"بب...... بب...... بالکل ایسا معلوم ہو رہا ہے۔" بوڑھا صمدانی کپکپاتی آواز میں بولا۔ "جیسے کوئی بھیڑیا غرا رہا ہو۔"

ٹیکسی ڈرائیور

لڑکی کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ آنکھوں میں درندگی تھی اور چمکدار دانت سچ مچ کسی

بھیڑیئے ہی کے دانتوں سے مشابہ نظر آنے لگے تھے۔

حمید نے جلدی سے اپنا سوٹ کیس کھولا۔ چار سو دس بور کی دو نالی بندوق نکالی اور لڑکی کا نشانہ لے کر ایک گوشے میں کھڑا ہو گیا۔

"یہ... یہ... آپ کیا کر رہے ہیں جناب عالی!" بوڑھا صمدانی بُری طرح کانپ رہا تھا۔

"خاموش رہو...... جیسے ہی یہ تم پر حملہ کرے گی میں فائر کردوں گا۔"

پھر اچانک لڑکی پر ہنسی کا دورہ پڑ گیا اور حمید نے صمدانی کو آنکھ مار کر کہا۔ "دیکھا تم نے۔"

لڑکی نے برتھ سے چھلانگ لگائی اور حمید کے قریب پہنچ کر بولی۔ "ہائے کتنی ننھی سی بندوق ہے...... ذرا مجھے دکھاؤ۔"

"لو...... لو...... ضرور دیکھو......!"

اس نے اس کے ہاتھ سے بندوق جھپٹی اور پھر بھیڑیئے ہی کی طرح غراتی ہوئی پیچھے ہٹنے لگی۔ اس نے حمید کے دل کا نشانہ لے رکھا تھا۔

"وہ تو پہلے ہی گھائل ہے۔ یہاں کا نشانہ لو۔" حمید نے اپنی کھوپڑی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

لڑکی کے تیور سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ انہیں کور کئے ہوئے زنجیر تک پہنچنا چاہتی ہے۔

"دو...... دیکھئے جناب۔" صمدانی ہکلایا۔

"میں دیکھ رہا ہوں۔" حمید ہنس کر بولا۔ "بندوق خالی ہے لہٰذا۔"

دوسرے ہی لمحہ میں اس نے نہ صرف اس کے ہاتھ سے بندوق چھین لی تھی بلکہ اسے اس کی برتھ پر جھٹک دیا تھا۔

برتھ پر گر کر وہ اسے بُرا بھلا کہنے لگی اور صمدانی حمید کے آگے ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا۔

"خدارا رحم کیجئے...... اس وقت آپ اعتماد الدولہ بہادر ہی کی طرح کھلنڈرے نظر آرہے ہیں۔"

"اعتماد الدولہ......!" دفعتاً لڑکی اٹھ بیٹھی۔ اس کی آنکھوں میں حیرت کے آثار تھے۔

"جی ہاں...... یہ ان کے پوتے ہیں۔" صمدانی کپکپاتی ہوئی آواز میں بولا۔

"بکواس...... وہ تو میرے دادا تھے۔" لڑکی بھنا کر بولی۔ "آخر تم لوگ میرا مذاق کیوں اڑانا چاہتے ہو۔"

"آپ خان زادی ہیں...... اعتماد الدولہ کی اولاد نواب زادہ کہلاتی ہے۔" صمدانی جزبز ہو کر بولا۔

"وہ میرے دادا کے بھائی تھے۔"

"نہیں......!" صمدانی اچھل پڑا۔

"اور اسی لئے میں نے چاہا تھا کہ تم لوگ مجھ سے نہ الجھو۔ میرے باپ کو علم ہو جائے تو تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

"آپ کا مطلب ہے کہ خان ظفریاب......!"

"ہوں...... تو تم میرے باپ کے نام سے بھی واقف ہو۔"

"اچھا لڑکی اب بکواس بند کرو۔" حمید پیر پٹخ کر بولا۔ "ہم کسی قدر غنودگی محسوس کر رہے ہیں۔"

"اگلے اسٹیشن پر تم دونوں پولیس کی حراست میں ہو گے۔"

"اگر آپ خان ظفریاب کی صاحبزادی ہیں تو......!" صمدانی کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

"اب کیا کہنا چاہتے ہو۔"

"میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اگر آپ خان ظفریاب کی بیٹی اور خان دوراں کی پوتی ہیں تو آپ کو اس کا بھی علم ہو گا کہ دونوں سلسلوں کے درمیان تعلقات کی کیا نوعیت ہے۔"

"میں پوچھتی ہوں تم کہنا کیا چاہتے ہو۔"

"یہ خان دوراں کی بڑی بیٹی کے بیٹے ہیں۔" صمدانی نے حمید کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"اگر یہ سچ ہے تو......!" وہ حمید کو خونخوار نظروں سے گھورتی ہوئی خاموش ہو گئی۔

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ دارالحکومت میں کیوں تشریف لائی تھیں۔" صمدانی نے پوچھا۔

"اسی خطرہ کے امکان کا جائزہ لینے کے لئے۔"

"اسے آپ خطرہ سمجھتی ہیں۔"

''پھوپھی اماں بزدل تھیں۔''

''ایسا نہ کہئے۔''

وہ پھر حمید کو گھورنے لگی اور کچھ دیر بعد بولی۔ ''تو یہ بے وقوف آدمی ہمارے گھر جا
ہے۔ لیکن ٹھہرو...... اس گھرانے میں ساجد حمید نام کا کوئی آدمی نہیں ہے۔''

''بزدل ماں کا بزدل بیٹا۔'' وہ نفرت کا اظہار کرتی ہوئی بولی۔

اس بار حمید بھڑک اٹھا۔ اسے بالکل ایسا ہی محسوس ہوا تھا جیسے اس نے سچ مچ اس کی ا
ماں کو کہا ہو!

''تم زبان بند کرو...... ورنہ اٹھا کر باہر پھینک دوں گا۔''

''شٹ اپ......!''

حمید اس کی طرف بڑھا ہی تھا کہ صمدانی بیچ میں آتا ہوا بولا۔ ''آپ صبر و سکون
ساتھ بیٹھ جائیے جناب عالی! میرا خیال ہے کہ خان ظفر یاب کی کوئی دوسری بیٹی نہیں۔''

''تم ٹھیک سمجھے بوڑھے خبیث......!'' لڑکی آپے سے باہر ہوئی جا رہی تھی۔

''میں اس خاندان کا قدیم نمک خوار ہوں۔ آپ کی کسی بات کا بُرا نہیں مانوں گا
بوڑھے صمدانی نے مسکرا کر کہا۔

لڑکی پھر کچھ نہ بولی۔ حمید کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب اسے کیا کرنا چاہئے۔ ا
اپنی برتھ کی طرف واپس آنا پڑا تھا۔

لڑکی کی آنکھوں میں تنفر کے سائے گہرے ہوتے جا رہے تھے۔

بوڑھا صمدانی گھگھیانے لگا۔ ''خان زادی صاحبہ مجھے بے حد افسوس ہے کہ ہما
ملاقات ان حالات میں ہوئی۔ خاندانی روایت کے مطابق پرنس افتخار الدولہ اپنے چچا کی حضو
باریابی کے لئے تشریف لے جا رہے ہیں۔ خان دوراں کی گڑھی کے در و دیوار شاہد ہیں
اعتماد الدولہ کی اولاد روایت کی پابند رہی ہے۔''

لڑکی کچھ نہ بولی۔ وہ ان دونوں میں سے کسی کی بھی طرف نہیں دیکھ رہی تھی۔

''دفعتاً حمید بولا۔ ''خان دوراں...... خان ظفر یاب...... اور...... اور غالباً تمہار
بھائی کا نام خانساماں ہوگا۔''

''شٹ اپ......! یو ڈرٹی سوائین۔'' لڑکی دہاڑی۔

''آواز بُری نہیں ہے۔'' حمید نے صمدانی کی طرف دیکھ کر کہا۔

''میں دست بستہ گزارش کروں گا۔''

''تم خاموش بیٹھو۔'' حمید نے غصیلے لہجہ میں کہا۔

''بہتر یہی ہوگا۔'' لڑکی بھی صمدانی کو گھورتی ہوئی بولی۔ ''میں اس احمق سے براہِ راست
گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔''

''یہ روایت کے خلاف ہوگا۔''

''میں لعنت بھیجتی ہوں اس روایت پر...... سمجھے۔''

''اب میں اس سلسلے میں قطعاً کوئی گفتگو نہیں کرنا چاہتا۔''

''لیکن میں گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔''

''میں پرنس کو خان ظفر یاب کی خدمت میں پیش کر کے اپنے فرض سے سبکدوش
ہو جاؤں گا۔'' صمدانی بولا۔

''اب یہ شخص زندگی بھر ان کی خدمت میں پیش نہیں ہو سکے گا۔'' لڑکی نے کہا اور اچھل
کر برتھ سے اٹھ گئی۔

وہ پھر بوگیوں کو ملانے والے دروازے کی طرف جا رہی تھی۔

حمید استفہامیہ انداز میں صمدانی کی طرف دیکھنے لگا۔

''میں کیا بتاؤں پرنس۔'' صمدانی بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ''خود میری عقل چکرا کر رہ
گئی ہے۔ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ آپ دونوں ایک ساتھ سفر کریں گے۔''

''او...... چچا...... جو کچھ بھی کہنا ہے ایک ہی بار کہہ جاؤ۔ کیوں مجھے بھی مخبوط الحواس
کر رہے ہو۔'' حمید پیشانی پر ہاتھ مار کر بولا۔

''یہ طرز تخاطب آپ کے شایان شان نہیں ہے۔''

''اچھا تو میں پھر جا رہا ہوں اس کے پیچھے۔''

''اب یہ آپ کا فرض ہے کہ اپنی منگیتر کی نگہداشت خود کریں۔''

''منگیتر...... کیوں حواس باختہ ہو رہے ہو بڑے میاں۔''

"آپ کی تیز مزاجی ہی کی بناء پر اقتدار الدولہ بہادر نے آپ کو اصل معاملے سے لاعلم رکھا ہوگا۔ آپ دنیا کے کسی حصہ میں بھی پلے بڑھے ہوں لیکن آپ کی شادی اسی دستور کے مطابق ہوگی جو سینکڑوں سال سے آپ کے خاندان میں چلا آ رہا ہے۔"

"بھلا میں دنیا کے کس حصہ میں پلا بڑھا ہوں۔"

"فرانس میں جناب عالی...... کیا...... کیا آپ مجھے اس قدر لاعلم سمجھتے ہیں۔ آپ صرف پانچ سال کے تھے جب اقتدار الدولہ نے آپ کو ایک ہمدرد فرانسیسی کے حوالے کر دیا تھا۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔" حمید بولا۔

"اور آپ پچھلے مہینے تشریف لائے ہیں۔ آپ کے اعزہ آپ کو اس وقت تک نہیں پہچان سکتے جب تک کہ انہیں آپ کی شخصیت سے آگاہ نہ کیا جائے۔"

"قدرتی بات ہے۔" حمید نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی۔

"اب باعث تشویش یہ ہے جناب عالی کہ صاحبزادی ادھر کیوں تشریف لائی تھیں اور پھر تنہا...... میں تو سوچ بھی نہیں سکتا کہ خان دوراں کی اولاد اتنی آزاد خیال ہو سکتی ہے۔"

"تو یہ ہمارے یہاں کیوں نہیں گئی۔"

"مجھے افسوس ہے کہ اقتدار الدولہ نے آپ کو حالات سے اس حد تک بے خبر رکھا۔"

"مجھے حالات کی پرواہ نہیں صمدانی صاحب! ہر قسم کے حالات سے نپٹنا میری ہابی ہے۔ خواہ پہلے سے ان کا علم ہو یا نہ ہو......!" حمید بائیں آنکھ دبا کر بولا۔

جواب میں صمدانی کچھ کہنے ہی والا تھا کہ دردانہ آندھی اور طوفان کی طرح کوپے میں داخل ہوئی۔

"تو یہ حضرت میرے منگیتر ہیں۔" وہ حمید کی طرف انگلی اٹھا کر بولی۔

"ڈائننگ کار کا ویٹر بھی سخت نامعقول واقع ہوا ہے۔ وہ تو تمہیں میری بیوی سمجھا تھا۔" حمید بولا۔

"تم خاموش رہو۔ میں ان سے گفتگو کر رہی ہوں۔" لڑکی نے صمدانی کیطرف اشارہ کیا۔

"مناسب یہی ہوگا محترمہ۔" صمدانی نے کہا...... اس بار اس کا لہجہ سرد تھا۔

"کیا تمہیں اپنے آقا اقتدار الدولہ کے بیٹے کی زندگی عزیز ہے۔"

"کیوں نہیں...... کیوں نہیں۔"

"تو پھر اگلے اسٹیشن پر اتر جاؤ اور وہیں سے اپنے شہر واپس چلے جانا۔"

"جی نہیں۔" حمید بول پڑا۔ "اب تو اپنے چچا حضور کی خدمت میں ضرور پیش کیا جاؤں گا۔"

"اس سے پہلے ہی آپ کی گردن کٹ جائے گی۔" لڑکی بھنا کر بولی۔

اس پر حمید نے صمدانی کی طرف دیکھ کر ٹھنڈی سانس لی اور سوال کیا "اب ہمیں کیا کرنا چاہئے...... انکل صمدانی۔"

"آپ بزدل تو نہیں ہیں پرنس۔"

"میں تمہیں بزور شمشیر حاصل کروں گا۔" حمید نے لڑکی کو گھورتے ہوئے کہا اور اپنے داہنے بازو کی مچھلیوں پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

"میں نے آگاہ کر دیا خطرے سے...... اب تم جانو۔" لڑکی نے کہا اور برتھ پر نیم دراز ہوگئی۔

صمدانی حمید کے قریب آ بیٹھا اور آہستہ آہستہ کہنے لگا۔ "میں سخت الجھن میں پڑ گیا ہوں پرنس۔ پتہ نہیں ایسے حالات میں اقتدار الدولہ بہادر کیا کرتے۔"

"جاؤ...... اپنی برتھ پر جاؤ...... اس وقت تم اقتدار الدولہ کی حضور میں نہیں ہو۔ اب تمہیں میرے احکامات کا پابند رہنا ہوگا۔"

"بجا ارشاد ہوا۔" صمدانی نے کہا اور اٹھ کر اپنی برتھ پر جا بیٹھا۔

لڑکی نے آنکھیں بند کر لی تھیں لیکن اس کے نتھنے پھولے ہوئے تھے اور چہرہ سرخ تھا۔ غالباً اندر ہی اندر کھول رہی تھی۔

حمید نے سوچا خاصی دلچسپی رہے گی لیکن آخر یہ ہے کیا چکر...... محکمہ سراغ رسانی کے سپرنٹنڈنٹ کو شادی بیاہ سے کیا سروکار...... نواب اقتدار الدولہ کا نام اس نے سنا تھا۔ کبھی رہے ہوں گے نواب اب تو ایکسپورٹ امپورٹ کے چکر میں پڑے ہوئے تھے۔

کچھ بھی ہو معاملہ گھمبیر معلوم ہوتا ہے۔ حمید سوچتا اور لڑکی کو گھورتا رہا۔ جو بدستور آنکھیں بند کئے برتھ پر نیم دراز تھی۔

دفعتاً حمید نے صدانی کو اشارہ کیا کہ وہ وہاں سے چلا جائے۔

اس نے بالکل مشینی طور پر اس کے اس حکم کی تعمیل کی تھی۔ اتنی آہستگی سے دوسری طرف چلا گیا کہ لڑکی کو علم نہ ہو سکا۔

"محترمہ......!" کچھ دیر بعد حمید نے اسے آواز دی اور وہ آنکھیں کھول کر سیدھی ہو بیٹھی۔

"کیا بات ہے؟" وہ غرائی۔

"گزارش ہے کہ مجھے روایات سے نفرت ہے۔ میں نے تہیہ کر لیا تھا کہ میں اس قدیم خاندانی روایت کو توڑ دوں گا۔"

"سچ مچ......!" دفعتاً لڑکی کا چہرہ کھل اٹھا۔

"ہاں......لیکن تمہیں دیکھ لینے کے بعد میں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا ہے۔"

"کیا مطلب......؟"

"اگر اب میں نے اس روایت کو توڑ دیا تو مجھے زندگی بھر افسوس رہے گا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم اتنی خوبصورت ہو گی۔"

"شٹ اپ......!"

"بُرا نہیں ماننا......فرانس کی بیویاں اپنے شوہروں کی پٹائی تک کر دیتی ہیں......اور میں اسی ماحول میں پلا بڑھا ہوں۔"

"اس خیال کو دل سے نکال دو کہ مجھے حاصل کر سکو گے۔ لاشیں گر جائیں گی۔"

"کیا کوئی جن عاشق ہو گیا ہے تم پر......!"

"میں کہتی ہوں بکواس بند کرو......تم کوئی فراڈ ہو......جس کی زندگی بچپن سے اب تک فرانس میں گزری ہو وہ اتنی بامحاورہ اردو نہیں بول سکتا۔"

"یہ ناممکن نہیں ہے دردانہ بیگم......میں جرمنوں کے سے لہجے میں جرمن بول سکتا ہوں اور فرانسیسیوں کی طرح فرانسیسی۔"

"اُردو کا ماحول وہاں تمہیں کیسے ملا ہو گا۔"

"وہ خاتون جو میری اتالیق تھیں ان کا سسرالی سلسلہ نسب لکھنو کے ایک میر صاحب سے ملتا تھا۔"

"بکواس......!"

"مادام پونڈری میر کہلاتی ہیں......ان کے شوہر میر طارق علی اردو کے ایک بلند پایہ ادیب ہیں۔ اپنی اردو کے لئے میں انہی کا رہین منت ہوں۔ مادام پونڈری میر اکثر کہا کرتی ہیں کہ شوہر کی وجہ سے ان کی مادری زبان چوپٹ ہو گئی ہے اور وہ فرانسیسی بولتے وقت "نوج......اوئی اللہ......اور ہائے میں مرگئی" وغیرہ کہنے لگی ہیں۔"

"لڑکی کے چہرے پر مسکراہٹ کی ہلکی سی لہر نظر آئی تھی جس کا گلا اس نے فوری طور پر گھونٹ دیا۔ کچھ دیر خاموش رہ کر اس نے کہا۔ "میں تمہیں پھر سمجھاتی ہوں کہ ہماری گڑھی میں قدم بھی نہ رکھنا۔"

"اگر چچا حضور اس قسم کی کوئی پابندی لگائیں تو سر آنکھوں پر۔"

"اچھی بات ہے......خود بھگتو گے......یہ زنانہ بندوق جو ساتھ لئے پھرتے ہو کام نہ آئے گی۔ میں نے تھری ناٹ تھری پر نشانے کی مشق کی ہے۔"

"ارے......وہ چار سو دس بور تو میں لڑکیوں کو خوش کرنے کے لئے ساتھ رکھتا ہوں۔ اتنی چھوٹی سی بندوق دیکھ کر وہ بے قابو ہو جاتی ہیں۔"

"ہونہہ......!" وہ بُرا سا منہ بنا کر بولی۔ "ہمارے اسلحہ خانے میں بھانت بھانت کی بندوقیں اور رائفلیں ہیں۔"

"میں توپ سے بھی نہیں ڈرتا۔ تم سے شادی کر کے رہوں گا۔"

"بکواس بند۔ میں اس سلسلے میں اب اور کچھ نہیں سننا چاہتی۔"

حمید پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔ اس کے چہرے سے ظاہر ہو رہا تھا جیسے لڑکی کی باتوں سے ذرہ برابر بھی متاثر نہ ہوا ہو۔

کچھ دیر بعد اس نے پائپ کا کش لے کر کہا۔ "اقتدار الدولہ بہادر مجھے گولی مار دیں گے اگر میں چچا ظفریاب کی حضور پیشی سے پہلے ہی بھاگ نکلا۔"

"تم ابا حضور تک نہیں پہنچ سکو گے۔ ان تک پہنچ جانے کا مطلب یہ ہوگا کہ میری شکست ہو گئی۔"

"کیا میں تمہارے قابل نہیں ہوں۔"

"میں اب تمہاری کسی بات کا جواب نہیں دوں گی۔"

"تم اتنی اچھی ہو کہ تمہارا دل نہیں دکھانا چاہتا۔"

"تو پھر......؟"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے۔"

"اگر تم سنجیدگی سے سنو تو میں اس سلسلے میں کچھ کہنا چاہتی ہوں۔"

"ضرور کہو......میں سنوں گا۔"

"تم ابا حضور کے سامنے پہنچ کر انکار کر سکتے ہو۔ کہہ سکتے ہو کہ تم فرانسیسی لڑکی سے شادی کرو گے۔ دیسی لڑکیوں سے تمہارا نباہ نہیں ہو سکے گا۔"

"تدبیر تو ٹھیک ہے......لیکن یقین کرو اے میری بنت عم......تم پر سے درجنوں فرانسیسی لڑکیاں نثار کی جا سکتی ہیں۔"

اس بار اس نے حمید کو بناوٹی غصے سے گھورا تھا۔ لیکن کچھ بولی نہیں تھی۔ گاڑی کے باہر اندھیرا پھیل چکا تھا۔

تھوڑی دیر بعد صمدانی واپس آ گیا اور اس نے دونوں ہی پر متحیرانہ نظریں ڈالیں کیونکہ وہ اپنی اپنی برتھ پر سکون سے نیم دراز تھے۔ لڑکی انگریزی کا کوئی رسالہ دیکھ رہی تھی اور حمید پائپ کے ہلکے ہلکے کش لے رہا تھا۔

نصیر آباد کے اسٹیشن پر اترنا تھا۔

رات کے نو بج رہے تھے اور دس منٹ بعد وہ نصیر آباد پہنچنے والے تھے۔ دفعتاً لڑکی نے حمید کو مخاطب کر کے کہا۔ "میں اسٹیشن پر رک کر ریل کار کا انتظار کروں گی۔ جس ڈاکٹر کے لئے دارالحکومت گئی تھی وہ میرے بعد ریل کار سے روانہ ہوا ہوگا۔"

"ڈاکٹر......کیوں!"

"ابا حضور کے لئے......وہ علیل ہیں۔"

"تو کیا ہم بھی ٹھہریں گے تمہارے ساتھ۔"

"ہرگز نہیں......تم دوراں نگر جاؤ گے۔ اسٹیشن پر باہر ٹیکسیاں موجود ہوں گی۔"

"لیکن ہم تو تمہارے ساتھ ہی جانا چاہتے ہیں۔"

"نوابزادہ ساجد حمید......یہ ناممکن ہے۔" لڑکی نے تلخ لہجے میں کہا۔

"بات بڑھانے کی ضرورت نہیں پرنس۔ وہی کیجئے جو صاحبزادی کہہ رہی ہیں۔" صمدانی بول پڑا۔

"ہوں ٹھیک ہے۔" حمید نے کہا اور سختی سے ہونٹ بھینچ لئے۔

ٹرین کی رفتار کم ہوتی جا رہی تھی۔ لڑکی اپنا سامان اکٹھا کرنے لگی۔ صمدانی اپنے اور حمید کے سامان کی دیکھ بھال کر رہا تھا۔

"دوسری بات۔" دفعتاً لڑکی ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "اگر کوئی بھی ریسیو کرنے آئے تو ایسے بن جانا جیسے ہم ایک دوسرے کے لئے قطعی اجنبی ہوں۔ اس سے ہرگز نہ کہنا کہ تمہیں بھی دوراں نگر جانا ہے اور تم لوگ کون ہو۔"

"بہت بہتر محترمہ۔" صمدانی نے بڑے ادب سے کہا۔

ٹرین رک گئی۔ وہ نیچے اُترے۔ دردانہ کو ریسیو کرنے کئی آدمی آئے تھے۔ صمدانی حمید سمیت الگ جا کھڑا ہوا۔

دردانہ ان لوگوں سے کچھ کہہ رہی تھی جو اسے لینے آئے تھے۔ پھر حمید نے انہیں ویٹنگ روم کی طرف جاتے دیکھا۔

"اب کیا خیال ہے جناب صمدانی صاحب۔" حمید نے ٹھنڈی سانس لے کر پوچھا۔

"اب ہمیں باہر چلنا چاہئے جناب عالی......دوراں نگر یہاں سے پندرہ میل کے فاصلے پر ہے۔ ٹیکسیاں اور بسیں چلتی ہیں۔"

"رات اتنی خوشگوار ہے کہ ہم اونٹ گاڑی پر سفر کرنا پسند کریں گے۔"

"اونٹ گاڑیاں تو یہاں نہیں ہوتیں جناب۔"

"لہٰذا پیدل......!"

"یہ آپ کیا فرما رہے ہیں جناب......مم......مطلب یہ کہ پندرہ میل۔"

"ایسی خوبصورت لڑکی کے لئے ہم پندرہ ہزار میل بھی پیدل چل سکتے ہیں۔"

"لل......لیکن میں بوڑھا آدمی ہوں جناب!"

"کیا تمہیں کبھی کسی سے محبت ہوئی ہے۔"

"کک...... کیوں آپ مجھ بوڑھے کا مذاق اڑا رہے ہیں۔"

"محبت کے بغیر ہی پہاڑ سی زندگی گزار آئے ہو۔"

"پرنس مجھ پر رحم کیجئے۔"

"اگر پہلے کبھی اتفاق نہیں ہوا تو اب ٹرائی کرو۔"

"واقعی آپ مجھ بوڑھے کا مضحکہ اڑا رہے ہیں۔ لیکن یقین کیجئے کہ اقتدار الدولہ بہادر اسے پسند نہیں فرمائیں گے۔ وہ بزرگوں کا ادب کرتے ہیں خواہ وہ انکے خادم ہی کیوں نہ ہوں۔"

اس بار صمدانی کا لہجہ کسی قدر ناخوشگوار ہوگیا تھا۔ اس نے جھک کر اپنا سوٹ کیس اٹھایا اور دوسرا ہاتھ حمید کے سوٹ کیس کی طرف بڑھایا ہی تھا کہ حمید نے کہا۔ "اس حد تک بوڑھوں کا لحاظ ضرور کرتا ہوں کہ انہیں زیادہ وزن نہ اٹھانے دوں۔"

اس نے خود ہی اپنا سوٹ کیس اٹھایا اور دونوں گیٹ کی طرف بڑھے۔

باہر متعدد ٹیکسیاں موجود تھیں اور ٹیکسی ڈرائیور بالکل تانگے والوں کے سے انداز میں آوازیں لگا رہے تھے۔

حمید نے دیکھا کہ کئی ڈرائیور ان کی طرف جھپٹے ہیں اور جیسے ہی وہ قریب آئے اس کے ہاتھ پیر پھول گئے اور اس لمبے تڑنگے ڈرائیور پر اس کی نظر جم گئی۔ جو دونوں ہاتھ بڑھا کر ان دونوں سے سوٹ کیس لے رہا تھا۔

"دد...... دراں نگر...... جج جائیں گے۔" حمید ہکلایا۔

"بہت بہتر جناب...... میری گاڑی آرام دہ ثابت ہوگی۔" اس نے نرم لہجے میں کہا اور وہ دونوں اس کے پیچھے چل پڑے۔ اس نے ڈگی میں ان کے سوٹ کیس رکھ دیئے اور پچھلی نشست کا دروازہ کھول کر کھڑا ہوگیا۔

حمید گرتا پڑتا ٹیکسی میں داخل ہوا تھا۔ صمدانی ڈرائیور کے برابر اگلی سیٹ پر جا بیٹھا۔

گاڑی چل پڑی اور حمید اپنی پیشانی کا پسینہ خشک کرنے لگا۔ ٹیکسی ڈرائیور کی پشت پر اس کی نظر جمی ہوئی تھی۔ کیونکہ ڈرائیور کی وردی میں یہ کرنل فریدی تھا۔ میک اپ کے بغیر۔

دوسری غراہٹ

حمید کے لئے یہ پہلا موقع تھا کہ اس نے فریدی کو میک اپ کے بغیر کسی پیشہ ور ٹیکسی ڈرائیور کے روپ میں دیکھا۔

حالات کچھ بھی رہے ہوں لیکن وہ کوئی اہم معاملہ ہی ہوسکتا تھا جس کی بناء پر فریدی نے اپنے طریق کار میں کسی حد تک تبدیلی کی تھی۔

حمید عجیب سی گھٹن میں مبتلا ہوگیا۔ صمدانی کی موجودگی شدت سے کھل رہی تھی۔ پتہ نہیں وہ کون تھا اس کی موجودگی میں فریدی سے گفتگو نہیں کرسکتا تھا۔

دفعتاً اس نے صمدانی سے پوچھتے سنا۔ "دوراں نگر میں کہاں تشریف لے جائیں گے جناب۔"

"قصر دوراں......!"

"اوہو......!"

اس کے بعد اس نے پھر کچھ نہیں پوچھا تھا۔

قصر دوراں ایک قلعہ نما عمارت ثابت ہوئی جس کے عظیم الشان پھاٹک پر دو مسلح سنتری پہرہ دے رہے تھے۔ جیسے ہی ٹیکسی پھاٹک کے قریب پہنچی ایک سنتری رائفل سیدھی کر کے اس کی طرف مڑا۔ ٹیکسی اس سے پہلے ہی رک چکی تھی۔ سنتری قریب آیا۔

"کون......؟" اس نے بھاری آواز میں پوچھا۔

"ہم خان کے مہمان ہیں۔" صمدانی نے جواب دیا۔

"ڈاکٹر......!"

"نہیں مہمان......!"

"ہمیں کسی مہمان سے متعلق اطلاع نہیں دی گئی۔"

"خان علیل ہیں...... ہم اُن کی عیادت کو آئے ہیں۔"

"ذرا ٹھہریئے......!" سنتری نے کہا اور پھاٹک کی طرف مڑ گیا۔ پھر وہ اپنے ساتھی سے کچھ کہتا ہوا اندر چلا گیا تھا۔

صدانی ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ''سمجھ میں نہیں آتا یہ انتظام۔''

''کیسا انتظام......؟'' حمید نے پوچھا۔

''خان ظفریاب کی ڈیوڑھی میں لفظ مہمان خاص اہمیت رکھتا تھا۔ ملازمین بحث کرتے تھے۔ مہمان کو خاموشی سے مہمان خانے تک پہنچا دیا جاتا تھا۔''

''کس صدی کی بات کر رہے ہیں جناب۔'' حمید نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

''پندرہ بیس سال پہلے کی بات ہے جناب۔''

''تب کوئی جوان لڑکی گھر میں نہ رہی ہوگی...... کم از کم فرانس میں تو ایسا نہیں ہوتا۔''

''مجھے تو اب اجازت دیں جناب۔'' فریدی نے صدانی سے کہا۔ ''ٹیکسی اندر جاسکے گی۔ ان کی اپنی گاڑی آپ کو یہاں سے لے جائے گی۔''

''میاں ایسی بھی کیا جلدی۔'' صدانی بولا۔ ''کم از کم اندر سے جواب تو آ جانے دو۔''

''صاحب میں معافی چاہتا ہوں...... کئی بار پہرہ داروں سے تکرار ہو چکی ہے۔''

''اچھی بات ہے بھائی۔'' حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا اور جیب سے پرس نکال کر ریڈنگ کی اور کرایہ فریدی کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

ڈگی سے ان کا سوٹ کیس نکالتے وقت فریدی نے ایک چھوٹا سا پیکٹ حمید کے ہا میں تھما دیا تھا۔ حمید نے چپ چاپ اسے جیب میں ڈال لیا۔

کچھ دیر بعد وہ دونوں اپنے اپنے سوٹ کیس اٹھائے پھاٹک کے سامنے کھڑے تھے ٹیکسی جا چکی تھی۔

''اب مجھے شدت سے بھوک لگ رہی ہے...... جناب صدانی صاحب۔'' حمید بڑبڑا

''میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ یہاں ایسے حالات سے دوچار ہونا پڑے گا پرنس۔''

''کیا حالات دگرگوں ہیں۔''

''خدا جانے...... میری سمجھ میں تو کچھ بھی نہیں آ رہا۔''

دفعتاً وہ سنتری آتا دکھائی دیا جو اندر گیا تھا۔ اس کے ساتھ ایک آدمی اور بھی تھا۔

سنتری پھاٹک پر ہی رک گیا اور دوسرا آدمی جچے تلے قدم اٹھاتا ہوا ان کی طرف بڑ چلا آیا۔

''کہیے جناب۔'' اس نے سوال کیا۔

''ہم خان کی عیادت کو آئے ہیں...... اور ہمیں اقتدار الدولہ بہادر نے بھیجا ہے۔''

''اوہ......!'' وہ آدمی غالباً پس و پیش میں پڑ گیا تھا۔ کسی قدر ہچکچاہٹ کے ساتھ اس نے کہا۔ ''آپ کو تھوڑا انتظار کرنا پڑے گا۔ میں ابھی حاضر ہوا۔''

وہ تیزی سے مڑا اور پھاٹک سے گزر کر نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

''لاحول ولاقوۃ......!'' حمید بھنا کر بولا۔ ''کم از کم فرانس میں تو ایسا نہیں ہوتا؟''

''یہاں بھی نہیں ہوتا تھا جناب۔''

''تو پھر کیا یہ ہمارے قدموں کی برکت ہے۔'' حمید نے طنزیہ ہنسی کے ساتھ کہا۔

''قطعی بے دست و پا ہوں جناب۔''

''بے سروپا باتیں نہ کرو...... یہ بتاؤ کہ میں کون سا دولہ ہوں۔''

''ابھی آپ صرف افتخار الدین ہیں۔ اقتدار الدولہ بہادر کے بعد آپ افتخار الدولہ کہلائیں گے۔''

''مزید لاحول ولاقوۃ۔''

''اب آپ تو جی نہ جلائیے۔''

''خبردار جو ایسی باتیں کیں...... تم ہی تو مجھے یہاں لائے ہو۔''

''جناب جناب...... خدارا مجھے مزید پریشان نہ کیجیے۔''

''لیکن میری بھوک۔''

''کسی بیوہ ماں کی طرح جھنجھلا کر اس وقت یہی کہہ سکتا ہوں کہ مجھے کھا لیجیے۔''

حمید کو ہنسی آ گئی اور صدانی تقدیر کا شکوہ کرنے لگا۔

اتنے میں ایک چھوٹی سی کار اندر سے آتی دکھائی دی۔

وہ ان کے قریب پہنچ کر رک گئی۔ ایک خونخوار شکل کا آدمی اسے ڈرائیو کر رہا تھا۔

''بیٹھ جاؤ۔'' وہ انہیں گھورتا ہوا غرایا۔ وہ خود گاڑی سے نہیں اُترا تھا۔

حمید کو اس کا انداز جارحانہ لگا لیکن وہ پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول چپ چاپ اندر بیٹھ گیا۔

لیکن جب صدانی اگلی سیٹ پر ڈرائیور کے قریب بیٹھنے لگا تو اس نے غرا کر کہا۔ ''تم بھی

پیچھے جاؤ۔''

''میں اس کی جرأت نہیں کرسکتا۔''

''کیوں......؟''

لیکن قبل اس کے کہ صمدانی اس ''کیوں؟'' کا جواب دیتا حمید نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

''تم میرے پاس آجاؤ۔''

''بب......بہت بہتر جناب۔'' صمدانی ہکلاتا ہوا پچھلی سیٹ پر آبیٹھا۔

گاڑی فراٹے بھرتی ہوئی پھاٹک سے گزرتی چلی گئی۔

واقعی حمید کو ایسا معلوم ہوا جیسے کسی قلعے میں داخل ہوا ہو۔

چاروں طرف عمارتوں اور باغات کے سلسلے بکھرے ہوئے تھے۔ گاڑی جس سڑک جارہی تھی بہت سلیقے سے بنائی گئی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے پانی پر تیر رہی ہو۔

جلد ہی اس سفر کا خاتمہ ہوا۔ گاڑی ایک چھوٹی سی خوبصورت عمارت کے سامنے رک گئی تھی۔ ڈرائیور نے عمارت کی جانب ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ''مہمان خانہ۔''

حمید اس انداز گفتگو کا مطلب بخوبی سمجھتا تھا۔ اس نے صمدانی سے اتر چلنے کو کہا۔

''سخت توہین کی جارہی ہے۔'' صمدانی کا لہجہ غصیلا تھا۔

وہ دونوں اپنے اپنے سوٹ کیس سنبھالے ہوئے نیچے اُتر گئے۔

''ٹھہرو......!'' ڈرائیور غرایا ''یہ کارڈ لیتے جاؤ۔''

صمدانی نے مڑ کر کارڈ اس کے ہاتھ سے جھپٹ لیا تھا۔

پھر حمید نے اس سے لے کر دیکھا۔ جلی حروف میں اس پر تحریر تھا۔

''مہمان۔ دعا گوئے، دولت واقبال۔''

''حد ہوگئی۔'' صمدانی پیر پٹخ کر بولا۔

گاڑی تیزی سے آگے بڑھ گئی تھی۔ حمید نے صمدانی کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ ''دماغ ٹھنڈا رکھو۔''

اس کے بعد وہ عمارت کی طرف بڑھے تھے۔ صدر دروازے پر انہیں روک کر کارڈ لیا گیا۔ صمدانی کا چہرہ سرخ ہوگیا تھا اور ہاتھ کانپ رہے تھے۔ کارڈ دیکھنے والے نے انہیں

اندر پہنچایا۔ کمرہ بہت سلیقے سے سجایا گیا تھا۔ یہاں دو بستر تھے۔

''آپ دونوں کو اسی کمرے میں قیام کرنا پڑے گا۔ کیونکہ دوسرے کمرے پہلے سے گھرے ہوئے ہیں۔'' ہمراہی نے ان سے کہا۔

''اندازاً کتنے مہمان ہوں گے۔'' حمید نے سوال کیا۔

''آپ کو اس سے کیا سروکار......!'' اس کا لہجہ اچھا نہیں تھا۔

''آئی ایم سوری۔'' حمید نے معذرت کی۔

''کیا آپ لوگ کھانا کھا چکے ہیں؟''

''نہیں......!''

''اچھا تو پھر دس منٹ بعد آپ کو ڈائننگ روم میں پہنچا دیا جائے گا۔''

''بہت بہتر جناب عالی!'' حمید نے بڑے ادب سے کہا۔

جب وہ آدمی چلا گیا تو صمدانی غصیلے لہجے میں بولا۔ ''آپ کو اپنے رتبے کا خیال رکھنا چاہئے۔''

''پیٹ بھر لینے کے بعد اپنے رتبے کے متعلق سوچوں گا۔'' حمید نے لاپروائی سے کہا اور صمدانی ٹھنڈی سانس لے کر مغموم لہجے میں بولا۔ ''کاش آپ کی تربیت خود اقتدار الدولہ بہادر کے زیر نگرانی ہوئی ہوتی۔''

''بس خاموش رہو......ورنہ سچ مچ تمہیں ہی کھا جاؤں گا۔''

دس منٹ بعد ایک باوردی بیرا انہیں ڈائننگ روم میں لے گیا تھا۔

کھانے کے دوران میں حمید محسوس کرتا رہا کہ صمدانی زبردستی حلق سے نوالے اُتار رہا ہے۔

خود اس نے خوب ڈٹ کر معدے کی تواضع کی اور پائپ میں تمباکو بھرتے ہوئے ویٹر سے سوال کیا۔ ''کیا کھانے کے بعد کافی نہیں پیش کی جاتی۔''

''اگر کوئی مہمان فرمائش کرے تو ضرور پیش کی جاتی ہے جناب۔''

''تم بہت شائستہ آدمی ہو......تم سے مل کر خوشی ہوئی۔''

''خدمت ہی مسلک ہے۔'' ویٹر نے کسی قدر جھک کر کہا۔

''ہم کھانے کے بعد کافی پینے کے عادی ہیں۔''

''ابھی پیش کی جاتی ہے جناب۔'' ویٹر نے کہا اور برتن سمیٹ کر چلا گیا۔

"آپ ان بدبختوں کو منہ نہ لگائیے جناب۔" صمدانی نے بہت بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"ارے اب تم میری فکر نہ کرو۔ میں عوامی زندگی گزارنے کا عادی ہوں۔ میری تربیت جاگیردارانہ ماحول میں نہیں ہوئی۔"

"اب پھر سے آپ کی تربیت کرنی پڑے گی...... ورنہ......!"

"پلیز صمدانی......بس...... مجھے بور نہ کرو۔"

دفعتاً ویٹر نے آکر اطلاع دی کہ تھوڑی دیر بعد کافی بیڈ روم ہی میں سرو کردی جائے گی۔

وہ بیڈ روم میں واپس آگئے اور حمید نے باتھ روم کی راہ لی۔ اب اسے اس پیکٹ کا دھیان آیا تھا جو چلتے وقت فریدی نے صمدانی سے چھپا کر اس کے حوالے کیا تھا۔

باتھ روم میں پہنچ کر اس نے پیکٹ نکالا اور اُسے کھولنے لگا۔

"اوہ......!" اس نے طویل سانس لی۔ یہ ایک چھوٹا سا جیبی ٹرانسمیٹر تھا۔ شکل سگریٹ لائٹر کی سی تھی اس کے ساتھ ہی ایک تحریر بھی تھی۔

"تم جس وقت چاہو اس ٹرانسمیٹر پر مجھ سے رابطہ قائم کرسکتے ہو......اور بہتر یہی ہوگا کہ خود ہی کرید کرید کر اس بوڑھے آدمی سے ان حالات سے متعلق معلومات حاصل کرو جس سے اس وقت دوچار ہو۔"

حمید نے اس پرچے کو نذرِ آتش کردینے کے بعد ٹرانسمیٹر کو جیب میں ڈال لیا اور بیڈ روم میں واپس آگیا۔

صمدانی آنکھیں بند کئے آرام کرسی پر نیم دراز تھا۔ حمید کی آہٹ پر چونک کر سیدھا ہو بیٹھا۔

حمید بستر پر بیٹھتا ہوا بولا۔ "ہم چچا حضور کی خدمت میں کب پیش کئے جائیں گے۔"

"کیا عرض کروں جناب! میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا......ان حالات کا وہم وگمان بھی نہیں تھا۔"

"صاف صاف بتاؤ کیا بات ہے......ابا حضور نے مجھے کچھ بھی نہیں بتایا۔ مجھ سے صرف اتنا کہا گیا تھا کہ فرسٹ کلاس ویٹنگ روم میں ایک آدمی مجھے ملے گا جس کے ساتھ مجھے سفر کرنا ہے۔"

"غالباً اقتدار الدولہ بہادر کو پہلے ہی شبہ تھا کہ کہیں آپ انکار نہ کردیں۔" صمدانی نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "اگر میرا مشورہ شامل حال ہوتا تو آپ کبھی فرانس نہ جاسکتے۔ آپ کی تعلیم وتربیت یہیں ہوتی۔"

"مجھے الجھن میں نہ ڈالو پیارے صمدانی...... بتاؤ کہ کس قسم کے حالات سے میرا سابقہ ہے۔ لاعلمی میں کہیں کوئی ٹھوکر نہ کھاؤں۔"

"مناسب ہے......ضروری بھی ہے کہ آپ کو حالات سے آگاہ کردیا جائے۔"

"اور اب تم اسی طرح آرام سے لیٹ جاؤ جیسے پہلے لیٹے ہوئے تھے۔ حفظ مراتب کا خیال ترک کردو، ورنہ دونوں ہی تکلیف اٹھائیں گے۔"

"بہت بہت شکریہ جناب! بڑھاپا بُری چیز ہے۔" صمدانی نے کہا اور آرام کرسی پر نیم دراز ہوگیا۔

کچھ دیر خاموش رہ کر وہ پھر بولا۔ "اعتماد الدولہ اور خان دوراں جڑواں بھائی تھے۔ دونوں کے درمیان بے انتہا محبت تھی۔ ہر وقت ساتھ رہتے تھے۔ یہ قلعہ ان کی آبائی جائے رہائش تھی۔ اس زمانے میں اعتماد الدولہ صرف اعتماد الدین تھے اور خان دوراں عباد الدین کہلاتے تھے۔ اس وقت ان دونوں کے باپ خان دوراں کہلاتے تھے۔ کیونکہ یہ خاندانی خطاب شیر شاہ سوری کے زمانے سے چلا آرہا تھا۔ دونوں بھائیوں کو شکار کا بے حد شوق تھا۔ خصوصیت سے بھیڑیوں کا شکار ان کی مرغوب ترین تفریح تھی۔ وہ گھوڑوں پر سوار ہوتے اور ان کے پیچھے بے شمار شکاری کتے شور مچاتے ہوئے چلتے۔ میں نے اپنے باپ سے سنا تھا کہ دوسری جاگیروں میں یہ دونوں دو دیوانوں کے نام سے مشہور تھے۔ ٹکر کے لوگ ان کے نام سے کانپتے تھے۔ بہرحال اس چپقلش کی کہانی بھیڑیئے کے شکار ہی سے شروع ہوئی ہے۔ ایک بار یہ دونوں جھنڈ سے بچھڑے ہوئے ایک بھیڑیئے کے تعاقب میں تھے، جو ان کے کئی کتوں کو زخمی کرچکا تھا۔ اعتماد الدولہ کا کہنا تھا کہ اسے کتوں ہی سے زیر کرایا جائے اور خان دوراں کو ضد تھی کہ جیسے ہی وہ نظر پڑا وہ اسے رائفل کا نشانہ بنادیں گے۔ بات اتنی بڑھی کہ دونوں نے ایک دوسرے پر رائفلیں تان لیں کوئی بیچ بچاؤ کرانے والا بھی نہیں تھا۔ اسی دوران میں بھیڑیا بھی جھاڑیوں میں نظر آگیا اور خان دوراں نے اپنی رائفل کا رخ اس کی

طرف کر کے فائر کر دیا۔ گولی نشانے پر بیٹھی تھی۔ اعتماد الدولہ نے خان دوراں پر فائر کر دیا۔ گولی اتفاقاً گھوڑے کے سر پر لگی۔ اس طرح خان دوراں نے اپنا بچاؤ کر لیا۔ دونوں نے جھاڑیوں میں پوزیشن لے لی تھی اور اس وقت تک ایک دوسرے پر فائر کرتے رہے تھے جب تک کارتوس ختم نہیں ہو گئے تھے۔

اس کے بعد شائد دونوں ہی کو ہوش آیا تھا اور وہ دونوں ایک دوسرے سے منہ چھپائے ہوئے جنگلوں میں بھٹکتے پھرے تھے۔ اعتماد الدولہ نے پھر کبھی اس گڑھی کی صورت نہ دیکھی، جو آج قصر دوراں کہلاتی ہے۔ وہ کافی عرصہ تک ادھر اُدھر بھٹکتے رہنے کے بعد ایک بڑی ریاست میں جا پہنچے تھے۔ وہاں انہیں ہاتھوں ہاتھ لیا گیا۔ ایک بڑے عہدے پر فائز ہوئے اور باپ کی زندگی ہی میں خطاب یافتہ ہو گئے۔ اعتماد الدولہ کہلائے۔ یہ اس ریاست کا سب سے بڑا اعزاز تھا اور صرف شاہی خاندان کے افراد ہی تک محدود تھا۔ ان دونوں کے باپ خان دوراں نے اپنی زندگی میں بڑی کوشش کی تھی کہ دونوں بھائی مل جائیں لیکن اعتماد الدولہ نے تو انہیں بھی شکل دکھانے سے انکار کر دیا تھا۔ معذرت طلب کی تھی۔ خان دوراں یعنی ان کے باپ نے ان کی اس خواہش کا احترام کرتے ہوئے اپنے اس مطالبے کو دہرانا چھوڑ دیا تھا۔ لیکن ساتھ ہی یہ شرط لگائی تھی کہ خواہ دونوں بھائی زندگی بھر ایک دوسرے کی شکل نہ دیکھیں لیکن وہ اپنے بچوں کی شادیاں آپس ہی میں کریں گے۔ باہر اسی صورت میں کر سکیں گے جب دونوں بھائیوں کی اولاد میں جوڑ نہ ملے۔ لہٰذا تمہارے والد اقتدار الدولہ کی شادی تمہارے چچا، جو باپ کے مرنے کے بعد خان دوراں کہلائے تھے ان کی بیٹی سے ہوئی۔ تمہارے دادا کے کوئی اولاد نہیں تھی۔ اس لئے خان ظفریاب کی شادی خاندان سے باہر ہوئی تھی۔ اب یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ تم اپنے باپ کی واحد اولاد ہو اور خان ظفریاب کے بھی صرف ایک ہی بیٹی ہے۔"

صمدانی خاموش ہو گیا اور حمید پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔ اتنے میں کسی نے باہر سے دروازے پر دستک دی۔

"آ جاؤ۔" حمید نے بلند آواز میں کہا اور ویٹر دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔

جب وہ کافی کی ٹرے رکھ کر واپس جانے لگا تو حمید نے اسے دس کا ایک نوٹ دیتے

ہوئے کہا۔ "تم بہت باسلیقہ آدمی ہو۔"

"شکریہ جناب۔" اس نے نوٹ وصول کر کے حمید کو تعظیم دی اور باہر چلا گیا۔

"اور اب......!" صمدانی بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "میں اسی لئے تمہیں یہاں لایا ہوں کہ تمہاری شادی ظفریاب کی بیٹی سے ہو سکے۔ مجھے معاف کرنا میں تمہیں تم کہہ کر مخاطب کر رہا ہوں۔"

"کوئی بات نہیں! میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ جاگیردارانہ نظام والی تہذیب کو تہہ کر رکھو، مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں۔"

"ہوں......اوں......لیکن کیا تم اس بدتمیز لڑکی سے نباہ کر سکو گے۔"

"بدتمیزوں کو باتمیز بنانا میری ہوبی ہے۔ ٹھہرو......تمہیں تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں۔ میں خود تمہارے لئے کافی بناؤں گا۔"

"بہت بہت شکریہ......میں بہت تھک گیا ہوں پرنس! اور یہاں کے لوگوں کے اطوار نے میرے اعصاب پر بہت برا اثر ڈالا ہے۔"

"فکر نہ کرو......ہر تکلیف کا ازالہ ہو جائے گا۔" حمید نے کہا اور اٹھ کر کافی بنانے لگا۔

صمدانی نے تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد کہا۔ "کاش میں کسی ذریعہ سے اقتدار الدولہ بہادر کو یہاں کے حالات سے آگاہ کر سکتا! میں نہیں چاہتا کہ مجھ پر کسی قسم کا الزام آئے۔"

"میں کہتا ہوں ہر اندیشے کو اپنے ذہن سے جھٹک دو۔ پورے حالات کا علم ہو جانے کے بعد سب کچھ مجھے کرنا ہے۔"

"تو پھر میں بری الذمہ۔"

"قطعی......!" حمید نے کافی کا کپ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "تم کافی پی کر سونے کی کوشش کرو۔"

اس کے بعد پھر کسی قسم کی گفتگو نہیں ہوئی تھی اور کافی ختم کر کے صمدانی بستر پر جا لیٹا تھا۔ قریباً دس منٹ بعد حمید نے اس کے خراٹے سنے۔

وہ فریدی سے رابطہ قائم کرنے کے لئے بے چین تھا۔ اچھی طرح اطمینان کر لینے کے بعد کہ صمدانی بے خبر سو رہا ہے وہ پھر باتھ روم میں داخل ہوا اور عقبی کھڑکی کھول کر ایسی پوزیشن

میں آ گیا کہ باہر سے دیکھا نہ جا سکے۔ پھر جیب سے ٹرانسمیٹر نکال کر اس کا سوئچ آن کیا اور ہلکی آواز میں فریدی کو پکارنے لگا۔

''ہیلو...... ہارڈ اسٹون...... ہارڈ اسٹون......!''

''اٹ از ہارڈ اسٹون......!''

''میں نے بوڑھے سے ضروری معلومات حاصل کر لی ہیں۔ اس کے بیان کے مطابق ہمارے ساتھ یہاں سرد مہری کا برتاؤ ہوا ہے۔ اس مہمان خانے میں ہمیں جگہ ملی ہے جہاں دولت واقبال کے دعا گو ٹھہرائے جاتے ہیں......اوور......!''

''صبر سے کام لو......تمہارے لئے دلچسپیاں ہوں گی......اوور......''

اس کے بعد حمید نے اسے بتایا کہ کس طرح اتفاقاً لڑکی سے ٹرین ہی میں ملاقات ہو گئی تھی۔

''اچھی علامت ہے......!'' دوسری طرف سے آواز آئی۔ ''ویسے وہ ابھی تک ریلوے اسٹیشن ہی پر ریل کار کی منتظر ہے۔ اگر تم اسی وقت خان تک پہنچنا چاہتے ہو تو باہر نکلو اور مہمان خانے سے بائیں جانب چل پڑو۔ قریباً دو سو قدم کے فاصلے پر داہنی جانب ایک اور راستہ ملے گا جس کا اختتام ایک چھوٹے سے پارک پر ہوا ہے۔ پارک کے پھاٹک پر جو آدمی ملے اس سے اتنا کہہ دینا کہ تم مہمان ہو......وہ تمہارے لئے کوئی تدبیر کر دے گا۔ ذرا ٹھہرو...... ہاں......تم آدھے گھنٹے بعد وہاں سے روانہ ہو سکتے ہو......اوور......!''

''کیا میرا ہونے والا خسر بہت زیادہ بیمار ہے......اوور......!''

''خفقان کا مریض ہے......وہ لوگ اسے باہر نہیں نکلنے دیتے۔ تم اگر کسی طرح اس تک پہنچ سکو تو بہتر ہے......اوور اینڈ آل......!''

دوسری طرف سے آواز آنی بند ہو گئی اور حمید نے طویل سانس لیکر سوئچ آف کر دیا۔

کمرے میں واپس آ کر اس نے لباس تبدیل کیا اور ٹھیک آدھے گھنٹے بعد مہمان خانے سے نکل ہی رہا تھا کہ دربان نے اُسے ٹوکا۔

''پیٹ میں کچھ گرانی سی محسوس کر رہا ہوں اسلئے کچھ دیر ٹہلنے کا ارادہ ہے۔'' حمید بولا۔

''کیا آپ کے پاس رات کو باہر نکلنے کا اجازت نامہ ہے۔''

''ہے تو بھائی......لیکن میرے ساتھی کے پاس ہے اور وہ بے خبر سو رہا ہے۔''

''تب تو مجھے افسوس ہے جناب۔''

''بڑی عجیب بات ہے۔ مہمان پر اس قسم کی پابندی آج تک نہ دیکھی نہ سنی۔''

''آپ براہِ کرم اندر تشریف لے جائیے۔'' دربان نے سخت لہجہ میں کہا۔ صورت سے اچھا آدمی نہیں معلوم ہوتا تھا۔

''اچھا میرے مہربان دوست۔'' حمید نے ٹھنڈی سانس لی اور واپسی کے لئے مڑ گیا۔

کمرے میں پہنچ کر دس منٹ بعد ٹرانسمیٹر پر فریدی سے رابطہ قائم کرنا چاہا لیکن دوسری طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔

آخر تھک ہار کر اس نے لباس تبدیل کیا اور سونے کیلئے لیٹ گیا تھا۔ دن بھر کی تھکن غنودگی کی گود میں جا لیٹی لیکن نیند کے غلبے سے قبل ہی کسی نے باہر سے دروازے پر دستک دی۔

وہ اُٹھ بیٹھا اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دروازے کو گھورتا رہا۔ پھر اونچی آواز میں پوچھا۔

''کون ہے؟''

جواب میں غراہٹ سنائی دی۔ یقیناً وہ کسی خونخوار بھیڑیئے کی غراہٹ تھی۔

باپ اور بیٹا

غراہٹ ہی کے ساتھ لوگوں کی چیخیں بھی سنائی دینے لگیں۔ شور اتنا بڑھا کہ صمدانی کی نیند بھی اُچٹ گئی۔

حمید کو نہایت آرام سے آرام کرسی پر نیم دراز دیکھ کر بولا۔ ''آپ نے شاید یہ بھی معلوم کرنے کی زحمت گوارا نہیں کی کہ معاملہ کیا ہے۔''

''کچھ بھی ہو ہمارے آرام میں خلل پڑا ہے......ہم ان نالائقوں کو ہرگز معاف نہ کر سکیں گے۔''

''میں گذارش کررہا ہوں کہ باہر نکل کر دیکھئے تو کیا معاملہ ہے۔''

''آپ خود ہی تکلیف فرمائیے۔'' حمید نے زہریلے لہجے میں کہا۔

''اللہ میرے بڑھاپے پر رحم کرے۔''

حمید نے سوٹ کیس سے چار سو دس بور کی دو نالی بندوق نکالی اور کارتوسوں کی پیٹی گلے میں ڈال کر دروازے کی طرف بڑھا ہی تھا کہ پھر کسی نے دروازہ پیٹا۔

اب نہ بھیڑیئے کی غراہٹ سنائی دی تھی اور نہ کوئی چیخ۔

''کون ہے؟'' حمید نے دروازے کے قریب پہنچ کر اونچی آواز میں پوچھا۔

''دروازہ کھولئے جناب۔'' باہر سے سہمی ہوئی سی آواز آئی۔ یہ اسی شریف النفس ویٹر کی آواز تھی جسے حمید نے دس روپے ٹپ کیئے تھے۔

اس نے جلدی سے بندوق سلیپنگ پاجامے میں اڑس کر اوپر سے قمیض چھوڑ دی اور کارتوسوں کی پیٹی پلنگ کے نیچے ڈال کر دروازہ کھولا۔

ویٹر بوکھلائے ہوئے انداز میں اندر داخل ہوا اور خود ہی اس طرح دروازہ بند کرنے لگا جیسے ملک الموت تعاقب میں ہو۔ پھر مڑ کر ہکلایا۔ ''آپ......لل......لوگ بخیریت ہیں نا۔''

''بیٹھ جاؤ۔'' حمید نے اس کا بازو پکڑ کر آرام کرسی پر بٹھاتے ہوئے کہا۔ ''تم بہت زیادہ پریشان معلوم ہوتے ہو۔ ذرا دم لے لو۔''

ویٹر بُری طرح ہانپ رہا تھا۔ حمید کھڑا رہا۔ بندوق کی وجہ سے بیٹھ نہیں سکتا تھا۔

''کیا قصہ تھا۔'' صمدانی نے ویٹر کو مخاطب کیا۔

''خاموش رہو......اسے دم لینے دو۔'' حمید ہاتھ اٹھا کر بولا۔

دو تین منٹ تک گہری خاموشی رہی پھر ویٹر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ''اس مہمان خانے پر پہلی بار اس کا حملہ ہوا تھا۔ میرے خدا کتنا بھیانک تھا۔ میں نے زندگی میں پہلی بار بھیڑیا دیکھا۔''

''بھیڑیا......!'' حمید کے لہجے میں حیرت تھی۔

''جناب عالی! کیا آپ نے آواز نہیں سنی تھی۔''

''میں سمجھا تھا شائد کوئی لڑکی ہے۔''

''لڑکی......!'' ویٹر کی خوفزدگی حیرت میں تبدیل ہوگئی۔

''ہاں ہاں......ہماری طرف لڑکیاں اس طرح غراتی ہیں۔''

''آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں جناب۔''

''پہاڑوں کے دیس سے جہاں کی لڑکیاں بھیڑیوں سے بھی زیادہ خطرناک ہوتی ہیں۔''

''وہ بھیڑیا ہی تھا جناب۔ منحوس بھیڑیا۔ جو ایک سو سال سے اس خاندان پر مسلط ہے۔''

''کیا مطلب......؟''

لیکن ویٹر حمید کے سوال کا جواب دینے کی بجائے خود کلامی میں مبتلا نظر آیا۔

''لیکن اس نے مہمان خانے کا رخ کیوں کیا......وہ تو صرف محل سرا میں دیکھا جاتا تھا۔''

''میرے دوست تم مجھے الجھن میں مبتلا کر رہے ہو۔''

''جی......!'' ویٹر چونک پڑا۔

''پردیسیوں سے ادھوری باتیں نہیں کی جاتیں۔''

''صاحب یہ ایک لمبی کہانی ہے۔''

''کچھ بھی ہو میں ضرور سنوں گا۔''

اور پھر ویٹر نے اعتمادالدولہ اور خان دوراں کی کہانی شروع کردی۔

حمید پائپ کے ہلکے ہلکے کش لیتا رہا۔ وہ اب بھی اسی جگہ کھڑا تھا۔

وہ کہانی ختم کر چکا تو صمدانی نے کہا۔ ''میں نے پہلے تو کبھی یہ نہیں سنا کہ قصر دوراں میں کوئی بھیڑیا دکھائی دیا ہو۔''

''پچھلے سال تک یہ بات ڈھکی چھپی رہی تھی جناب! لیکن جب محل کے باہر کا ایک آدمی اس کا شکار ہوا تو سب کو معلوم ہوگیا۔''

''ہوں......تو تمہارا یہ خیال ہے کہ یہ وہی بھیڑیا ہے جسے خان دوراں نے گولی ماری تھی۔'' حمید نے پوچھا۔

''صرف میرا نہیں سب کا یہی خیال ہے جناب......ویسے محل سرا والے اس کی تردید ہی کرتے رہتے ہیں۔''

''خیر ہوگا......یہ بتاؤ یہاں بھیڑیئے نے کسی کو زخمی تو نہیں کیا۔''

''بس باورچی بال بال بچ گیا۔ وہ باورچی خانے کی کھڑکی میں سے اندر داخل ہوا تھا اور ادھر ہی سے بھاگ بھی گیا۔''

''چلو...... میں دیکھوں گا۔''

''نہیں جناب۔ مجھے یہیں رہنے دیجئے جب تک محل سرا سے کوئی یہاں نہ پہنچ جائے۔ فون کیا گیا ہے۔''

''اوہو...... کیا یہاں فون بھی موجود ہے۔''

''اس چھوٹے سے قلعے میں کیا نہیں ہے جناب! خان نے اسے ایک چھوٹا سا شہر بنا دیا ہے۔''

حمید نے پھر کوئی سوال نہ کیا۔ انہیں وہیں چھوڑ کر باتھ روم میں داخل ہوا اور بندوق کاسمیٹکس کی الماری میں چھپا دی۔

رات کے دو بجے تھے۔ اس نے سوچا ضروری نہیں کہ اس وقت بھی ٹرانسمیٹر کے ذریعہ فریدی سے رابطہ قائم کیا جاسکے۔ وہ پھر کمرے میں واپس آ گیا اور اب اس فکر میں تھا کہ ویٹر کی نظر بچا کر کسی طرح کارتوسوں کی پیٹی بھی مسہری کے نیچے سے نکال لے۔

دفعتاً کسی پولیس کار کے سائرن کی آواز سنائی دی۔

''کک...... کیا یہاں پولیس بھی ہے۔'' صمدانی نے ویٹر سے پوچھا۔

''خان کی اسپیشل پولیس جس کے سربراہ ان کے بھتیجے سردار ضیغم ہیں۔''

''خان کے بھتیجے۔'' صمدانی اچھل پڑا۔ ''لل...... لیکن انکے تو کوئی دوسرا بھائی نہیں ہے۔''

''بیوی کے بھتیجے کو آپ کیا کہیں گے۔ جناب سردار ضیغم خود ہی تشریف لائے ہوں گے۔ وہ خود ہی ہر معاملے کو دیکھتے ہیں۔ اب مجھے باہر نکلنا چاہیے۔''

''ضرور...... ضرور......!'' حمید بستر سے اٹھتا ہوا بولا۔ اس نے ویٹر کو باہر نکال کر دروازہ بولٹ کر دیا۔

باتھ روم سے بندوق لا کر کارتوسوں کی پیٹی سمیت سوٹ کیس میں رکھ دی اور ایش ٹرے میں پائپ کی راکھ جھاڑ کر لیٹ گیا۔

''پتہ نہیں ہم کس مصیبت میں پڑ گئے ہیں۔'' صمدانی بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

''لیٹ جاؤ...... لیٹ جاؤ...... دیکھا جائے گا۔'' حمید نے کہا اور کروٹ بدل کر آنکھیں بند کر لیں۔

پھر شاید قریباً دس منٹ بعد کسی نے دروازے پر دستک دی تھی۔

''کون ہے......؟'' حمید جھلا کر چیخا۔

''دروازہ کھولو۔'' گونج دار آواز اور سخت لہجے میں کہا گیا۔

حمید نے اُٹھ کر دروازہ کھولا۔ سامنے ایک قد آور نوجوان کھڑا تھا۔ اس کے جسم پر چیتے کی کھال کے سے کپڑے کی قمیص اور سیاہ پتلون تھی۔ بھاری جبڑے سفاک طبیعت کی غمازی کر رہے تھے۔ آنکھوں میں سرخی کے ساتھ ساتھ وحشت بھی تھی۔

اس کے پیچھے دو مسلح آدمی کھڑے تھے۔

''تم لوگ کہاں سے آئے ہو۔'' اس نے حمید کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

''دارالحکومت سے۔''

''کیوں آئے ہو......؟''

''بتاؤ......!'' حمید نے صمدانی کو للکارا۔

صمدانی لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے آگے آیا اور کانپتی ہوئی آواز میں بولا۔ ''ہمیں اقتدار الدولہ بہادر نے بھیجا ہے۔''

''اوہو...... اچھا......!''

''یہ پرنس افتخار ہیں۔''

''اوہ...... ہیلو......!'' اس نے آگے بڑھ کر بڑی گرم جوشی سے حمید سے مصافحہ کیا۔

یقیناً وہ خاصا طاقتور آدمی تھا۔ حمید نے محسوس کیا۔

''لیکن...... آپ لوگ یہاں کیسے...... کیا آپ نے افسر مہانداری کو نہیں بتایا تھا کہ آپ کون ہیں؟''

''یہ تو نہیں بتایا تھا۔ بس اتنا کہا تھا کہ ہمیں اقتدار الدولہ بہادر نے خان کی عیادت کو بھیجا ہے۔''

''تب تو اس بیچارے کا کوئی قصور نہیں...... اب آپ دونوں حضرات براہِ کرم میرے

ساتھ چلئے۔ مجھے بے حد افسوس ہے کہ آپ کے شایان شان استقبال نہ ہوسکا۔''

''کوئی بات نہیں......کوئی بات نہیں۔'' حمید نے کہا اب وہ خالص فرانسیسی انداز اردو بول رہا تھا۔

دونوں مسلح آدمیوں نے ان کا سامان اٹھایا اور وہاں سے چل پڑے۔

''چچا حضور کی اب کیسی طبیعت ہے۔'' حمید نے سردار ضیغم سے پوچھا۔

''اس وقت ایک ڈاکٹر دارالحکومت سے آیا ہے۔ صبح ہی معلوم ہوسکے گا کہ اب طبیعت ہے۔ وہ ڈاکٹر کے علاوہ اور کسی کو اپنے کمرے میں داخل نہیں ہونے دیتے۔ بھال کے لئے تین نرسیں ہیں اور دو فیملی ڈاکٹر۔''

''مرض کیا ہے جناب۔'' صمدانی نے پوچھا۔

''ابھی تک مرض کی تشخیص نہیں ہوسکی۔''

وہ کار میں بیٹھ گئے جسے ضیغم ہی ڈرائیو کر رہا تھا۔ دونوں مسلح آدمی وہیں رہ گئے۔

حمید ضیغم کے برابر اگلی سیٹ پر بیٹھا تھا۔

''آخر یہ کیسا ہنگامہ تھا موسیو زیگم......!'' اس نے کچھ دیر بعد سوال کیا۔

''کہیں سے ایک بھیڑیا آگیا ہے۔''

''بھیڑیا کیا......؟''

''وولف......وولف......میں نہیں جانتا کہ اسے فرانسیسی میں کیا کہتے ہیں۔''

''وولف میں سمجھتا ہوں......بائی گاد......میں اس کا شکار کروں گا۔''

''اوہو......شکاری بھی ہیں آپ۔''

''ہاں......مجھ کو شکار کا شوک ہے۔''

''آپ اردو قریب قریب خاصی بول سکتے ہیں۔''

''ہاں......میری گورنس کا میاں لکھنوی تھا۔''

''بہت خوب......!''

گاڑی اب ایک بڑی عمارت کے سامنے رکی تھی۔

''یہ خصوصی مہمان خانہ ہے......معززین کے لئے۔'' سردار ضیغم نے کہا۔

''بہت بہت شکریہ جناب عالی!'' صمدانی گڑگڑایا۔ ''مجھے جناب والا کی خوش اخلاقی نے بے حد متاثر کیا ہے۔''

''میں اس نمک خوار کا بیٹا ہوں جو اقتدار الدولہ بہادر کو خان دوراں کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے لایا۔''

''اوہ......اچھا اچھا......!'' سردار ضیغم نے پُرمعنی انداز میں اپنے سر کو جنبش دی۔

''مگر یہ بھیڑیا جناب عالی!''

''آپ لوگ فی الحال اندر چلئے۔ یہ ہمارا دردسر ہے۔ آپ لوگ فکر نہ کریں۔ عنقریب اسے ختم کردیا جائے گا۔''

''مجھے نہ بھولئے گا موسیو۔ اس کے شکار پر مجھے بھی ساتھ لے چلئے گا۔''

''ضرور......ضرور......!'' لہجہ طنزیہ تھا۔

وہ اندر آئے اور اس بار وہیں کے دربان نے ان کے سوٹ کیس اٹھائے تھے۔

''کیا یہاں اور بھی مہمان ہیں۔'' حمید نے سردار ضیغم سے پوچھا۔

''نہیں......!''

''تب تو ہم وہیں بہتر تھے۔ یہاں تنہائی میں......!''

''آپ کی تنہائی رفع کردی جائے گی۔'' خان ضیغم نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''اب مجھے اجازت دیجئے۔ صبح ملاقات ہوگی۔''

سردار ضیغم کے چلے جانے کے بعد صمدانی نے کہا۔ ''یہ جگہ معقول معلوم ہوتی ہے۔ لیکن جناب عالی......مجھ پر ایک کرم فرمائیں۔''

''کیا کہنا چاہتے ہو۔''

''ہم دونوں ایک ہی کمرے میں سوئیں گے۔''

''کیوں......؟''

''ایسے حالات میں آپ کو تنہا نہیں چھوڑ سکتا۔''

''کیا مطلب......؟''

''آخر بھیڑیا ہی کیوں؟ شیر، چیتا، یا ریچھ کیوں نہیں۔ ان اطراف کے جنگلوں میں ان

کی بھی کمی نہیں۔''

حمید نے اس پر مزید بات نہیں بڑھائی تھی اور وہ ایک ہی کمرے میں سوئے تھے۔

دوسری صبح بھاری بھرکم ناشتے سے سابقہ پڑا۔ یہاں کے ملازمین ان کے آگے پیچھے رہے تھے۔

قریباً دس بجے سردار ضیغم پھر دکھائی دیا۔ پرتپاک انداز میں حمید سے ملا اور بولا۔ ''عج[یب] بات ہے کہ پھوپھی حضور اور بے بی خان آپ لوگوں سے ملنے پر رضامند نہیں۔''

''خدارا آپ اپنا تعارف بھی تو کرائیے۔'' صدانی نے کہا۔

''میں خان ظفریاب کا بھتیجا سردار ضیغم ہوں۔''

''مطلب یہ کہ چچی حضور کے بھتیجے۔'' حمید نے پوچھا۔

''جی ہاں......!''

''میں چچا حضور سے ملنے آیا ہوں۔''

''ان پر تین بجے شب سے غشی طاری ہے۔''

''ہوش میں آنے کا انتظار کیا جائے گا۔'' حمید نے لاپروائی سے کہا۔

''یہاں مہمانوں سے یہ نہیں کہا جاتا کہ وہ اب تشریف لے جائیں۔ جب تک آ[پ] لوگوں کا دل چاہے قیام کیجئے۔''

''اوہ......اچھا......!'' حمید نے پُرتفکر لہجے میں کہا۔ کچھ دیر خاموش رہا پھر بولا۔ ''[یہ] بے بی کان کون ہیں۔''

اس پر ضیغم نے قہقہہ لگایا اور حمید کو آنکھ مار کر صدانی کے ساتھ بھی یہی برتاؤ کیا۔

''ہم نہیں سمجھے جناب عالی!''

''جن کے لئے آپ چچا حضور کی خدمت میں پیش ہونے آئے ہیں۔ ان کا نام درا[...] ہے لیکن محل میں بے بی خان کہلاتی ہیں۔''

''اور وہ مجھ سے نہیں ملیں گی۔'' حمید نے بے بسی کا مظاہرہ کرتے ہوئے پوچھا۔

''ان کا خیال تو یہی ہے۔''

''آپ اس سلسلے میں کوئی مدد نہیں کرسکتے۔''

''بھلا میں ان لوگوں کو کس طرح آمادہ کرسکوں گا۔''

''کوئی بات نہیں......کوئی بات نہیں......لیکن وہ بھیڑیئے کا شکار۔''

''اس میں آپ ضرور شریک ہوں گے۔''

''بس کافی ہے۔''

''اچھی بات ہے۔ اب مجھے اجازت دیجئے۔ کچھ دیر بعد آپ کی تنہائی رفع ہوجائے گی۔ کسی اور چیز کی ضرورت ہو تو وہ بھی بتا دیجئے۔''

''نہیں کچھ نہیں......شکریہ۔''

وہ چلا گیا اور صدانی بے حال ہوکر آرام کرسی پر گر گیا۔

''تمہیں کیا تکلیف ہے بھائی......شادی میرا مسئلہ ہے تمہارا نہیں۔'' حمید نے اس کے شانے پر تھپکی دے کر کہا۔

''اس سے بڑی توہین اور کوئی ہو ہی نہیں سکتی کہ بہو بیگم آپ سے ملنے سے انکار کردیں۔''

''یہ بہو بیگم کیا چیز ہے۔''

''آپ کی چچی حضور......!''

''میں چچا حضور سے ملنے آیا ہوں۔''

''یہ لوگ ہرگز نہیں ملنے دیں گے...... میں سمجھ گیا۔ صاحبزادی کو ماں کی حمایت حاصل ہے۔ پرنس یہ بہت بُرا ہوا۔ بہت بُرا۔''

''فرانس میں میری تین چار محبوبائیں ہیں......تم بالکل فکر نہ کرو۔''

''آپ نہیں سمجھ سکتے ان معاملات کو۔''

''میں صرف ایک ہی معاملہ سمجھتا ہوں۔ شادی کے سلسلے میں بس خاموشی...... میں کچھ دیر تنہا رہنا چاہتا ہوں۔ کسی دوسرے کمرے میں چلے جاؤ۔''

صدانی کو کمرے سے نکال کر اس نے دروازہ بند کیا اور عقبی باغ کی طرف کھلنے والی کھڑکی کے قریب پہنچ کر جیب سے ٹرانسمیٹر نکالا۔ فریدی سے فوری طور پر رابطہ قائم ہوا تھا۔

حمید نے اسے پچھلی رات سے لے کر اب تک کی داستان سنائی اور بولا۔ ''اس بار تو بالکل ہی اندھے کنوئیں میں دھکیل دیا ہے......اوور......!''

"کب تک میری انگلی پکڑ کر چلتے رہو گے...... خیر اب یہ معلوم کرو کہ اس عمارت
باہر نکلنے کی اجازت ہے یا نہیں۔ اس کے بعد پھر مجھے کال کرنا۔ پھر کوئی مشورہ دے سکوں
اوور اینڈ آل......!"

حمید نے پھر ٹرانسمیٹر کا سوئچ آف کر کے اسے جیب میں ڈال لیا۔ لباس تبدیل کر
باہر نکلا ہی تھا کہ سامنے سے ایک لڑکی آتی دکھائی دی۔ جس نے آدھی آستین کی سفید قمیض
اور براؤن رنگ کی جین پہن رکھی تھی۔ بڑی اسمارٹ اور دلکش تھی۔

"پرنس افتخار پلیز......!" اس نے قریب پہنچ کر کہا۔

"ہاں...... ہاں......!"

"کیا آپ باہر جا رہے ہیں۔"

"ارادہ تو یہی ہے۔"

"مجھے سردار ضیغم نے بھیجا ہے تاکہ آپ تنہائی محسوس نہ کر سکیں۔"

"اپنے ملک میں یہ پہلا اچھا آدمی ملا ہے۔" حمید مسکرایا۔

"چلئے! میں آپ کو قلعہ کی سیر کراؤں گی۔"

"ابھی آپ بیٹھئے...... میں باتھ روم تک جانا چاہتا ہوں۔"

حمید نے کہا اور اس کے ساتھ سٹنگ روم تک آیا اور پھر اپنے بیڈ روم میں واپس آ
دوبارہ فریدی سے رابطہ قائم کیا۔ نئی سچویشن کا ذکر کرتے ہوئے مشورہ مانگا۔

"مزے کرو...... ہر جگہ تمہاری نامعقول طبیعت کے بہلنے کا سامان ہو جاتا ہے۔
سیر کرو قلعے کی۔ اوور اینڈ آل......!"

"بہت اچھا سرکار۔" حمید نے بڑبڑاتے ہوئے ٹرانسمیٹر جیب میں ڈالا اور سٹنگ
میں واپس آ گیا۔ لڑکی چھوٹا سا آئینہ ہاتھ میں لئے اپنا میک اپ درست کر رہی تھی۔ حمید
کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔

"آپ کا لہجہ بہت پیارا ہے۔" وہ آئینے کو وینٹی بیگ میں ڈالتی ہوئی بولی۔

"شکریہ......!"

"میں نے سنا ہے کہ آپ کی پرورش فرانس میں ہوئی ہے۔"

"ہاں ماموزئیل......!"

"اللہ...... کتنا پیارا......!"

حمید مسکراتا رہا۔ وہ باہر نکلے۔ روش پر سرخ رنگ کی اسپورٹ کار نظر آئی۔

"آپ ڈرائیو کریں گے۔" لڑکی نے ہنس کر پوچھا۔

"ماموزئیل کی مرضی۔"

"میرا نام رخشی ہے۔"

"رکشی...... بہت پیارا نام ہے۔"

"ہائے رکشی کہہ کر تو آپ نے اسے اور بھی پیارا کر دیا۔"

حمید نے اگنیشن کی اس سے لے کر انجن اسٹارٹ کیا۔ وہ اس کے قریب بیٹھی پکے آم
کی طرح مہک رہی تھی۔ حمید نے ذہن میں یہی تشبیہہ آئی۔ ورنہ اس نے تو ایوڈی کولون
ں خود کو بسا رکھا تھا۔

جیسے ہی کار پھاٹک سے نکلنے لگی ایک دوسری لمبی سی کار نے اس کا راستہ روک لیا جس
پر ایک جغادری قسم کا بوڑھا بیٹھا ہوا تھا۔

اس نے حمید کو گاڑی روکنے کا اشارہ کیا۔ خود اس کی گاڑی بھی رک گئی تھی۔ ڈرائیور نے
اتر کر پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ وہ بڑے ٹھسے سے نیچے اُترا تھا۔ عمر ساٹھ کے قریب رہی
ہوگی۔ لیکن قویٰ مضبوط تھے اور چھوٹی چھوٹی آنکھوں میں عجیب سی مکارانہ چمک تھی۔

اسپورٹ کار کے قریب پہنچ کر اس نے غرائی ہوئی سی آواز میں پوچھا۔ "تم اقتدار کے
بیٹے ہو۔"

"ہاں میں اقتدار الدولہ کا بیٹا ہوں اور ان کے بعد افتخار الدولہ کہلاؤں گا۔"

"تم خصوصی اجازت نامے کے بغیر مہمان خانے سے باہر نہیں نکل سکتے۔ واپس جاؤ۔"

لڑکی آہستہ سے بولی۔ "واپس چلئے پرنس...... یہ سردار ضیغم کے باپ سردار قاہر ہیں۔
خدارا...... واپس چلئے...... واپس چلئے۔"

حمید نے ٹھنڈی سانس لے کر گاڑی کو ریورس گیئر میں ڈال دیا۔

چور

عمارت کے اندر پہنچ کر لڑکی نے کہا۔ ''مجھے بے حد افسوس ہے پرنس۔''

''افسوس تو مجھے بھی ہے لیکن......!''

''لیکن کیا......؟''

''مجھے بالکل افسوس نہ ہونا چاہئے۔ تم اتنی کوبصورت ہو کہ میں تمہاری آنکھوں ساری دنیا دیکھ سکتا ہوں۔''

''ہائے اللہ کوبصورت...... ہائے پرنس...... کتنا پیارا لفظ۔''

''یہ بوڑھا ناراض کیوں ہو رہا تھا۔''

''مجھے خود بھی حیرت ہے...... آپ کے ساتھ یہ سلوک میری سمجھ میں بھی نہیں آیا۔''

''بہت کوفناک تھا۔''

''ہاں پرنس...... وہ بہت خوفناک ہے۔ بیچارے خان تو ہمیشہ بیمار رہتے ہیں۔ اس کی حکومت ہے۔ سردار ضیغم جو اس کا بیٹا ہے اسے بالکل پسند نہیں کرتا۔''

''تو یہ بے بی کان کاموں ہے۔''

''ہاں...... پرنس......!''

''اچھا...... اچھا...... ذرا میں باتھ روم تک جاؤں گا۔''

''کتنی بار جاؤ گے باتھ روم میں۔''

''نروس ہوتا ہوں تو بار بار ضرورت پیش آتی ہے۔''

''تم نروس کیوں ہو پرنس......!''

''اتنی کوبصورت لڑکی سامنے ہو تو نروس ہونا ہی پڑے گا۔''

اسے ڈرائینگ روم میں چھوڑ کر وہ پھر سونے کے کمرے میں آیا اور ٹرانسمیٹر پر فر سے رابطہ قائم کر کے موجودہ سچویشن بتائی۔

''لڑکی رات کو وہاں نہ رہنے پائے...... اوور......!'' فریدی کی آواز آئی۔

''اگر وہ اس پر اڑ گئی تو۔''

''احمق...... کیا تم سے اتنا بھی نہیں ہو سکے گا کہ اسے کسی طرح ٹال دو۔''

''آپ مجھے احمق ہی رہنے دیجئے۔''

''حمید سنجیدہ ہو جاؤ...... یہ ضروری ہے۔''

''بہت بہتر جناب۔'' حمید نے ٹھنڈی سانس لی۔

''اوور...... اینڈ آل......!''

ڈرائینگ روم سے واپس آ کر اس نے دیکھا کہ سردار قاہر جس نے اسے باہر جانے سے روکا تھا لڑکی پر برس رہا ہے۔

''تجھے جرأت کیسے ہوئی یہاں قدم رکھنے کی...... کتیا کہیں کی۔''

''مم...... مجھے سردار ضیغم نے بھیجا تھا۔'' لڑکی نے جواب دیا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے اپنا منہ چھپائے بُری طرح کانپ رہی تھی۔

''شریف آدمی۔'' حمید بے حد نرم لہجے میں بولا۔ ''اس پھول کو شبنم چاہئے۔ آگ برسانے والا سورج نہیں۔''

''تم خاموش رہو۔'' سردار قاہر اس پر الٹ پڑا۔

''کسی سہمی ہوئی لڑکی کو دیکھ کر میں کاموش نہیں رہ سکتا۔ میں ایک اداس تنہا آدمی ہوں۔ اس لڑکی کو یہیں میرے پاس رہنے دو۔''

''میں کہتا ہوں خاموش رہو۔'' سردار قاہر پیر پٹخ کر بولا۔

اتنے میں صمدانی دکھائی دیا۔ وہ دروازے میں کھڑا سردار قاہر کو گھورے جا رہا تھا۔

''اوہ تم......!'' سردار قاہر بیساختہ چونک کر بولا۔

''مجھے خوشی ہے کہ تم نے مجھے پہچان لیا۔ سردار قاہر...... لیکن اسے برداشت نہیں کر سکتا کہ تم پرنس کی شان میں گستاخیاں کرو۔ یہ لڑکی یہیں رہے گی۔''

''تم شاید نشے میں ہو۔'' سردار قاہر کا لہجہ طنزیہ تھا۔

''نہیں میں ہوش میں ہوں اور اب دیکھوں گا کہ تمہاری جھولی میں کتنے شعبدے ہیں۔''

''تمہاری موت تمہیں یہاں لائی ہے۔''

"تم بھول رہے ہو......اس بھیڑیئے کی موت مجھے یہاں لائی ہے۔"

"بھیڑیا......کس بھیڑیئے کی بات کر رہے ہو۔"

"وہی جو دونوں بھائیوں کے درمیان افتراق کا باعث بنا تھا۔"

"گھاس کھا گئے ہو تم......بکواس بند کرو اور خود کو زیر حراست سمجھو۔"

"ضرور سمجھوں گا اگر تم میرے ہاتھوں سے بچ گئے۔" صمدانی نے کہا اور دفعتاً جیب
اعشاریہ دو پانچ کا پستول نکال لیا جس کا رخ سردار قاہر کی طرف تھا۔

حمید اپنا سر سہلاتا ہوا لڑکی سے بولا۔ "تم ادھر آ جاؤ...... میرے پاس...... یہ دونوں
آگ کی زبان میں گفتگو کرنے والے ہیں۔"

"ہاں لڑکی......تم ادھر آ جاؤ...... پرنس کے پاس۔" صمدانی غرایا۔ اس کی پوری شخصیت
بدل کر رہ گئی تھی۔ خوش اخلاقی کا پیکر شعلہ جوالا بن گیا تھا۔

لڑکی دوڑتی ہوئی حمید کے پاس آ پہنچی اور وہ اس کا شانہ تھپکتا ہوا بولا۔ "یہ دونوں
نہیں کس بات پر ڈوئل لڑ رہے ہیں۔"

"مجھے کہیں اور لے چلو پرنس......لڑائی جھگڑا نہیں دیکھ سکتی۔"

"مفت بھی نہیں۔" حمید نے حیرت سے پوچھا۔

حمید سردار قاہر کی طرف دیکھے جا رہا تھا جس کے چہرے پر کچھ دیر قبل پائی جانے
درندگی اس طرح غائب ہوئی تھی جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔

اس کی آنکھوں میں حیرت تھی اور کسی قدر بے اطمینانی کی جھلکیاں بھی پائی جاتی تھیں

"ہم پورے آٹھ سال بعد ملے ہیں سردار قاہر۔" صمدانی اس کی آنکھوں میں دیکھ
مسکرایا اور حمید سے بولا۔ "پرنس آپ اس کو میرے پستول سے کور کیے رکھیے......میں ابھی آیا

حمید نے بڑی مستعدی دکھائی......سردار قاہر کے دل کا نشانہ لے کر کھڑا ہو گیا۔ لڑ
اب اس سے دور کھسک گئی تھی۔

صمدانی کے چلے جانے کے بعد سردار قاہر نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "تمہاری
شادی بے بی خان سے ہو سکتی ہے......اگر میں چاہوں۔"

"کوفناک آدمی......میں تمہاری باتوں میں نہیں آؤں گا۔ میرا نشانہ بہت اچھا ہے۔"

"پستول جیب میں رکھ لو بیٹے......میں بے بی خان کا ماموں ہوں۔"

"ماموں کیا ہوتا ہے۔"

"اس کی ماں کا بھائی۔"

"بوڑھا آدمی میرا گارجیئن بن کر آیا ہے......میں اس کا کہنا مانوں گا۔"

"بڑے نقصان میں رہو گے۔"

"اب تم کاموش کھڑے رہو۔"

"اتنے میں صمدانی واپس آ گیا۔ اسکے دونوں ہاتھ پشت پر تھے۔ چند لمحے دروازے
میں کھڑا سردار قاہر کو گھورتا رہا پھر لڑکی سے بولا۔ "تمہاری گاڑی باہر موجود ہے۔ فوراً یہاں
سے چلی جاؤ۔"

"ٹھہرو......نہیں......!" سردار قاہر نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"جاؤ......!" صمدانی اتنے زور سے دہاڑا کہ دیواریں تک جھنجھنا اٹھیں۔

لڑکی دوڑتی ہوئی چلی گئی۔

"اور اب پرنس آپ اسے کور کیے رکھیے......میں اس کے بازو میں ایک انجکشن دوں
گا......اور وہ انجکشن ہی اسے انسانیت کے جامے میں لائے گا۔ ہم جیسے مہمانوں کی یہاں
بڑی توہین ہوئی ہے۔"

"ٹھیک ہے......تم انجکشن لگاؤ......اگر یہ اپنی جگہ سے ہلا بھی تو فائر کر دوں گا۔"

"بالکل......بالکل......!"

"بے بی کان کا ماموں......!" حمید نے کہہ کر طنزیہ قہقہہ لگایا۔

سردار قاہر دم سادھے کھڑا تھا لیکن انجکشن لگتے ہی اس کے حلق سے گھٹی گھٹی کراہ نکلی اور
وہ چکرا کر گر پڑا۔

"سان فرانسسکو......!" حمید نے متحیر رہ جانے کی ایکٹنگ کی اور صمدانی نے قہقہہ لگایا۔

"میں آپ کا خادم ہوں پرنس۔" وہ اس کی طرف بڑھتا ہوا بولا اور قریب پہنچ کر اس
کے ہاتھ سے پستول لینا چاہا۔

"پہلے تم یہ سرنج......ادھر میز پر رکھ دو......!" حمید نے سر ہلا کر کہا۔

وہ پھر ہنس پڑا اور بولا۔ ''میں آپ کا خادم ہوں ...... جو کچھ میں نے کیا ہے اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا...... ہوش میں آنے کے بعد یہ ہمیں اپنے سر پر بٹھائے گا۔''

''تم بہت گہرے نکلے مسٹر صمدانی۔''

''میرے باپ کو آپ کے دادا حضور کا باڈی گارڈ ہونے کا شرف بھی حاصل تھا۔''

''بہت کوب......!''

''بہت خوب کہئے...... میرے سامنے بننے کی کوشش نہیں۔ آپ نے اچانک فرانسیسی انداز میں اردو بولنی شروع کردی ہے۔''

''صرف اس لڑکی کے لئے موسیو...... وہ جسے تم نے بھگا دیا ہے۔ اس لہجے پر نگوڑ ماریاں جان دیتی ہیں۔''

''اوہو...... آپ نگوڑ ماریاں بھی بول سکتے ہیں۔''

''میری اتالیق سسرالاً لکھنوی تھی۔''

''سسرالاً......!'' صمدانی اسے گھورتا ہوا بولا۔ پھر اس نے کہا۔ ''براہِ کرم آپ لڑکیوں کو دیکھ کر ریشہ خطمی نہ ہوجایا کیجئے...... یہاں اب بھی سسرال والے اسے پسند نہیں کرتے۔''

''مجھے لفظ سسرال ہی پسند نہیں۔ عجیب سی بدبو محسوس کرتا ہوں نام سن کر۔''

''خدارا خاموش رہئے...... دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔'' اس نے چاروں طرف دیکھ کر کہا اور اچانک پستول حمید کے ہاتھ سے جھپٹ کر کہا۔ ''آپ کے ہاتھ میں گلدستہ زیادہ حسین لگے گا، جو آپ اپنی بیوی کو پیش کریں گے۔''

حمید نے ذرہ برابر بھی اظہار نہ ہونے دیا کہ اس طرح پستول چھین لینے کا اس پر کیا اثر ہوا ہے۔

''وہ کوفناک ہے۔''

''کون......؟''

''بے بی کان......!''

صمدانی ہنس کر رہ گیا۔ اس کی تو شخصیت ہی حیرت انگیز طور پر بدل گئی تھی۔

اچانک سردار قاہر کے جسم میں جنبش ہوئی اور صمدانی اس کے قریب پہنچ گیا۔

وہ جھکا ہوا بغور اس کے چہرے کا جائزہ لے رہا تھا۔ کچھ دیر بعد سردار قاہر کراہ کر اٹھ بیٹھا۔ چند لمحے آنکھیں ملتا رہا۔ پھر جیسے ہی صمدانی پر نظر پڑی ''ارے صمدانی بھائی'' کہتا ہوا کھڑا ہوگیا۔

''آپ کب آئے۔''

''تمہاری طبیعت اب کیسی ہے۔'' صمدانی نے اسکا بازو پکڑتے ہوئے نرم لہجے میں پوچھا۔

''لل...... لیکن...... مم...... میں یہاں کہاں؟'' وہ چاروں طرف دیکھتا ہوا ہکلایا۔

''بھئی...... میں نے تمہیں اپنی آمد کی اطلاع دی تھی۔ تم آئے اور اس کمرے میں قدم رکھتے ہی بیہوش ہوگئے۔''

''مجھے کچھ یاد نہیں صمدانی بھائی۔'' سردار قاہر نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

''کب سے بیمار ہو۔''

''میں نہیں جانتا صمدانی بھائی۔''

''بیٹھ جاؤ'' صمدانی اس کا بازو پکڑے ہوئے صوفے کی طرف لے جاتا ہوا بولا۔

''میں ایک خاص مشن پر آیا ہوں۔''

''مجھے ضرور بتاؤ۔ صمدانی بھائی......!'' سردار قاہر نے کہا اور صوفے پر بیٹھ کر ہانپنے لگا۔

''یہ شہزادہ افتخار ہیں۔ اقتدار الدولہ بہادر کے بیٹے'' صمدانی نے حمید کیطرف اشارہ کیا۔

''زہے عزوشرف۔'' سردار قاہر اٹھ کر کسی قدر جھکتا ہوا بولا اور پھر بیٹھ گیا۔

''جس طرح میرے باپ اقتدار الدولہ کو یہاں لائے تھے اسی طرح میں شہزادہ افتخار کو لایا ہوں۔''

''تو پھر محل میں تشریف لے چلئے آپ لوگ...... یہاں کیوں مقیم ہیں۔''

''تمہارے بیٹے ضیغم نے ہماری یہ توقیر کی ہے۔''

''میں اسے گولی مار دوں گا صمدانی بھائی...... آپ دونوں چلئے میرے ساتھ۔''

''پرنس......!'' صمدانی حمید کی طرف مڑ کر بولا۔

''میں پہلے باتھ روم جاؤں گا۔''

''ضرور...... ضرور......!''

حمید انہیں وہیں چھوڑ کر پھر اپنی خواب گاہ میں آیا اور دروازہ بولٹ کر کے ٹرانسمیٹر نکالا۔

فریدی سے رابطہ قائم ہونے میں دیر نہ لگی۔ نئے حالات سے آگاہ ہونے کے بعد فریدی نے کہا۔ ''بہت اچھی خبر ہے۔''

''خدارا......!'' حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ''اب تو مجھے اصل حالات سے آگاہ کر دیجئے۔ کہیں بے خبری میں کوئی غلطی نہ کر بیٹھوں اوور۔''

''پرواہ مت کرو......اوور اینڈ آل......!''

فریدی کی آواز پھر نہ سنائی دی۔ حمید اسے پکارتا ہی رہ گیا۔

وہ پھر ڈرائینگ روم میں واپس آیا۔ یہاں وہ دونوں آمنے سامنے بیٹھے ایک دوسرے کو ایسی پرشوق اور محبت آمیز نظروں سے دیکھے جا رہے تھے کہ حمید کو چکر آ گیا۔

حمید کی آہٹ پر چونکے اور سنبھل کر بیٹھ گئے۔

''آپ بھی تشریف رکھئے پرنس......!'' صمدانی بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

دفعتاً سردار قاہر اٹھتا ہوا بولا۔ ''اچھا صمدانی بھائی......اب اجازت دو۔ محل جا کر آپ لوگوں کے شایان شان استقبال کا انتظام کروں گا۔''

''بہت اچھا قاہر بھائی۔'' صمدانی نے اٹھ کر اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

حمید کی طرف دیکھ کر سردار قاہر احتراماً جھکا اور تیزی سے باہر نکل گیا۔

صمدانی نے اپنی گھڑی دیکھی اور مسکرا کر بولا۔ ''آٹھ گھنٹے تک یہ مجھے اسی طرح صمدانی بھائی کہتا رہے گا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ساتواں گھنٹہ گزرتے ہی اسے دوسرا انجکشن دیا جائے۔''

''صمدانی چچا میں انجکشن کے بغیر ہی کہنے پر تیار ہوں۔'' حمید نے بوکھلاہٹ کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔

''میں آپ کا غلام ہوں پرنس! آپ ہی کے لئے یہ سب کچھ کیا ہے۔ آپ کی توہین ہوئی تھی اس لئے غصہ آ گیا۔''

پھر دس منٹ بھی نہیں گزرے تھے کہ سردار ضیغم دکھائی دیا اور اس کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا تھا۔ اس کے ساتھ دو مسلح سپاہی بھی تھے جن کے ہاتھوں میں ریوالور نظر آئے۔

''میرے باپ سردار قاہر کہاں ہیں۔'' وہ پیر پٹخ کر دہاڑا۔

''قاہر بھائی ابھی تشریف لے گئے ہیں۔'' صمدانی نے نرم لہجے میں کہا۔

''تم نے ان پر ریوالور تانا تھا۔''

''یہ کیا بکواس ہے لڑکے میں تمہارے باپ کا دوست ہوں۔ میرا احترام کرو وہ مجھے صمدانی بھائی کہہ کر مخاطب کرتا ہے۔''

''ہاں یہ ٹھیک ہے موسیو زیگم......میں نے بھی سنا تھا۔'' حمید بولا۔

''تم خاموش رہو۔'' ضیغم کا لہجہ اہانت آمیز تھا۔

''موسیو زیگم مجھے بھی جلد حرارہ آ جاتا ہے۔''

''بکواس بند کرو۔ لڑکی نے مجھے سب کچھ بتا دیا ہے۔''

''وہ مجھے چھوڑ کر چلی گئی موسیو زیگم......!'' حمید نے مغموم لہجے میں کہا۔

''تمہارے فادر کہہ گئے ہیں وہ ہمیں جلد ہی محل میں لے چلیں گے۔ دیکھوں بے بی کان کیسی ہے۔''

''شٹ اپ......اس کا نام نہ لینا......ورنہ سر توڑ دوں گا۔''

''کیا تم اس سے محبت کرتے ہو۔''

''لڑکے......!'' دفعتاً صمدانی غرایا۔ ''میں پرنس کی شان میں گستاخی نہیں برداشت کر سکتا۔ اب تمہاری زبان سے کوئی ناروا جملہ ادا ہوا تو میرا تھپڑ تمہارے منہ پر پڑے گا۔''

ضیغم غراتا ہوا صمدانی کی طرف بڑھا ہی تھا کہ حمید بیچ میں آ گیا۔ ضیغم نے اسے دھکا دینا چاہا لیکن حمید نے جوڈو کے ایک داؤ کے ذریعہ اس کو منہ کے بل گر جانے پر مجبور کر دیا۔

اس کے دونوں محافظ خبردار خبردار کہتے ہوئے آگے بڑھے اتنے میں ضیغم بھی دوبارہ اٹھ کر حمید پر جھپٹا۔ حمید اگر ایک طرف ہٹ نہ جاتا تو اس بار اسے خاصی چوٹ کھانی پڑتی۔ ضیغم فولاد کی طرح ٹھوس تھا۔

باڈی گارڈز نے فائرنگ شروع کر دینے کی دھمکی دی تھی کہ صمدانی نے قہقہہ لگا کر کہا۔

''سردار قاہر کا بیٹا اتنا بے بس ہے کہ دو بندوقچی ساتھ لئے پھرتا ہے۔''

''نکل جاؤ......چلے جاؤ۔'' ضیغم باڈی گارڈز کی طرف ہاتھ اٹھا کر دہاڑا۔

وہ جہاں تھے وہیں تھم گئے اور کھڑے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکاتے رہے۔

"باہر جاؤ۔" وہ پھر گرجا۔ انہوں نے اس بار مشینی انداز میں تعمیل حکم کی تھی۔

ضیغم پھر حمید کی طرف جھپٹا۔ لیکن اس بار صمدانی نے جیب سے دوبارہ پستول نکالتے ہوئے سرد لہجے میں کہا۔ "ٹھہر جاؤ۔"

"یہ بدعہدی......!" ضیغم رک کر ہانپتا ہوا بولا۔ "اب تم نے پستول نکالا ہے، بزدل بوڑھے۔"

"لیکن میری نیت میں فتور نہیں ہے۔ میں تمہیں آگاہ کرنا چاہتا ہوں کہ ابھی ابھی مجھے علم ہوا ہے کہ پرنس جوڈو کے ماہر ہیں۔ تم ان سے پار نہ پاسکو گے۔ دماغ ٹھنڈا رکھو...... دیوانگی اچھی چیز نہیں ہے۔"

قبل اس کے کہ ضیغم کچھ کہتا سردار قاہر کمرے میں داخل ہوا اور انہیں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا۔

پھر ضیغم سے بولا۔ "یہاں سے چلے جاؤ بدتمیز...... کیا تم صمدانی بھائی سے جھگڑا کررہے ہو۔ یقیناً تم نے گستاخی کی ہوگی۔ ورنہ ہرگز پستول نہ نکالتے۔ تمہیں بھتیجا سمجھ کر شفقت سے پیش آتے۔"

حمید نے ضیغم کے چہرے پر حیرت کے آثار دیکھے اور صمدانی نے مسکرا کر پستول پھر جیب میں ڈال لیا۔ اب ضیغم اپنے باپ کو گھورتا ہوا واپس جارہا تھا۔

"صمدانی بھائی اسے معاف کردیجیے۔" سردار قاہر گڑگڑایا۔

آدھے گھنٹے بعد وہ محل کے ایک خوبصورت حصے میں فروکش تھے اور سردار قاہر بڑی لجاجت سے کہہ رہا تھا۔ "صمدانی بھائی...... بیگم ظفریاب یعنی میری چھوٹی بہن ...... یعنی بے بی خان کی والدہ...... ہرچند کہ اس رشتہ پر متفق نہیں لیکن میں انہیں راضی کرلوں گا۔"

"دونوں خاندانوں کی بہتری اسی میں ہے۔"

شام تک حمید بور ہوتا رہا۔ اپنے کمرے سے نکلا تو سردار قاہر کو پھر بے ہوش دیکھا۔ وہ ایک آرام کرسی پر پڑا ہوا تھا اور صمدانی اس کے قریب ہی اخبار بینی میں مصروف تھا۔ اس کی پشت حمید کی طرف تھی۔ حمید خاموش کھڑا رہا۔ صمدانی کو اس کی آہٹ نہیں مل سکی تھی۔ کیونکہ چاروں طرف یہاں فرش پر موٹے موٹے قالین پڑے ہوئے تھے۔

حمید دبے پاؤں چلتا ہوا ایک بہت بڑے آرائشی گلدان کے پیچھے جا چھپا۔ پوزیشن ایسی

تھی کہ اگر وہ دونوں اٹھ کر کمرے میں ٹہلنا بھی شروع کردیتے تو انہیں حمید نہ دکھائی دیتا۔

کچھ دیر بعد اس نے سردار قاہر کی بھرائی ہوئی سی آواز سنی۔ "صمدانی، صمدانی بھائی...... مم...... مجھے کیا ہوگیا ہے۔ میں بار بار اس طرح سونے کیوں لگا ہوں۔"

"موسم کا اثر ہے...... فکر نہ کرو۔"

"تت...... تمہیں یہاں کوئی تکلیف تو نہیں ہے...... صمدانی بھائی۔"

"بالکل نہیں۔"

"پرنس کہاں ہیں۔"

"اپنے کمرے میں...... وہ بیکاری میں زیادہ تر سوتے رہتے ہیں۔ خیر اب تم اصل معاملے کی طرف آجاؤ۔"

"شش شادی...... ضرور ہوگی صمدانی بھائی۔"

"وہ تو ہوگی ہی...... میں تم سے اس آدھے سرخ ٹکڑے کی بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"خخ...... خطرہ ہے صمدانی بھائی۔"

"فضول باتیں نہیں...... آدھا ٹکڑا مجھے ہر حال میں چاہئے۔"

"وہ تو نہیں ہے میرے پاس......!" قاہر کی آواز آئی۔

"وہ تو ہر حال میں مجھے چاہئے...... ورنہ بڑا خون خرابہ ہوگا۔"

"تت تلاش کرنا پڑے گا...... صمدانی بھائی۔"

"ضرور تلاش کرو...... دس بجے رات تک مجھے مل جائے۔"

"لل لیکن صمدانی بھائی...... اگر وہ مل بھی گیا تو۔"

"تمہیں اس سے کوئی سروکار نہ ہونا چاہئے۔ تمہارا ہر حال میں خیال رکھا جائے گا۔"

"میں کہہ رہا تھا صمدانی بھائی کہ وہ پرانی باؤلی کا قصہ ہے اور اب وہاں قدم رکھنا مشکل ہے۔"

"کیوں؟"

"بھیڑیا...... بھیڑیا...... باؤلی ہی سے نمودار ہوتا ہے۔"

"بکواس ہے؟"

"یقین کرو صمدانی بھائی۔ وہ اسی بھیڑیئے کی روح ہے جو خان دوراں کے ہاتھوں مارا

گیا تھا۔''

''میں کہتا ہوں بکواس مت کرو۔''

''تمہاری مرضی! میں تلاش کرنے جا رہا ہوں لیکن اگر وہ ٹکرا نہ ملا تو۔''

''تمہارے پرخچے اڑ جائیں گے۔''

''بات دراصل یہ ہے صمدانی بھائی کہ وہ ضیغم کے پاس ہے۔ ضیغم بڑا گستاخ لڑکا ہے اور مجھے بھی خاطر میں نہیں لاتا۔''

''میں کچھ نہیں جانتا...... لیکن دیکھو ضیغم کو اس کا علم نہ ہونے پائے کہ میں نے اس کا مطالبہ کیا ہے۔''

''ارے چور'' دفعتاً حمید نے اپنی پشت پر کسی لڑکی کی چیخ سنی اور اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

''اوہو...... بے بی کان...... ویل کم...... ویل کم......!'' وہ سیدھا کھڑا ہو کر کھسیانی ہنسی کے ساتھ بولا۔

قاہر اور صمدانی اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ دردانہ نے انہیں مخاطب کر کے کہا۔ ''یہ شہزادے صاحب ادھر چھپے ہوئے آپ لوگوں کی گفتگو سن رہے تھے۔''

''میں ہر وکت اردو سیکھنے کی کوشش کرتا رہتا ہوں...... میں نے سوچا شائد یہ لوگ گفتگو میں نئے نئے محاورے استعمال کریں۔ اس لئے مجھے فائدہ اٹھانا چاہئے۔'' حمید نے کہا اور ڈھٹائی سے ہنسنے لگا۔

بھیڑیئے کا حملہ

حمید ہنسے جا رہا تھا اور وہ سب دم بخود کھڑے تھے۔ دردانہ کی نظر اپنے ماموں سردار قاہر کی طرف تھی اور وہ کسی قدر متحیر بھی دکھائی دیتی تھی۔

دفعتاً سردار قاہر نے حمید سے کہا۔ ''پرنس! ایسی بات تھی تو آپ کو ہمارے پاس بیٹھنا تھا۔''

''اوہو...... تم سمجھتے نہیں سردار قاہر...... پرنس دوسروں کو متحیر کر دینے میں بے حد لذت محسوس کرتے ہیں۔ اسے ان کی ہابی سمجھ لو۔''

''اچھا یہ بات ہے صمدانی بھائی۔'' سردار قاہر ہنسنے لگا اور حمید نے محسوس کیا جیسے دردانہ اسے پاگل سمجھ رہی ہو۔

اچانک دردانہ بولی۔ ''مجھے حیرت ہے ماموں حضور۔''

''کس بات پر حیرت ہے بیٹی۔''

''مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے آپ کی پوری شخصیت بدل کر رہ گئی ہو۔''

''ایسی تو کوئی بات نہیں بیٹی! میں اور صمدانی بھائی بچپن سے ایک دوسرے سے واقف ہیں۔''

''تو کیا یہ واقعی پرنس افتخار ہیں۔''

''ہاں بیٹی...... بھلا اس میں شبہ کی گنجائش کہاں۔''

پھر وہ مزید کچھ کہے سنے بغیر واپس مڑ گئی۔ حمید اس موقع کو ضائع نہیں کر سکتا تھا۔ بڑی مشکل سے تو دوبارہ سامنا ہوا تھا۔ وہ اس کے پیچھے چل رہا پڑا اور لان پر پہنچ کر ہی دردانہ کو معلوم ہو سکا کہ کوئی اس کے پیچھے آ رہا ہے۔

وہ رک کر مڑی اور پُر تنفر لہجے میں بولی۔ ''تم کوئی بھی ہو۔ مجھے تم سے قطعاً دلچسپی نہیں۔''

''کم از کم فرانس میں تو ایسا نہیں ہوتا۔ لڑکیاں اتنی بے مروتی سے پیش نہیں آتیں۔''

''تو پھر یہاں مرنے کیوں آئے ہو...... فرانس ہی واپس جاؤ۔''

''مرنا تو یہیں ہے...... لڑکیاں لفٹ دیں یا نہ دیں۔''

''میرے پیچھے مت آؤ۔''

''کم از کم چچی حضور سے تو مل ہی لوں۔''

''وہ نہیں ملنا چاہتیں۔''

''چچا حضور کی کیسی طبیعت ہے۔''

''پہلے سے بہتر ہے۔ لیکن کوئی ان سے مل نہیں سکتا۔''

''اچھا تو میری تصویر ہی ان تک پہنچا دو۔''

''کیوں......؟''

''انہیں اطمینان ہو جائے کہ میں بھی بہت خوبصورت ہوں۔''

''تم.....!'' وہ تحقیر آمیز انداز میں ہنس پڑی۔

''نہیں ہوں.....؟''

''گھسیارے معلوم ہوتے ہو۔''

''یہ کیا ہوتا ہے..... میں گھسیارے کے معنی نہیں جانتا۔''

''اپنی کسی مقامی گرل فرینڈ سے پوچھ لینا۔''

''بے بی کان! میں نے سادھوؤں کی سی زندگی گزاری ہے۔ میری کوئی گرل فرینڈ نہیں۔''

''حالانکہ تم صورت سے ہی بدمعاش لگتے ہو۔''

''تمہارے ہی پردادا میرے بھی تھے۔''

''شٹ اپ.....!''

حمید کچھ کہنے ہی والا تھا کہ ضیغم آتا دکھائی دیا۔ دردانہ مڑ کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔ اس کے ہونٹوں پر شرارت آمیز مسکراہٹ تھی۔

ضیغم حمید کو گھورتا چلا آ رہا تھا۔ قریب پہنچ کر دہاڑا۔ ''یہاں قیام کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ تم جہاں چاہو آزادی سے گھومتے پھرو۔''

''میرے چچا حضور کا محل ہے۔'' حمید نے سرد لہجے میں کہا۔

''چلے جاؤ'' وہ اس کے اقامتی حصہ کی طرف ہاتھ اٹھا کر دہاڑا۔

''موسیو زیگم..... بدتمیزی نہیں۔''

بس اتنا ہی کافی تھا۔ ضیغم دوپہر کی ہزیمت کا بدلہ لینے کے لئے حمید پر جھپٹ پڑا۔ حمید پہلے ہی سے اس کے لئے تیار تھا۔ کنائی کاٹ کر اس کا وار خالی دیا اور پھر جو ایک داؤ جوڈو کا لگایا ہے تو ضیغم اچھل کر دور جا گرا۔ بھاری بھرکم آدمی تھا اس لئے پھرتی سے اٹھ نہ سکا اور حمید دردانہ کی طرف مڑ کر بولا۔ ''یہ بہت بیوکوف آدمی ہے۔ اسے یہاں سے لے جاؤ۔ ورنہ میرے ہاتھوں سے مارا جائے گا۔''

''میں تجھے پیس کر رکھ دوں گا۔'' ضیغم اٹھتا ہوا چیخا۔

سچ مچ اس بار جھپٹنے کا ایسا ہی انداز تھا جیسے مرنے مارنے کی ٹھان لی ہو۔

حمید پھرتی سے جھکا اور اسے اپنی پشت پر اٹھا کر پھر دور پھینک دیا۔

دردانہ کھڑی حیرت سے پلکیں جھپکا رہی تھی۔ سورج ابھی ابھی غروب ہوا تھا۔ دھندلکا پھیلنے لگا تھا۔ لیکن ابھی اتنی روشنی تھی کہ وہ دور سے بھی پہچانے جا سکتے۔

اس بار ضیغم اٹھا تو خالی ہاتھ نہیں تھا اس نے ریوالور نکال لیا تھا۔ ہانپتا ہوا بولا۔ ''اب تم زمین پر ناک رگڑو..... ورنہ گولی مار دوں گا۔''

''ضیغم بھائی..... یہ بزدلی ہے۔'' دفعتاً دردانہ بولی۔

''تم چپ رہو..... اندر جاؤ۔''

اتنے میں برآمدے میں صمدانی کی للکار سنائی دی۔ ''دیکھو قاہر تمہارے لڑکے نے پرنس پر ریوالور تان رکھا ہے۔ یہ اتنا جھگڑالو کیوں ہے؟''

اس کے بعد وہ دونوں جھپٹتے ہوئے لان پر پہنچے تھے۔ ''ضیغم..... تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا۔ ریوالور ہولسٹر میں رکھ لو۔'' قاہر نے کہا۔

''آپ اندر جائیے..... میں یہاں کے نظم ونسق کا ذمہ دار ہوں۔'' ضیغم کا جواب تھا۔

''ضض..... ضیغم بیٹے.....!'' قاہر نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔ ''مم..... مجھ سے ایسے لہجے میں گفتگو۔''

''تھپڑ رسید کیجئے ماموں جان..... یہ خود کو سمجھتے کیا ہیں۔'' دردانہ بپھر گئی۔

''شٹ اپ!'' ضیغم دہاڑا۔ ''تم سب اندر جاؤ..... ورنہ اپنی بے عزتی کے خود ذمہ دار ہو گے۔ چلو جاؤ۔''

اس نے بڑے ڈراؤنے انداز میں اپنے ریوالور والے ہاتھ کو جنبش دی تھی۔

''چلو..... چلو.....!'' صمدانی نے مغموم لہجے میں کہا۔ ''اس وقت اسی کا کہنا کر دو۔ اس کی ذہنی حالت ٹھیک نہیں معلوم ہوتی۔''

''تم سے تو میں ابھی نپٹتا ہوں۔'' ضیغم نے صمدانی کو دھمکی دی۔

''بزرگوں کے منہ نہیں آیا کرتے بیٹے! معلوم نہیں تمہاری تربیت کیسے ہوئی ہے۔''

''چچ چلو..... صمدانی بھائی۔'' قاہر نے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا۔ ''مجھے اس سے خوف محسوس ہو رہا ہے۔''

وہ سب ضیغم کو وہیں چھوڑ کر اندر آ گئے تھے۔

دردانہ قاہر کو گھورے جا رہی تھی اور قاہر دونوں ہاتھوں سے سر تھامے بیٹھا فرش کو تک رہا تھا۔

''شائد میں خواب دیکھ رہی ہوں۔'' دردانہ بڑبڑائی۔

''جاگتے میں......!'' حمید نے پوچھا۔

''نہیں میں سچ کہہ رہی ہوں۔ مجھے ایسا لگتا ہے جیسے زمین اپنے محور سے ہٹ گئی ہو۔ یہ ماموں جان ہیں۔ انہیں کیا ہو گیا ہے۔ یہ تو اس وقت ضیغم بھائی کی کھال اتار دیتے۔''

''اللہ جب چاہتا ہے ہدایت دے دیتا ہے۔'' صمدانی نے کہا۔

''ناممکن...... مجھے یقین نہیں آتا۔'' دردانہ اسے گھورتی ہوئی بولی۔ چند لمحے کچھ سوچتی رہی پھر ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ''تم بھی بالکل بدلے ہوئے نظر آتے ہو۔ جب میں نے تمہیں ٹرین میں دیکھا تو تم کچھ اور تھے۔''

قبل اس کے کہ صمدانی کچھ کہتا حمید باتھ روم کے بہانے وہاں سے نکل کھڑا ہوا۔ اسے پھر فریدی سے رابطہ قائم کرنا تھا۔ حالات گنجلک ہو گئے تھے۔ صمدانی حد درجہ پُراسرار ثابت ہوا۔ اس کی شخصیت ہی بدل کر رہ گئی تھی۔

حمید نے فریدی کو تازہ ترین حالات سے آگاہ کرتے ہوئے پوچھا کہ اب اسے کیا کرنا چاہئے۔

''دونوں پر کڑی نظر رکھو......!'' فریدی نے جواب دیا۔ ''یہ بھی معلوم کرنے کی کوشش کرو کہ ان دونوں کے درمیان اس گفتگو کا مقصد کیا تھا۔ تم یہ سوال براہِ راست صمدانی سے بھی کر سکتے ہو...... اوور......!''

''آخر یہ بھیڑیا کیا بلا ہے۔'' حمید نے پوچھا۔

''بے صبری اچھی چیز نہیں۔ جلد معلوم ہو جائے گا اوور اینڈ آل......!''

گفتگو ختم کر کے حمید پھر ڈرائنگ روم میں واپس آیا۔ صمدانی تنہا تھا۔ حمید کو دیکھ کر کھڑا ہو گیا اور مسکرا کر بولا۔ ''پرنس چھپ کر ہماری گفتگو سننے کی ضرورت نہیں تھی۔ مجھے آپ کے ساتھ بھیجنے میں اقتدار الدولہ بہادر کی کچھ مصلحت اور بھی تھی۔''

''اگر کچھ حرج نہ ہو تو میں بھی ان کے بارے میں جاننا چاہوں گا۔'' حمید نے کسی گھنے

بچے کی طرح منہ پھلا لیا۔ صمدانی کچھ کہنے ہی والا تھا کہ دردانہ خان کمرے میں داخل ہوئی اس کے چہرے پر پریشانی کے آثار تھے۔

''آپ لوگ یہاں سے فوراً چلے جائیے۔'' وہ ہانپتی ہوئی بولی۔

صمدانی اسے دیکھتے ہی کھڑا ہو گیا۔ لیکن حمید نہیں اٹھا تھا۔ اس نے سرد لہجے میں سوال کیا۔ ''کیوں......؟''

''ضیغم بھائی بے حد خطرناک آدمی ہیں۔ انہوں نے ماموں حضور کو ایک کمرے میں بند کر دیا ہے اور آپ لوگوں کی فکر میں ہیں۔''

''آخر کیوں......؟'' صمدانی بولا۔

''میں نہیں جانتی۔''

''مجھے چچی حضور کے پاس لے چلو......!'' حمید نے اس سے کہا۔

''یہ بھی ناممکن ہے۔''

''تو پھر میں یہیں مر جاؤں گا...... اقتدار الدولہ کا بیٹا اتنا بزدل نہیں ہو سکتا کہ میدان چھوڑ کر بھاگ جائے۔''

''اچھا تو پھر میرے ساتھ چلو۔''

''یہ ہو سکتا ہے۔'' حمید نے صمدانی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''آپ جائیے پرنس...... میں یہیں رہوں گا اور اپنے دوست قاہر کو اس ظالم کے پنجے سے رہائی دلاؤں گا۔''

''اچھا...... اچھا......!'' حمید سر ہلا کر بولا اور دردانہ کے ساتھ جانے کیلئے تیار ہو گیا۔

کچھ دیر بعد اس تبدیلی کی اطلاع بھی فریدی کو دینی پڑی تھی۔ دردانہ نے اسے عمارت کے ایک دور افتادہ حصے میں چھوڑا تھا اور کچھ دیر کے لئے غائب ہو گئی تھی۔ واپس آئی تو پہلے سے بھی زیادہ پریشان تھی۔

''مجھے تو اس ضیغم سے نفرت ہو گئی ہے۔ تم واقعی بہت بہادر ہو۔ میں تمہاری عزت کرتی ہوں۔'' اس نے کہا۔

''دل دکھانے کی باتیں نہ کرو۔ میں تو بہت بُرا ہوں۔''

"ضیغم کی طرح بزدل تو نہیں ہو...... اس نے صمدانی صاحب کو مار ڈالنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن وہ کسی طرف نکل گئے۔"

"اوہو...... اچھا......!" حمید بوکھلا کر کھڑا ہو گیا۔

"وہ ان سے کسی چیز کا مطالبہ بھی کر رہا تھا......؟"

"کس چیز کا......؟"

"یہ تو میں نہیں جانتی...... میں نے دونوں کی گفتگو سنی ضرور تھی لیکن دونوں ہی مبہم انداز میں گفتگو کر رہے تھے۔ مثلاً ضیغم نے صمدانی صاحب سے کہا تھا۔ "میں نے ابا جان سے سب کچھ معلوم کر لیا ہے۔ تم زندہ بچ کر نہیں جا سکو گے۔ لاؤ آدھا ٹکڑا میرے حوالے کر دو۔"

"اوہو...... پھر کیا ہوا۔"

"ایسا پھرتیلا بوڑھا آج تک میری نظروں سے نہیں گزرا...... اس نے کھڑکی سے باہر چھلانگ لگائی اور غائب ہو گیا۔ ضیغم کے آدمی اسے چاروں طرف ڈھونڈتے پھر رہے ہیں۔"

"یہ تو بہت بُرا ہوا۔ میں تنہا رہ گیا۔"

"تم میرے چچا کے بیٹے ہو...... تمہیں ایسا نہیں سوچنا چاہئے۔"

"ارے...... تم بھی تو بھیڑیئے کی طرح گراتی ہو۔"

دردانہ ہنس پڑی پھر بولی۔ "وہ تو مذاق تھا۔ لیکن مجھے اس غراہٹ کے لئے بڑی پریکٹس کرنی پڑی تھی۔"

"ایسا کیوں کرتی ہو۔"

"مجبوراً مجھے صبح دیر تک سونے کی عادت ہے۔ امی حضور اس کی مخالف ہیں۔ میری خادمہ کو حکم ہے کہ سورج طلوع ہونے سے پہلے مجھے اٹھا دیا کرے۔ اب عالم یہ ہے کہ جہاں اس نے مجھے جگانے کی کوشش کی میں نے غرانا شروع کر دیا۔ بھاگ کھڑی ہوتی ہے اور امی حضور سے کہہ دیتی ہے کہ وہ ان کا حکم بجالائی ہے۔"

"بہت چالاک ہو۔" حمید اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

"اور میری خادمہ یہ سمجھتی ہے کہ اس غراہٹ کا تعلق پرانی باؤلی والے بھیڑیئے سے ہے۔"

"یہ باؤلی والا بھیڑیا کیا مصیبت ہے۔"

"لوگوں کا خیال ہے کہ یہ اسی بھیڑیئے کا بھوت ہے جو دادا حضور کی رائفل کا نشانہ بنا تھا اور تمہارے دادا خواہ مخواہ بور ہو گئے تھے۔ سچ کہتی ہوں مجھے اس کہانی پر بہت ہنسی آتی ہے۔"

"ہنسی کیوں آتی ہے؟"

"آخر یہ لوگ اتنے احمق کیوں ہوا کرتے ہیں۔ اتنی ذرا سی بات پر اس حد تک ناچاقی۔"

"نہیں انہیں کچھ نہ کہو...... وہ بہت پیارے اور سچے لوگ تھے۔ کھل کر نفرت کرتے تھے اور پاگلوں کی طرح ایک دوسرے کو چاہتے تھے۔ اب تو کچھ بھی نہیں رہا...... نہ نفرت نہ محبت...... لوگ مصلحتاً ایک دوسرے کو برداشت کرتے ہیں اور زندگی بھر اداکاری کرتے رہتے ہیں۔"

"تم بہت گہری باتیں بھی کر سکتے ہو......!" وہ دلآویز مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں صمدانی کے لئے کیا کروں۔" حمید نے گفتگو کا موضوع بدلنے کی کوشش کی۔

"اگر ان کے مقدر میں موت لکھی ہے تو ضیغم کے ہاتھ سے ضرور مارے جائیں گے۔ مجھے حقیقتاً اپنے ماموں اور ضیغم سے بے اندازہ نفرت ہے۔ لیکن امی حضور کی وجہ سے برداشت کرنا پڑتا ہے۔"

"تمہیں ان دونوں سے نفرت کیوں ہے۔"

"میں نہیں جانتی۔"

"اچھا...... بھیڑیئے کے بارے میں بتاؤ اور یہ پرانی باؤلی کیا چیز ہوتی ہے۔"

"ہاں یہ بات ہوئی۔" وہ اس کے چہرے کے قریب انگلی نچا کر ہنسی اور پھر بولی۔

"یہاں دھری رہ گئی اردو کی ساری قابلیت اب بلاؤ۔ اپنی اتالیق کے لکھنوی میاں کو۔"

"تم ہی بتا دو...... اے میری بنت عم......!"

"پرانے زمانے میں بڑے بڑے کنوئیں بنوائے جاتے جن کے اندر چاروں طرف پانی سے کچھ اوپر کمرے اور دالانیں تعمیر کی جاتیں تھیں جن میں گرمیوں کی دوپہریں گذاری جاتی تھیں۔"

"اوہو...... تو یہاں کوئی ایسی چیز موجود ہے۔"

"ہاں...... آں...... وہی پرانی باؤلی کہلاتی ہے۔ لیکن عرصہ دراز سے اسے استعمال

نہیں کیا گیا۔ پہلے ہی سے آسیب زدہ تھی۔ اب وہاں کسی بھیڑیئے کا بھوت بھی آ بسا ہے۔“

”وہ کب سے آیا ہے۔“

”غالباً پچ تین سال سے۔“

”کیا محل والوں پر بھی اس نے کبھی حملہ کیا ہے۔“

”نہیں تو......!“

”پھر وہ اس بھیڑیئے کا بھوت کیسے ہوسکتا ہے۔“

”میں نہیں جانتی۔ قلعے کے عوام یہی کہتے ہیں کہ وہ بھوت ہے اور محل والے اس کی تردید کرتے پھرتے ہیں تاکہ لوگوں کا خوف دور ہوسکے۔ ہمارے سپاہیوں نے کئی بار اس کا تعاقب کر کے اس پر گولیاں بھی چلائی ہیں لیکن وہ اب بھی زندہ ہے۔“

”میں اس کو ماروں گا۔“

”اپنے چار سو دس کے کھلونے سے۔“

”اس کی ہنسی نہ اڑاؤ وہ بہت خوفناک چیز ہے۔“

”اچھا اب میں جارہی ہوں...... یہاں سے نکلنا نہیں۔ ورنہ تم خود ہی کسی حادثے کے ذمہ دار ہوگے۔“

”نہیں نکلوں گا۔“

وہ چلی گئی اور حمید نے پھر ٹرانسمیٹر نکالا۔ لیکن اس بار فریدی سے رابطہ قائم نہ ہوسکا۔

آدھے گھنٹے تک تھوڑے تھوڑے وقفے سے وہ اسے کال کرتا رہا لیکن ناکامی ہی ہوئی۔

اس کے بعد دردانہ پھر آگئی اور اسے یہ سلسلہ ختم کرنا پڑا۔ وہ اس کے لئے ایک بڑے سے ناشتہ دان میں کھانا لائی تھی۔

”صمدانی کا پتہ چلا۔“ حمید نے اس سے پوچھا۔

”ضیغم بھی غائب ہوگیا ہے۔ تم جلدی سے کھانا کھالو...... پھر میں تمہیں یہاں سے لے چلوں گی۔“

”اوہو...... اب میں چوروں کی طرح زندگی بسر کروں گا۔“

”جو میں کہوں کرتے رہو...... ورنہ اچھا نہ ہوگا۔“

”اچھا...... اچھا...... کیا تم نہیں کھاؤ گی میرے ساتھ۔“

”چلو...... میں بھی کھالوں گی۔ جلدی کرو۔“

کھانے کے دوران میں خاموشی رہی۔ اس کے بعد حمید نے تمباکو نوشی کے لئے پائپ نکالا ہی تھا کہ وہ بول پڑی۔ ”نہیں...... یہاں نہیں۔“

”تمہاری مرضی۔“ حمید نے پائپ کو جیب میں ڈالتے ہوئے کہا۔

وہ دونوں عقبی دروازے سے باہر نکلے۔ باہر گہرا اندھیرا تھا۔ اس حصے میں کہیں بھی روشنی دکھائی نہ دیتی تھی۔

حمید نے اپنی چھوٹی سی دونالی بندوق کوٹ کی داہنی آستین میں چھپا رکھی تھی۔

وہ عمارات کے سلسلے سے دور ہوتے گئے۔ اچانک انہوں نے کسی مرد کے رونے کی آواز سنی جو ان کے چلنے ہی کی سمت سے آرہی تھی۔ دونوں رک گئے۔ آواز قریب ہوتی جارہی تھی۔

”میرے مہمان...... میرے مہمان...... ہائے میرے مہمان...... خداوندا میں کیا کروں۔ ہائے روسیاہ ہوگیا۔“ اور پھر دہاڑیں مار مار کر رونا شروع کردیا گیا۔

”یہ...... یہ ضیغم بھائی کی آواز ہے۔“ دردانہ آہستہ سے بولی۔

”ہمیں پھانسنے کے لئے جال پھیلایا ہے اس نے۔“

”خدا جانے......!“ دردانہ کا لہجہ پُرتشویش تھا۔

وہ ایک درخت کے موٹے سے تنے کی اوٹ میں ہوگئے اور ضیغم دہاڑیں مار مار کر روتا ہوا ان کے قریب ہی سے گزر گیا۔

حمید سوچ رہا تھا کہ کہیں صمدانی کا داؤ نہ چل گیا ہو۔ لگا دیا ہو اس کے بھی انجکشن...... آدمی تھا یا بھوت...... لیکن اب وہ خود کہاں ہوگا۔ باپ بیٹے دونوں ہی قابو میں آگئے لیکن وہ ایسا کیوں کررہا ہے۔ کیا چکر ہے...... باؤلی اور ریشم کے ٹکڑوں کا کیا قصہ ہے۔“

ضیغم کی آواز دور ہوتی جارہی تھی۔ دفعتاً اس نے دردانہ سے کہا۔ ”ہم کب تک یہاں کھڑے رہیں گے۔“

”کک...... کیا تم نہیں سن رہے۔“

"وہ بہت دور نکل چکا ہے۔"

"غغ...... غراہٹ کی آواز۔"

حمید نے ضیغم کی آواز کی طرف سے توجہ ہٹائی ہی تھی کہ غراہٹ بھی سن لی۔ یہ غراہٹ بھی قریب کی نہیں تھی۔ سمت کا اندازہ بھی نہ ہو سکا۔

"بہتر ہوگا کہ اب ہم یہیں ٹھہر کر اس کا بھی انتظار کریں۔" حمید نے کہا۔

"مم...... مجھے خوف معلوم ہو رہا ہے۔"

"بالکل نہ ڈرو...... چار سو دس بور کا کھلونا میرے پاس موجود ہے۔"

غراہٹ قریب ہوتی جا رہی تھی اور اب حمید سمت کا تعین بھی کر سکتا تھا۔ آواز سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ تیزی سے دوڑتا ہوا انہیں کی سمت آ رہا ہے۔

حمید نے پھرتی سے بندوق نکالی اور آواز کی سمت فائر کر دیا۔ غراہٹ کا سلسلہ یکلخت ٹوٹ گیا۔ ایسا لگا جیسے فائر کی آواز نے بھیڑیئے کے قدم روک دیئے ہیں۔ لیکن حمید کی چھٹی حس پوری طرح بیدار ہو گئی تھی۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اب وہ بے آواز آئے گا۔

اس نے اسی سمت دوسرا فائر بھی کر دیا۔ اس بار بھیڑیئے کی آواز غراہٹ سے مختلف تھی اور یہ مسلسل آواز تیزی سے دور ہوتی چلی گئی۔

"اس بار زخمی ہو کر بھاگا ہے۔" حمید بڑبڑایا۔

"مجھے تو نہیں دکھائی دیا تھا تم نے کیسے دیکھ لیا۔"

"میں آواز پر نشانہ لگاتا ہوں۔"

اچانک دوڑتے ہوئے قدموں کی آہٹ ہوئی اور وہ چونک پڑے۔ دوڑنے والا چیخنے لگا تھا۔ "کون فائر کر رہا ہے...... سامنے آئے...... پرنس...... صمدانی صاحب۔"

"ضیغم بھائی۔" دردانہ آہستہ سے بولی۔ "شائد فائروں کی آواز سن کر پلٹ آئے ہیں۔"

"صمدانی صاحب...... پرنس! خدا کے لئے مجھے معاف کر دیجئے۔ میں شرمندہ ہوں۔ مجھے مہمانوں کا احترام کرنا چاہیئے تھا۔" ضیغم بلند آواز میں کہہ رہا تھا۔

"میں تو اب اس سے ملوں گا۔" حمید آہستہ سے بولا۔

"کہیں دھوکا نہ ہو۔"

"کچھ بھی ہو...... دھوکا ہوا تو گولی مار دوں گا۔" حمید نے کہا اور ضیغم کو آوازیں دینے لگا۔

"پرنس آپ کہاں ہیں!"

"میں یہاں ہوں۔"

"کیا آپ نے فائر کئے تھے۔"

"ہاں...... بھیڑیا میرا پیچھا کر رہا ہے۔"

"آپ فکر نہ کریں۔ وہ میرا پالتو بھیڑیا ہے۔" ضیغم کی آواز آئی۔

"خداوندا......!" دردانہ ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔ "میں تصور بھی نہ کر سکتی۔"

"اچھا اب تم چپ چاپ یہاں سے چلی جاؤ۔" حمید نے اس سے کہا۔ "میں نہیں چاہتا کہ وہ تمہیں میرے ساتھ دیکھے۔"

"میرے خیال سے بھی یہی مناسب ہے۔ لیکن تم ہوشیار رہنا۔" دردانہ نے کہا اور اس کے پاس سے ہٹ گئی۔

اتنے میں ضیغم اسی درخت کے قریب پہنچ گیا جس کے نیچے حمید کھڑا تھا۔ ضیغم نے ٹارچ روشن کی اور حمید پر نظر پڑتے ہی گڑگڑانے لگا... حمید نے اس کا شانہ تھپکتے ہوئے کہا۔ "کوئی بات نہیں۔ میں تمہیں اپنا عزیز سمجھتا ہوں۔"

اچانک بائیں جانب سے صمدانی کی آواز آئی۔ "ضیغم...... میرے بچے میں نے تمہیں معاف کر دیا۔ خدا سب کو نرم دلی عطا کرے......!" قریب پہنچ کر اس نے ضیغم کا ہاتھ پکڑا اور بولا۔ "چلو میرے ساتھ اور پرنس آپ جا کر آرام کیجئے۔"

پھر حمید وہیں کھڑا رہ گیا تھا اور وہ دونوں آگے بڑھ کر اندھیرے میں گم ہو گئے تھے۔

وائر ریکارڈر

پھر حمید اندھیرے میں راستہ بھول گیا تھا اور آدھے گھنٹے تک ادھر اُدھر بھٹکتے رہنے کے

بعد جائے رہائش تک پہنچ سکا تھا۔

صدانی نے مسکراتے ہوئے اس کا استقبال کیا۔

''مجھے افسوس ہے پرنس کہ آپ کو تھوڑی سی تکلیف اٹھانی پڑی۔'' اس نے کہا۔ ''اب آپ سچ مچ آرام کیجئے۔ بقیہ معاملات میں خود ہی دیکھوں گا۔ آخر ہمارے گھرانے پر اسی لئے تو آپ کے اجداد اتنا اعتماد کرتے تھے۔''

حمید کراہتا ہوا آرام کرسی میں گر گیا۔ صدانی نے تالی بجائی اور ایک ملازم اندر داخل ہوا۔

''بلیک کافی...... تیز گرم......!'' اُس نے اس سے کہا اور وہ تعظیماً جھک کر واپس چلا گیا۔

''اس طرح آپ کی تھکن دور ہو جائے گی اور آپ آرام سے سو سکیں گے۔'' صدانی حمید کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

''چچا صدانی......!'' حمید اٹھ کر سیدھا بیٹھتا ہوا بولا۔ ''آخر ضیغم کیسے سیدھا ہو گیا۔''

''وہی انجکشن پرنس! اگر شیر کو دے دیا جائے تو اسے بکریاں سینگوں پر رکھ لیں گی۔''

''کس طرح......!''

''کنپٹی پر پڑنے والے ایک گھونسے نے اسے بیہوش کیا تھا اور پھر انجکشن دینے میں آسانی ہو گئی تھی۔''

''تم حیرت انگیز ثابت ہوئے ہو چچا صدانی۔''

''آپ کے اجداد جوہر شناس تھے!''

''اوہ......!'' حمید پیٹ دبائے ہوئے اٹھا اور صدانی سے بولا۔ ''میرا معدہ...... پتہ نہیں یہ لوگ کیا کھاتے کھلاتے ہیں۔ میں ابھی آیا۔''

وہ اپنے بیڈروم کی طرف چل پڑا۔ ایک بار پھر اس نے ٹرانسمیٹر کے ذریعہ فریدی سے رابطہ قائم کرنا چاہا۔ لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ جھلاہٹ میں اس نے سوئچ آف کیا اور تیز قدموں سے چلتا ہوا ڈرائنگ روم میں داخل ہوا۔

پہلی نظر میں کمرہ خالی دکھائی دیا لیکن اسے ایسا محسوس ہوا جیسے قد آدم گلدان کے پیچھے کوئی چھپا ہوا ہو۔ غالباً اس نے نیلے رنگ کی ہلکی سی جھلک دیکھی تھی۔

وہ گلدان کی طرف جھپٹا اور دردانہ اچھل پڑی۔ پھر فوراً ہی سنبھل کر اسے خاموش رہنے

کا اشارہ کیا۔ حمید نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

''بوڑھے نے کافی پاٹ میں ایک کیپسول ڈالا تھا'' دردانہ آہستہ سے بولی۔ ''پھر اٹھ کر باہر چلا گیا تھا۔ کیا تم کافی پینے کا ارادہ رکھتے ہو۔''

''اس نے میرے ہی لئے کافی منگوائی تھی۔ میں ذرا باتھ روم تک گیا تھا۔''

''کیا تمہیں بوڑھے پر اعتماد ہے۔''

''ابا حضور کو تو ہے...... پھر مجھے بھی ہونا چاہئے۔''

''وہ بے حد خطرناک آدمی ہے۔''

''اچھا میں دیکھ لوں گا...... تم اب یہاں سے چلی جاؤ۔''

''پھر کہتی ہوں...... کافی میں ہاتھ نہ لگانا۔''

''اچھا اچھا...... اب تم جلدی سے چلی جاؤ۔ کوفناک باپ، کوفناک بیٹا...... دونوں بکری بن گئے۔ مجھے بھی تشویش ہے۔ صدانی کو میں نے پہلی بار دیکھا ہے۔''

''اوہ......!'' دردانہ نے طویل سانس لی اور مسکرا کر بولی۔ ''اب میں مطمئن ہوں۔ جا رہی ہوں۔''

وہ چلی گئی۔ حمید اس میز کی طرف متوجہ ہوا جس پر کافی پاٹ اور دو تین کپ رکھے ہوئے تھے۔ اس نے ایک کپ میں کافی انڈیلی اور اسے قد آدم گلدان میں الٹ دیا۔ تھوڑی سی کپ میں باقی رہنے دی اور کپ کو دوبارہ کافی پاٹ کے قریب رکھ کر خود سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔ جسم ڈھیلا چھوڑا اور آنکھیں بند کر لیں۔

کچھ دیر بعد اس نے تین آوازیں سنیں۔

صدانی کہہ رہا تھا۔ ''اوہو...... پرنس کرسی ہی پر سو گئے۔ ایسا لاپرواہ اور جیوٹ کا جوان آج تک میری نظروں سے نہیں گزرا۔''

''اس میں کیا شک ہے۔'' ضیغم نے کہا۔ ''مجھے پھرتیلے پن پر حیرت ہوتی ہے۔ کوندے کی لپک ہیں پرنس۔''

''لیکن تم بہت نالائق ہو۔'' یہ سردار قاہر کی آواز تھی۔

''مجھے ندامت ہے...... زندگی بھر رہے گی۔'' ضیغم کی آواز آئی۔

حمید بدستور آنکھیں بند کئے گہری گہری سانسیں لیتا رہا۔

"اب ہمیں یہاں سے فوراً چل دینا چاہئے۔" صمدانی بولا۔

"لل......لیکن پرنس......!" یہ ضیغم کی آواز تھی۔

"نہیں......انہیں مت چھیڑنا......بس روشنی بند کر کے نکل چلو۔ خود ہی جاگیں گے اور اپنے بیڈ روم میں چلے جائیں گے۔ سونے سے جگایا جانا بالکل پسند نہیں کرتے، خواہ کہیں سو گئے ہوں۔"

پھر حمید نے سوئچ آف ہونے کی آواز سنی اور آنکھوں میں خفیف سا درہ کر کے دیکھا۔ کمرہ تاریک تھا اس کے بعد کوئی آواز نہ سنائی دی۔

حمید نے آنکھیں کھول دیں۔ لیکن اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ کی۔ بہر حال اسے تو ان کا تعاقب کرنا تھا۔ اس لئے زیادہ دور اندیشی کو بھی راہ نہیں دی جاسکتی تھی۔

وہ اُٹھ کر دروازے کی طرف بڑھا ہی تھا کہ تیز قسم کی سرگوشی سنائی دی۔ "پرنس......تم کہاں ہو۔"

"میں بے ہوش پڑا ہوں۔" حمید نے بھی سرگوشی میں ہی جواب دیا۔

"چپ چاپ باہر نکل آؤ......دور تک اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔"

وہ اندازے سے باہر نکل آیا۔ برآمدے میں پہنچ کر اس نے پیروں کی چاپ سنی تھی۔

یہاں بھی اندھیرا تھا اور دردانہ اس کے قریب کھڑی آہستہ آہستہ کہہ رہی تھی۔ "تم نے تو کمال کر دیا۔ بڑی خوبصورتی سے بیہوش ہوئے تھے۔ وہ لوگ پرانی باؤلی کی طرف گئے ہیں۔"

"پرانی باؤلی تک میری رہنمائی کرو۔" حمید بولا۔

"یقیناً کروں گی۔ میں ڈرپوک تو نہیں ہوں۔ وہاں بھیڑیا بھی ہوگا۔ خدا کی پناہ ضیغم نے کہا تھا کہ وہ اس کا پالتو بھیڑیا ہے۔"

"ہاں کچھ لوگ بھیڑیئے بھی پالتے ہیں۔"

"یہ بات نہیں ہے وہ اب تک کئی لوگوں کی جانیں لے چکا ہے۔ تم خود سوچو......میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ میرا ماموں زاد بھائی اتنا اذیت پسند ہوگا۔"

"ہمیں جلد از جلد ان کا پیچھا کرنا چاہئے۔ تم بس دور سے باؤلی دکھا کر واپس آجانا۔"

"یہ ناممکن ہے۔ میں بھی چلوں گی۔ پورے انتظام کے ساتھ آئی ہوں۔ میرے تھیلے میں ٹارچ پستول اور وافر تعداد میں کارتوس موجود ہیں۔"

"بے بی کان......وہاں گولیاں بھی چل سکتی ہیں۔"

"پستول اور کارتوس نمائش کے لئے نہیں لائی۔ چلو جلدی کرو۔ میری اسپورٹ کار باہر موجود ہے۔ وہ عام راستے سے گئے ہوں گے میں دوسری طرف سے لے چلوں گی۔"

"یہ اور بھی اچھا ہوگا۔"

کچھ دور چل کر اسپورٹ کار کچے راستے پر اتار دی گئی۔ دردانہ خود ہی ڈرائیو کر رہی تھی اور حمید سوچ رہا تھا۔ کاش وہ سچ مچ اس کی چچا زاد بہن ہوتی۔ ڈرائیونگ کے معاملے میں بھی بڑی نڈر لڑکی تھی۔

"اب مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ زیگم بڑا کمینہ آدمی ہے اور ماموں جان کو کیا کہوں۔ لیکن یہ بُری بات ہے کہ زیگم نے بھیریا پال رکھا ہے اور یہ مشہور کرادیا ہے کہ وہ دادا جان والے بھیریئے کی روح ہے۔"

"آخر اس نے ایسا کیوں کیا۔"

"دیکھو جنگل کی توپی سے کیا برآمد ہوتا ہے۔ پتہ نہیں باؤلی میں کیا ہے جسے محفوظ رکھنے کے لئے وہاں ایک بھیریا ضروری سمجھا گیا۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو وہاں ضرور کچھ ہے۔"

"اور وہ بوڑھا مردود میری شادی کرانے نہیں آیا باؤلی ہی کی کچھ بات معلوم ہوتی ہے۔"

"شادی کی بات نہ کرو۔" دردانہ غرائی۔

"محبت کی کروں۔"

"بالکل خاموش بیٹھو۔"

"کیا تم اب تک مجھ سے ناراض ہو۔"

"میں سارے مردوں سے ناراض ہوں۔"

حمید پھر نہ بولا۔ گاڑی کچھ دیر بعد رک گئی اور دردانہ نے حمید سے اترنے کو کہا۔

ویسے اس کے لہجے سے حمید نے اندازہ کر لیا کہ وہ اس کے اس طرح خاموش رہ جانے

پر کسی قدر ناراض ہے۔

"تم مجھے باؤلی تک پہنچا کر واپس جاؤ گی۔" حمید نے اس سے کہا۔

"بیوقوفی کی باتیں نہ کرو..... تمہیں وہاں قدم قدم پر میری رہنمائی کی ضرورت پڑے گی۔"

"تمہیں بھیریئے سے کوف نہیں معلوم ہوتا۔"

"تمہاری موجودگی میں خوف نہ معلوم ہوگا۔ اچھا اب خاموشی سے چلو۔" دردانہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف گھسیٹتے ہوئے کہا۔

باؤلی کے قریب پہنچ کر وہ پھر رک گئے تھے۔ یہاں دور تک قد آدم جھاڑیوں کے سلسلے پھیلے ہوئے تھے اور باؤلی بھی انہیں کے درمیان کہیں پوشیدہ تھی۔ چاروں طرف ہُو کا عالم تھا۔ جھینگروں کی جھائیں جھائیں کے علاوہ اور کسی قسم کی آواز نہیں سنائی دیتی تھی۔

دردانہ نے ٹارچ روشن کی اور حمید کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتی ہوئی جھاڑیوں میں گھس پڑی۔ کچھ دور چلنے کے بعد جھاڑیون کے درمیان ہی انہیں ایک چھوٹی سی کار دکھائی دی جو خالی تھی۔

"یہ ضیغم کی گاڑی ہے۔" دردانہ نے آہستہ سے کہا۔

"مارو گولی..... تم آگے چلتی رہو۔" حمید شانوں کو جنبش دے کر بولا۔

کچھ دور چل کر اچانک وہ پھر رک گئی اور مڑ کر حمید سے بولی۔ "بھیڑیا۔"

"کہاں.....!"

"مر چکا.....!"

"اوہو..... اسے مارا کس نے۔ میری گن کے چھرے اس کے پاؤں میں لگے ہوں گے لیکن یہ بڑی گولی۔"

"ہوسکتا ہے ضیغم ہی نے اسے ختم کر دیا ہو۔ ایک اجنبی بھی تو ساتھ ہے اس کے۔ ہوسکتا ہے اس نے بوڑھے صمدانی پر حملہ کیا ہو۔"

"اسے بوڑھا صمدانی نہ کہو..... جوان صمدانی کہو..... بہت ناکتور ہے۔"

"ہونہہ..... چلو آگے بڑھو..... اب تمہیں آگے چلنا چاہیئے۔ میں پیچھے سے روشنی دکھاؤں گی۔"

"فرانس میں عورتیں آگے چلتی ہیں۔ مجھ سے یہ بے ادبی نہیں ہوسکتی۔"

"باتیں نہ بناؤ..... چلو.....!" وہ پیچھے ہٹ کر اسے آگے دھکیلتی ہوئی بولی۔ حمید پگڈنڈی پر چلنے لگا۔ اس کی چوڑائی دو فٹ سے زیادہ نہیں تھی اور دونوں جانب ان کے سروں سے اونچی جھاڑیاں تھیں۔

دفعتاً حمید نے جیب سے وہ اسپرنگ نکالے جنہیں نتھنوں میں فٹ کر لینے سے دہانے کی بناوٹ تبدیل ہو جاتی تھی۔

باؤلی کے بالکل قریب پہنچ کر دردانہ نے ہوشیار رہنے کو کہا۔

وہ بہت بڑے قطر کا کنواں تھا۔ جسکی جگت کی اونچائی کم از کم تین فٹ ضرور رہی ہوگی۔ چار سیڑھیاں طے کر کے وہ اوپر پہنچے۔ انہی سیڑھیوں کی سیدھ میں نیچے جانیوالے زینے تھے۔

شائد اسی دوران میں دردانہ کی نظر حمید کے چہرے پر پڑ گئی تھی۔

"اوہو..... یہ کیا.....؟" وہ چونک پڑی۔

"کیا ہوا.....؟"

"تمہاری شکل.....!"

"فکر نہ کرو..... میں نہیں چاہتا کہ صمدانی مجھے پہچان سکے۔ ظاہر ہے کہ وہ مجھے اس مہم پر ساتھ نہیں لانا چاہتا تھا اسی لئے اس نے کافی میں بے ہوشی کا کیپسول ڈالا تھا۔ ابا حضور کی ہدایت تھی کہ صمدانی کی مرضی پر چلوں۔ جو کچھ کہے وہی کروں۔"

"آخر تم میں کتنے کمالات ہیں..... اس طرح مسلسل اوپری ہونٹ اوپر اٹھائے رکھ کر گفتگو کرتے رہنا آسان کام تو نہیں ہے..... اور یہ ناک بھی تو اوپر اٹھ گئی ہے۔" دردانہ نے اس کی ناک کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ وہ پیچھے ہٹ کر بولا۔ "ابھی نہیں..... بعد میں۔"

"خیر اب میں ٹارچ نہیں روشن کروں گی۔ دیوار کے سہارے آہستہ آہستہ اترتے چلو۔ میں تمہارے کاندھے پر ہاتھ رکھ لوں گی۔"

وہ آہستہ آہستہ نیچے اترتے رہے۔ زینوں کے دونوں جانب چھوٹے چھوٹے دریچوں کے سلسلے نیچے تک چلے گئے تھے۔ ان سے ہوشیار رہنے کے لئے خاص طور پر دردانہ نے ہدایت کی تھی۔

کچھ ہی زینے طے کئے تھے کہ داہنی جانب والے ایک دریچے میں روشنی دکھائی دی۔ دردانہ نے حمید کا شانہ دبا کر رک جانے کا اشارہ کیا۔ جن زینے پر وہ کھڑے ہوئے تھے دریچہ اس سے بھی قریباً دو ڈھائی فٹ اونچا تھا اور کمرے میں پہنچنے کا راستہ بھی یہی تھا۔ وہ آہستہ آہستہ کھسکتا ہوا دریچے کے ایک پہلو سے جا لگا۔ خود اس کے پس منظر میں تاریکی تھی۔ کمرے کی روشنی اتنی محدود تھی کہ اندر سے اس کے دیکھ لئے جانے کا امکان نہیں تھا۔

اس نے ان تینوں کو دیکھا جو ایک موم بتی کی روشنی میں بڑے غور سے سامنے والی دیوار کا جائزہ لے رہے تھے۔ دردانہ اس کی پشت پر لدی ہوئی کمرے میں جھانک رہی تھی۔

''کیا مصیبت ہے۔'' دفعتاً صمدانی کی آواز آئی۔ ''ابھی تک ہم بھیڑیا ہی نہیں تلاش کر سکے۔''

حمید نے غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ دیوار پر بنے ہوئے ایک پیٹرن کا جائزہ لے رہے ہیں۔ یہ فرش سے دو فٹ کی اونچائی تک دیوار پر چاروں طرف بنا ہوا تھا۔ مختلف جانوروں کی تصویریں اس طرح ترتیب دی گئی تھیں کہ گل بوٹے سے معلوم ہوتے تھے۔

''اوہو...... یہ رہا...... پھر سے دیکھ لو...... پورے پیٹرن میں اس بھیڑیئے کے علاوہ کوئی دوسرا بھیڑیا موجود نہیں۔'' صمدانی نے ان دونوں کو مخاطب کر کے کہا اور وہ دونوں باپ بیٹے ایک بار پھر چاروں طرف گھوم کر اس کے بیان کی تصدیق کر آئے۔

''کوئی دوسرا نہیں ہے۔'' سردار قاہر نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''اچھا تو پھر کام شروع کر دو......!'' صمدانی نے ضیغم کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بڑے پیار سے کہا۔

حمید گرم گرم سانسیں اپنے بائیں گال پر محسوس کر رہا تھا اور اب اسے قطعاً دلچسپی نہیں رہی تھی کہ کمرے کے اندر کیا ہو رہا ہے۔ بس وہ ایک غیر جانبدار تماشائی کی طرح سب کچھ دیکھے جا رہا تھا۔

ضیغم نے چرمی تھیلے سے کچھ اوزار نکالے اور بھیڑیئے کی تصویر پر سے پلاسٹر ادھیڑنا شروع کر دیا۔ ذرا ہی دیر میں اس نے دیوار میں خاصا بڑا گڑھا بنا دیا تھا۔

دفعتاً صمدانی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ''ٹھہر جاؤ......!'' اور قاہر کے ہاتھ سے موم بتی لے کر گڑھے کے قریب لایا...... اس کے بعد اس نے داہنا ہاتھ گڑھے میں ڈالا تھا اور ایک

صندوقچی نکال لی تھی۔

''اوہو! اوہو......!'' دونوں کی زبان سے بیک وقت نکلا۔

''اسے کھولئے...... اسے کھولئے۔'' ضیغم نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

''نہیں......!'' صمدانی کا لہجہ بے حد سخت تھا۔ ''اب تم دونوں کو اس سے کوئی سروکار نہ ہونا چاہئے۔''

''یہ...... یہ...... تو زیادتی ہے صمدانی بھائی۔'' قاہر گھگھیایا۔

''جی ہاں...... جناب۔'' ضیغم کانپتی ہوئی آواز میں بولا۔

ٹھیک اسی وقت چھت کی تاریکی سے ایک سیاہ فام آدمی صمدانی پر آ کودا اور اس کے ہاتھ سے صندوقچی چھینتا ہوا دور جا کھڑا ہوا۔

حمید نے طویل سانس لی۔ یہ چوتھا آدمی سرتاپا سیاہ پوش تھا۔ لباس کھال کی طرح پورے جسم پر منڈھا ہوا تھا۔ صرف آنکھوں کی جگہ دو سوراخ تھے اور چمکدار آنکھیں ان سے صاف نظر آ رہی تھیں۔

''صندوقچی زمین پر ڈال دو......!'' صمدانی نے گرج کر کہا۔

''بکواس مت کرو...... ورنہ ہڈیاں توڑ دوں گا۔'' سیاہ پوش بولا۔ حمید کی جان میں مزید جان آئی۔ آواز فریدی ہی کی تھی۔

صمدانی نے فائر کر دیا۔

''بس......!'' سیاہ پوش نے قہقہہ لگایا۔ اس کے بعد صمدانی نے بقیہ پانچ کارتوس بھی خالی کر دیئے تھے لیکن سیاہ پوش اب بھی اسی طرح کھڑا حقارت سے ہنس رہا تھا۔

اچانک قاہر اور ضیغم ''بھوت بھوت'' چیختے ہوئے اس دریچے کی طرف بھاگے جس کی دوسری طرف حمید اور دردانہ کھڑے تھے۔

حمید نے مکے مار مار کر ان دونوں کو پھر کمرے کے وسط میں پہنچا دیا۔ ادھر صمدانی سیاہ پوش سے لپٹ پڑا تھا۔ صندوقچی اس کے ہاتھ سے گر گئی تھی۔ لیکن ان دونوں میں اتنی جرأت نہیں تھی کہ اسے اٹھا لیتے۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے لپٹے ہوئے بُری طرح کانپ رہے تھے اور ان کی خوفزدہ چیخیں کمرے میں گونج رہی تھیں۔

حمید بھی کمرے میں کود جاتا لیکن دردانہ نے اس کی کمر تھام لی۔

''یہ کیا کر رہی ہو۔'' حمید بھنا کر بولا۔

''میں تمہیں اندر نہیں جانے دوں گی۔ تم نے دیکھا نہیں کہ چھ گولیاں کھانے کے بعد بھی وہ صمدانی سے چمٹا ہوا ہے۔''

''میرا بڑا بھائی ہے...... مجھے جانے دو۔'' حمید نے کہا اور ناک سے اسپرنگ نکال کر جیب میں ڈال لئے۔

اس کے بعد وہ دردانہ سمیت کمرے میں کود گیا تھا۔ وہ اسے بُرا بھلا ہی کہتی رہ گئی تھی۔

''پرنس......؟'' صمدانی پُرمسرت لہجے میں چیخا۔ ''میری مدد کرو۔''

''میں بھوتوں سے چہل نہیں کرتا۔'' حمید نے لاپروائی سے کہا اور صندوقچی فرش سے اٹھا لی۔

''اچھا......اسے لے کر یہاں سے چلے جاؤ۔''

''نہیں......تمہاری کشتی میں مزا آ رہا ہے۔ میں یہیں رک کر تماشہ دیکھنا چاہتا ہوں۔''

دردانہ دونوں کے قریب جا کھڑی ہوئی تھی۔

''بھھ......بھاگو بیٹی......بھوت......!'' قاہر کانپتا ہوا چیخا۔ ''پرنس بھاگو......مم......مجھے بھی نکال لے چلو۔''

''بھوت ہی...معلوم ہوتا ہے۔'' صمدانی سیاہ پوش سے گتھا ہوا بڑبڑایا۔ ''پتھر کا ہے پتھر!''

اور پھر اس پتھریلے بھوت نے صمدانی کو سر سے اونچا اٹھا کر فرش پر پٹخ دیا۔

صمدانی کی چیخ بڑی کرب ناک تھی۔ اس کے بعد وہ نہیں اٹھ سکا تھا۔

''برادرم بھوت......کیا یہ مر گیا۔'' حمید نے سیاہ پوش سے پوچھا۔

''پتہ نہیں......خود دیکھ لو۔'' اس نے جواب میں کہا اور حمید کے ہاتھ سے صندوقچی چھین کر دریچے سے باہر چھلانگ لگا دی۔

عجیب سا سناٹا کمرے کی فضا پر مسلط تھا۔ بھوت کی روانگی کے بعد ہی دونوں باپ بیٹی ایک دوسرے سے الگ ہو گئے تھے اور خاموش کھڑے گہری گہری سانسیں لے رہے تھے۔

حمید صمدانی پر جھکا ہوا تھا۔ وہ بیہوش تھا۔ شائد داہنے بازو کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔ کیونکہ داہنا ہاتھ تیزی سے متورم ہوتا جا رہا تھا۔

جب وہ سیدھا کھڑا ہوا تو قاہر نے پوچھا۔ ''کک کیا......مر گئے صمدانی بھائی۔''

''بیہوش ہو گیا ہے...... بازو کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے۔''

''ہمیں یہاں سے نکال لے چلئے پرنس! جتنی جلدی ممکن ہو۔'' قاہر نے بڑی لجاجت سے کہا۔

اچانک ضیغم چونک کر بولا۔ ''مم......میرا بھیڑیا۔''

''تمہارا بھیڑیا......تم نے تو اسے گولی مار دی تھی۔''

''نن......نہیں......!'' ضیغم بوکھلا کر بولا۔

''ہم نے راستے میں اس کی لاش دیکھی تھی۔'' دردانہ نے سخت لہجے میں کہا۔ ''مجھے نفرت ہو گئی ہے تم سے۔''

''ہم دونوں کو معاف کر دو بیٹی۔'' قاہر نے ہاتھ جوڑ دیئے۔

''مجھے بتایئے یہ......یہ سب کیا ہے۔''

''یہ ہماری کمینگی کی کہانی ہے بیٹی۔ گھر چلو......میں سب کچھ بتا دوں گا۔''

اتنے میں ضیغم ''میرا بھیڑیا......میرا بھیڑیا'' چیختا ہوا دریچے کی طرف جھپٹا اور باہر کود گیا۔

''اوہ......جہنم میں جائے بھیڑیا۔'' قاہر بڑبڑایا۔ ''پرنس خدا کے لئے یہاں سے چلو......وہ صندوقچی تمہارے باپ کی ملکیت تھی۔''

''کیا مطلب......؟'' دردانہ چونک پڑی۔

''گھر چلو......وہیں سب بتاؤں گا۔''

اتنے میں کئی لوگ دریچے سے اندر کود آئے۔ ان کے جسموں پر ریاستی پولیس کی وردیاں تھیں۔

''اوہو......ولی خان۔'' قاہر ایک آدمی کی طرف ہاتھ اٹھا کر چہکا۔

''میں خان کے حکم سے آپ کو گرفتار کرتا ہوں۔'' اس نے ہتھکڑیاں نکالتے ہوئے کہا۔

''کک......کیوں......خ......خان......تو بول بھی نہیں سکتے۔''

''بحمداللہ وہ اس وقت کوتوالی میں تشریف رکھتے ہیں اور سردار ضیغم کو برخواست کر کے مجھے پولیس کا سربراہ بنایا ہے۔''

''اللہ......رحم......!'' قاہر نے کہا اور چکرا کر گر پڑا۔ وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ سپاہیوں نے قاہر اور صمدانی کو اٹھایا۔

''تشریف لے چلئے آپ بھی۔'' ولی خان نے حمید اور دردانہ سے مؤدبانہ کہا۔

دونوں خاموشی سے باہر آئے۔ کنوئیں کی جگت پر پہنچے ہی تھے کہ انہوں نے ایک فائر کی آواز سنی۔ حمید اور ولی خان آواز کی طرف جھپٹے تھے اور پھر جب اس جگہ پہنچے جہاں بھیڑیئے کی لاش دیکھی تو سناٹے میں آ گئے۔ بھیڑیئے کے قریب ہی ضیغم خون میں نہایا ہوا تڑپ رہا تھا۔

''خودکشی جناب۔'' ولی خان ٹارچ کی روشنی میں اس پر جھکتا ہوا بولا۔ ''ریوالور اس کے ہاتھ میں موجود ہے۔ داہنی کنپٹی پر فائر کیا تھا...... ظالموں پر اللہ ہے۔''

محل پہنچ کر حمید اپنے کمرے میں تنہا رہ گیا تھا۔ دفعتاً پہلی بار اسے اپنے ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا۔ فریدی اس سے کہہ رہا تھا کہ وہ بہت احتیاط سے اسی جگہ پہنچ جائے جہاں اس نے بھیڑیئے پر فائر کیا تھا۔ احتیاط کا مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ وہ چھپ کر محل سے نکلے۔ حمید نے اس حصے کی لائٹ آف کر دی اور سوٹ کیس اٹھا کر باہر نکل آیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ کسی قبرستان سے گزر رہا ہو۔ بس وہ اندازے سے چلا جا رہا تھا ورنہ اس اندھیرے میں یہ پتہ چلنا بے حد مشکل تھا کہ اس نے کس جگہ سے بھیڑیئے پر فائر کیا تھا۔

اچانک کسی گاڑی کے ہیڈ لیمپس کی روشنی کی زد میں آ گیا۔ گاڑی اس کی طرف آ رہی تھی۔ کچھ فاصلے پر وہ رک گئی اور انڈیکیٹنگ لائٹ کے ذریعہ اشارہ ملنے لگا کہ ''ادھر آ جاؤ۔''

ایسے حالات میں یہ فریدی کا مخصوص انداز تھا۔ حمید گاڑی کی طرف جھپٹا اور اگلی سیٹ کا دروازہ کھول کر فریدی کے برابر بیٹھ گیا۔ صمدانی پچھلی سیٹ پر پڑا کراہ رہا تھا۔ اچانک اس نے کہنا شروع کیا۔ ''میری نیت بخیر تھی۔ میں اعتماد الدولہ کی امانت ان کے بیٹے تک پہنچا دیتا۔''

فریدی کچھ نہ بولا۔ کار تیزی سے آگے بڑھ گئی۔ اس کے بونٹ پر چھوٹی سی جھنڈی لہرا رہی تھی۔ غالباً وہ اسی جھنڈی کا اعجاز تھا کہ قلعہ کے پھاٹک کے پہرہ داروں نے انہیں تعظیم دی تھی اور گاڑی پھاٹک سے نکل گئی تھی۔

صبح تک وہ شہر پہنچ سکے تھے۔ اس بار سفر کار ہی سے ہوا تھا اور فریدی ایک بوڑھے

پولیس آفیسر کے میک اپ میں تھا۔ حمید کا خیال تھا کہ وہ خان ظفریاب سے اسی میک اپ میں ملا ہوگا...... تب ہی تو صمدانی کو ان لوگوں کی حراست سے نکال پایا۔

اپنی کوٹھی کے قریب گاڑی روک کر فریدی نے حمید سے کہا۔ ''میں تم سے بہت خوش ہوں۔ تم نے اپنا پارٹ خوش اسلوبی سے انجام دیا۔ اب جاؤ آرام کرو۔''

وہ اسے گاڑی سے اتار کر صمدانی سمیت کہیں اور چلا گیا تھا۔

حمید کی دو راتیں برباد ہوئی تھیں۔ لہٰذا لباس تبدیل کئے بغیر جو بستر پر گرا تو شام ہی کی خبر لی۔ پھر جاگا تو ایک ملازم چھوٹا سا وائر ریکارڈر تھما کر رفو چکر ہو گیا۔ وائر ریکارڈر فریدی کا تھا جس میں بسا اوقات وہ حمید کے لئے ہدایات ریکارڈ کر جایا کرتا تھا۔ حمید نے اس کا سوئچ آن کر دیا۔ فریدی کی آواز آئی۔

''حمید میں دو دن کے لئے باہر جا رہا ہوں۔ ظاہر ہے کہ یہ دو دن تمہارے لئے بے حد صبر آزما ہوں گے اس لئے صمدانی والے کیس کی مختصر رپورٹ چھوڑے جا رہا ہوں۔ یہ سپرنٹنڈنٹ کے دوست اقتدار الدولہ کا ایک نجی معاملہ تھا۔ یہ حقیقت ہے کہ اقتدار الدولہ کا لڑکا افتخار الدولہ پانچ سال کی عمر سے پیرس میں مقیم ہے اور اس وقت سے آج تک یہاں نہیں آیا۔ اس خاندان کی کہانی جو تم نے صمدانی سے سنی ہے حرف بحرف صحیح تھی۔ خان دوراں اور اقتدار کے باپ اعتماد الدولہ جڑواں بھائی تھے اور ان کے مصاحبین میں سردار قاہر اور صمدانی کے باپ قابل اعتماد سمجھے جاتے تھے۔ اعتماد الدولہ کے باپ نے مرتے وقت ان دونوں کو بلا کر جواہرات پر مشتمل ایک خزانے کا امین بنایا۔ وہ ان جواہرات کو اعتماد الدولہ کے لئے مخصوص رکھنا چاہتے تھے کیونکہ ان کی جائیداد میں سے اعتماد الدولہ کو کچھ بھی نہ ملتا۔ اس جائیداد کا بٹوارہ کبھی نہیں ہوا تھا۔ وہ ہر دور میں سب سے بڑے بیٹے کی تحویل رہی تھی اور وہی خاندان کے بقیہ افراد کی کفالت کرتا تھا۔ بہرحال اس خزانے کا نصف نقشہ قاہر کے باپ کے سپرد کیا گیا اور آدھا نقشہ صمدانی کے باپ کو دیا گیا اور ہدایت کی گئی کہ اگر اعتماد الدولہ اسے قبول کرنے پر تیار نہ ہوں تو وہ ان کے بعد ان کی اولاد کے سپرد کر دیا جائے۔ لیکن وہ دونوں مصاحبین بے ایمانی پر اتر آئے اور اعتماد الدولہ کے والد کے انتقال کے بعد وہ آدھے نقشہ کے لئے ایک دوسرے سے نبرد آزما ہو گئے۔ لیکن ان میں سے کسی کو کامیابی نہ ہوئی۔ صمدانی

کا باپ مرتے وقت آدھا نقشہ اپنے بیٹے قاہر کے سپرد کرتے ہوئے وصیت کر گیا کہ وہ صم
سے دوسرا نصف حاصل کر کے پورا نقشہ اقتدار الدولہ تک پہنچا دے لیکن قاہر کی نیت بھی بد
گئی۔ اب قاہر اور صمدانی میں ٹھن گئی۔ ادھر قاہر جو خان ظفریاب کا سالا بھی تھا اس کوشش پر
لگ گیا کہ دردانہ کی شادی اقتدار الدولہ کے بیٹے کی بجائے اس کے بیٹے ضیغم سے ہو۔ آ
اس نے خان ظفریاب کو قید کر کے یہ بات مشہور کرادی کہ وہ سخت بیمار ہیں۔ گھر والوں تک
ان سے ملنے کی اجازت نہیں تھی۔ ادھر ضیغم نے باؤلی میں ایک بھیڑیا پالا کیونکہ ان کے پا
والے آدھے نقشے سے یہ مترشح ہوتا تھا کہ جو کچھ بھی ہے باؤلی ہی میں ہے۔ یہ بھیڑیا ا
لئے پالا گیا تھا کہ صمدانی اور اس کے حواری ان کی لاعلمی میں باؤلی میں داخل نہ ہو سکیں۔ اد
قاہر کے باپ کا پیغام ملتے ہی اقتدار الدولہ نے صمدانی سے آدھے نقشے کا مطالبہ کیا۔ صمدا
نے اس سے لاعلمی ظاہر کی۔ پھر بات اتنی بڑھی کہ وہ اقتدار الدولہ کی ملازمت چھوڑ کر چ
گیا۔ ابھی حال ہی میں جب یہ بات میرے علم میں آئی تو میں نے سپرنٹنڈنٹ کو یہی مشو
دیا جس پر تم عمل کر چکے ہو۔ اقتدار الدولہ نے صمدانی سے استدعا کی کہ وہ ان کے بیٹے کے
لئے وہی روایتی فریضہ ادا کرے جو خود ان کے لئے ان کے باپ نے ادا کیا تھا۔ صمدانی کو من
مانگی مراد ملی۔ اس طرح وہ خان دوراں کے قلعے میں بہ آسانی داخل ہو سکتا۔ لیکن اگر اسے اس
کا علم ہوتا کہ قاہر پوری طرح قلعے پر تسلط جما چکا ہے تو شائد وہ ادھر کا رخ بھی نہ کرتا۔ میں
خود بھی یہی سمجھتا تھا کہ خان ظفریاب بہت زیادہ بیمار ہیں۔ اگر ہم اس طرح وہاں نہ پہنچتے ت
ان کی رہائی ناممکن ہوتی اور وہ موقعہ پا کر انہیں اس طرح ختم کر دیتے کہ طویل علالت کے
بعد قدرتی موت کا گمان ہوتا۔ تمہیں ان حالات سے اس لئے لاعلم رکھا گیا تھا کہ مختلف موا
پر تمہاری حیرت صداقت پر مبنی ہو۔ ایکٹنگ نہ معلوم ہو۔ صمدانی بے حد چالاک ہے۔''

تقریر ختم ہوگئی اور حمید نے ریکارڈر کو آف کر کے سر کھجانا شروع کر دیا۔ طرح طرح کے
منہ بن رہے تھے۔ لیکن بے بی خان...... اس نے ٹھنڈی سانس لی اور اُٹھ کر باتھ روم کی
طرف روانہ ہوگیا۔ اس کیس کے دوران وہ یہی تو کرتا رہا تھا۔

تمام شد

جاسوسی دنیا نمبر 110

اجنبی کا فرار

(مکمل ناول)

پیشرس

جاسوسی دنیا کا ایک سو دسواں ناول ''اجنبی کا فرار'' پیش خدمت ہے۔

اس کہانی میں آپ کو ایسے افراد ملیں گے جو منشیات کے عادی ہیں اور اس کے حصول کے لئے وطن دشمنی تک کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں۔

لالچ خواہ کسی قسم کا ہو بُری بلا ہے۔ منشیات کی مفت فراہمی نے انہیں غیر ملکی ایجنٹوں کا آلہ کار بنا دیا تھا۔ جن معزز گھرانوں کے وہ چشم و چراغ تھے ان کی کیسی سبکی ہوئی ہوگی۔ کیا سوسائٹی میں ان گھرانوں کا مقام متزلزل نہ ہوگیا ہوگا۔ کیا ان کے افراد پھر ہم چشموں کا سامنا کر سکے ہوں گے۔

ہر فرد کو سوچنا چاہئے کہ اس کی کسی بھی غیر ذمہ دارانہ حرکت کا اثر خود اسی کی ذات تک محدود نہیں رہتا بلکہ اس کے متعلقین بھی اس کی لپیٹ میں آجاتے ہیں اگر ایک فرد وطن دشمنی کے الزام میں پکڑا جاتا ہے تو اس کی آئندہ نسلیں تک بدنامی کے اس پشتارے سے پیچھا نہیں چھڑا سکتیں۔

لہٰذا ہر ایک کو محتاط رہنا چاہئے۔

آنکھیں کھلی رکھئے کہیں آپ کو کوئی دھوکا نہ دے جائے۔

دوسرے صاحب لکھتے ہیں کہ اب آپ ''پیشرس'' میں سنجیدہ باتیں کر کے بور کرنے لگے ہیں۔

بھائی ہنسنے ہنسانے کے لئے کہانی ہی کافی ہوتی ہے۔ آخر میں اپنی سنجیدہ باتیں آپ تک کس طرح پہنچاؤں۔

دوسری بات یہ ہے کہ اب آپ کے سوالات ہی اس قسم کے نہیں ہوتے جن سے ہنسنے ہنسانے کا پہلو نکل سکے......شاید آپ بھی کسی ''بوریت'' میں مبتلا ہیں......کیوں؟......کیا خیال ہے؟''

ابن صفی

۴ر جنوری ۱۹۷۱

دیو اور دیونی

آرلکچو کے ڈائننگ ہال میں ہلکی ہلکی روشنی تھی اور بہت ہی مدھم سروں میں مغربی موسیقی کی لہریں اس دھندلے ماحول کی انگڑائیاں سی لگ رہی تھیں۔

مخصوص قسم کی مہک فضا رچی بسی ہوئی تھی۔ زیادہ تر میزیں آباد ہو چکی تھیں۔

وہ ہال میں داخل ہوا اور سیدھا اس میز کی طرف بڑھا جس کے قریب ہی والی میز پر ایک دیوزاد بکرے کی مسلم ران سے شوق کر رہا تھا۔

میز خالی تھی۔ وہ کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا اور اس بھاری بھرکم آدمی کو بکرے کی ران ادھیڑتے دیکھتا رہا۔ اتنے میں ایک ویٹر خود اس کی میز کے قریب آ کھڑا ہوا۔

''آدمی کا گوشت......!'' نووارد نے آہستہ سے کہا اور ویٹر چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

اس کے چہرے پر گھنی ڈاڑھی تھی اور وہ جدید ترین تراش کے سوٹ میں ملبوس تھا۔ قمیض بے داغ سفید تھی۔ خوش ذوق آدمی معلوم ہوتا تھا۔ لیکن اس کی ناک کی بناوٹ چہرے کو کسی حد تک خوفناک ظاہر کر رہی تھی۔ آنکھوں میں درندگی کی جھلکیاں تھیں۔

''میں نہیں سمجھا جناب عالی......!'' ویٹر نے بڑے ادب سے کہا۔

''آدمی کا گوشت......!'' نووارد نے اس بار کسی قدر اونچی آواز میں کہا۔

ویٹر فیصلہ نہ کر سکا کہ اسے اخلاقاً مسکرانا چاہئے یا حیرت کا اظہار کرنا چاہئے۔ بس گم سم اسے دیکھتا رہا۔

اس بار شاید دیوزاد نے بھی اس کی آواز سن لی تھی اور بکرے کی ران ادھیڑتے ادھیڑتے رک کر اسے گھورنے لگا تھا۔

''کیا تم نے سنا نہیں۔'' نووارد غرایا۔

''ج...... جناب عالی...... یہ مینو ملاحظہ فرمایئے۔'' ویٹر کپکپاتی ہوئی آواز میں بولا۔

''ہمارے یہاں ان چیزوں کے علاوہ اور کچھ بھی موجود نہیں۔''

''مجھے آدمی کا گوشت چاہئے۔'' نووارد جھنجھلا گیا۔

دیوزاد نے ران قاب میں رکھ دی تھی اور حیرت سے منہ پھاڑے نوارد کو دیکھے جا رہا تھا۔

''کسی بہت تگڑے آدمی کا گوشت......!'' اجنبی ویٹر کو غصیلی نظروں سے دیکھتا ہوا پھر بولا اور ہاتھ اٹھا کر دیوزاد کی طرف اشارہ کیا۔

''میں ہیڈ ویٹر کو بھیجتا ہوں جناب۔'' ویٹر نے بڑے ادب سے کہا۔ ''جو باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں انہیں وہ بہ آسانی سمجھ لیتے ہیں۔''

وہ تو پیچھا چھڑا کر رخصت ہوا لیکن اب دیوزاد قہر آلود نظروں سے نووارد کو گھورے جا رہا تھا۔ دفعتاً وہ میز پر ہاتھ مار کر غرایا۔ ''آؤ سالے...... کھاؤ مجھ کو! دیکھوں کتنا دم ہے تم میں۔''

''ارے واہ......!'' اجنبی ہنس پڑا اور اپنی جگہ سے اٹھتا ہوا بولا۔ میرا ہرگز یہ مطلب نہیں تھا کہ تمہیں ذبح کر ڈالا جائے۔ میں نے تو مثال کے طور پر تمہاری طرف اشارہ کیا تھا۔ اگر اجازت دو تو تمہارے ہی پاس بیٹھ جاؤں۔

''اجاجت ہے۔'' دیوزاد ناگواری سے بولا۔

اور اجنبی بے تکلفانہ انداز میں کرسی کھینچ کر اس کے مقابل بیٹھ گیا۔

اتنے میں ہیڈ ویٹر بھی آ گیا اور اجنبی نے لاپرواہی سے ہاتھ ہلا کر کہا ''میں فی الحال کچھ نہیں کھاؤں گا۔''

ہیڈ ویٹر اسے غور سے دیکھتا ہوا رخصت ہو گیا تھا۔ اجنبی دوبارہ دیوزاد کی طرف متوجہ ہو گیا۔ وہ اسے پیار بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ دیوزاد نے بھی اسے محسوس کیا اور ایک دم ڈھیلا پڑ گیا۔ ایسا معلوم ہونے لگا جیسے کچھ دیر پہلے اسے اجنبی کی کوئی بات ناگوار نہ گزری ہو۔

''تمہاری طرف بے اختیار دل کھنچتا ہے۔'' اجنبی نے نرم لہجے میں کہا۔ ''ایسی پرکشش شخصیت آج تک میری نظروں سے نہیں گزری تھی۔ اس طرح میں نے تم سے تعارف حاصل کرنے کے لئے ویٹر سے اس قسم کی گفتگو کی تھی۔''

"یعنی.....میں اتنا خوبصورت ہوں کہ میرا گوشت کھانا چاہتے ہو۔" دیوزاد نے ہنس کر کہا۔

"تم تو خیر نہیں.....لیکن بعض عورتیں ایسی ہوتی ہیں جن کا گوشت کھانے کو جی چاہتا ہے۔"

"اے جاؤ ڈاڑھی کا تو کھیال کرو.....!"

"ڈاڑھی مجھے بہت عزیز ہے۔" اجنبی پیار سے ڈاڑھی پر ہاتھ پھیر کر بولا۔

"تبھی عورتوں کی باتیں کر رہے ہو۔"

"جدید ترین عورتیں ڈاڑھی پسند کرتی ہیں۔"

"میں اس وقت عورتوں کی باتیں نہیں کرنا چاہتا.....خانا خار ہا ہوں......!" دیوزاد نے کہا اور قاب سے ران اٹھا کر دوبارہ ادھیڑنے لگا۔

اجنبی اسے توجہ اور دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔

"کچھ طاقت واقت بھی ہے جسم میں یا محض گوشت کا ڈھیر ہو۔" اس نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

دیوزاد نے ران پھر قاب میں رکھ دی اور اسے ایسی نظروں سے دیکھنے لگا جیسے کچا ہی چبا جائے گا۔ اجنبی کے ہونٹوں پر شرارت آمیز مسکراہٹ تھی۔

اچانک دیوزاد بولا۔ "اے تم کیوں کھا مخواہ ٹیں ٹیں کئے جا رہے ہو۔ چلتے پھرتے نظر آؤ۔"

"مجھے تم سے عجیب سا لگاؤ محسوس ہو رہا ہے۔"

"ہونے دو.....ابھی میں خانا خار ہا ہوں۔"

"گھر نہیں ہے کیا کہ ہوٹلوں میں کھاتے پھر رہے ہو۔"

"تم سے مطلب.....؟" دیوزاد کو پھر غصہ آ گیا۔

"اچھا اچھا.....تم پہلے کھالو.....پھر باتیں کریں گے۔"

"باتیں قریں غے.....!" دیوزاد جل کر بڑبڑایا۔ "سالے ہر جگہ چندہ مانگنے پہنچ جاتے ہیں۔"

اجنبی پھر مسکرایا لیکن کچھ بولا نہیں، ران ختم کرنے کے بعد دیوزاد نے مزید تین مرغوں کا آرڈر دیا۔

"یار آدمی ہو یا دیو.....!" اجنبی نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم سے مطلب.....؟"

"یقیناً.....بہت طاقتور بھی ہو گے۔"

"تم سے مطلب.....؟"

"خفگی دور کرو۔ میرے دوست! مجھے ایک عورت کو نیچا دکھانا ہے شائد تم اس سلسلے میں میری کوئی مدد کر سکو۔"

"عورت کو نیچا دکھانا ہے۔" دیوزاد نے احمقانہ انداز میں جلدی جلدی پلکیں جھپکائیں۔

"ہاں...... ہاں......خود کو بہت طاقتور سمجھتی ہے۔"

"عورت! ہونہہ......تا کتور......!" دیوزاد نے بُرا سا منہ بنایا پھر جلدی سے چونک کر پوچھا۔ "قیا بہت تگڑی ہے۔"

"دیونی ہے......بس تمہاری مادہ لگتی ہے۔"

"ارے......ہی ہی ہی۔" دیوزاد کے دانت نکل پڑے اور وہ اس طرح منہ چلانے لگا جیسے "مادہ" کوئی چٹ پٹی مسالے دار کھانے کی چیز ہو۔

"میرا خیال ہے کہ تم اپنا مزید آرڈر کینسل کرا کے میرے ساتھ چلو.....!" اجنبی نے کہا۔

"نہیں بھائی پہلے پیٹ پوجا پھر عورت وورت......سب چلے غی۔" دیوزاد بولا۔

"اچھی بات ہے۔" اجنبی نے مردہ سی آواز میں کہا۔

"جب تک مرغے آئیں قیوں نہ ہم اسی عورت کی باتیں قرتے رہیں۔" دیوزاد نے تجویز پیش کی۔

"بیکار ہے۔" اجنبی خشک لہجے میں بولا۔ "جتنی دیر میں تم تین مرغ کھاؤ گے وہ وہاں سے چلی جائے گی جہاں میں اسے ابھی دیکھ آیا ہوں۔"

"اچھا اچھا میں انہیں ساتھ لیتا چلوں غا......تم فکر نہ کرو.....!" دیوزاد نے سر ہلا کر کہا۔

"ہاں......یہ ٹھیک رہے گا۔"

ان دونوں نے ابھی تک ایک دوسرے کے نام معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

کچھ دیر بعد ویٹر مرغ لایا۔

"انہیں پیک کرا دو......اور بل بھی لاؤ۔" اجنبی نے اس سے کہا۔

یہ مرحلہ طے ہو جانے کے بعد دونوں آرلیچنو سے باہر آئے۔

"تمہاری اپنی گاڑی ہو گی۔" اجنبی نے دیوزاد سے پوچھا۔

''اور قیا......!''

''تب تو ٹھیک ہے۔ میں ڈرائیو کروں گا اور تم مرغ کھاتے رہنا۔''

''یار بڑے سمجھ دار آدمی معلوم ہوتے ہو۔'' دیوزاد نے خوشی ظاہر کی۔

رولز رائیس کمپاؤنڈ میں کھڑی تھی۔ اجنبی نے اس پر حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

''صرف تن و توش ہی نہیں بلکہ بہت بڑی دولت بھی رکھتے ہو۔''

''قوئی بات نہیں......یہ لو کنجی۔''

''میں نے آج تک رولز ڈرائیو نہیں کی۔''

''بیٹھو......میں بتاؤں غا۔''

کچھ دیر بعد رولز شہر کے گنجان آباد علاقوں سے گذرتی ہوئی کھلی فضا میں نکل آئی۔ دیوزاد اتنی دیر میں دو مرغ ختم کر چکا تھا لیکن تیسرے کی باری آتے ہی اس نے غالباً سوچا۔ اسے کسی قدر گفتگو بھی کرنی چاہئے۔

''قس طرح نیچا دکھانا ہوغا۔''

''شکر ہے تم بولے تو۔'' اجنبی نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ پھر ایک بھرپور قہقہے کے بعد بولا۔ ''اس کا دعویٰ ہے کہ اگر وہ کہیں بیٹھ جائے تو ہاتھی بھی اسے اس جگہ سے نہیں ہلا سکے گا۔''

''ہاتھی......ہی ہی ہی......فکر مت قرد تمہارا یہ کھادم ہی اس کا کباڑا قر دے گا۔''

''اپنا نام بتا تو بتاؤ پیارے......!'' اجنبی بولا۔

''قاسم......بس اتنا ہی قافی ہے۔''

''اور میں نام سے تمہارا بھائی معلوم ہوتا ہوں۔ میرا نام حاکم ہے۔''

''قاسم، حاکم واہ وا......بھائی بھائی......واہ واہ......قیا وہ عورت بہت خبصورت ہے۔''

''ارے کیا کہنا......ڈیل ڈول کے اعتبار سے دیوئی نہ ہوتی تو جواب نہ ہوتا اس کا۔''

''ڈیل ڈول نہ ہوتا تو پھر قس کام کی ہوتی......!'' قاسم نے خشک لہجے میں کہا۔

تیسرے مرغ کی ہڈیاں بھی گاڑی سے باہر پھینک کر رومال سے دونوں ہاتھ صاف کئے۔ اسے ذرہ برابر بھی پرواہ نہیں تھی کہ گاڑی کدھر جا رہی ہے اور وہ آرلکچو سے کتنا فاصلہ طے کر چکا ہے۔

''دیکھو گے تو پتا چلے گا۔'' اجنبی نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

''اے سنو!'' قاسم مزے میں آ کر بولا۔ ''اس میں قوئی شرط ورت نہیں ہے قیا۔''

''کیسی شرط......!''

''اے وہی جو پرانے زمانے میں ہوا قرتی تھی کہ چالیس من کا پتھر جس نے اٹھا لیا اسی سے بیاہ دی لونڈیا۔''

اجنبی نے بائیں ہاتھ سے اس کا شانہ تھپک کر کہا۔ ''اگر شادی شدہ نہیں ہو تو فائدے میں رہو گے۔''

''وہ قیسے......!''

''اس عورت کا کہنا ہے کہ شادی اسی سے کرے گی جو اس سے زیادہ طاقتور ہوگا۔''

''اس کا نام کیا ہے؟'' قاسم نے تھوک نگل کر پوچھا۔

''کلارا......!''

''ہائیں تو قیا اپنے ملک کی نہیں ہے۔''

''نہیں......جرمن ہے۔''

''ارے باپ رے۔''

''کیوں کیا ہوا......؟''

''مجھے جرمن نہیں آتی۔''

''وہ انگریزی بھی بول سکتی ہے۔''

''تب تو ٹھیک ہے۔''

اس گفتگو کے دوران میں اجنبی نے گاڑی پھر شہر کی طرف موڑ دی تھی لیکن قاسم تو اپنی رو میں بہہ رہا تھا۔

کچھ دیر بعد گاڑی ایک ایسے علاقے میں رکی جہاں شہر کے متمول ترین لوگ رہتے تھے۔ عمارتیں ایک دوسرے سے ملحق نہیں تھیں۔

''بس تیار ہو جاؤ۔'' اجنبی نے انجن بند کرتے ہوئے کہا۔

''ہم منزل مقصود پر پہنچ گئے......اور ہاں دیکھو دوست......اگر تم ناکام رہے تو مجھے

بڑی شرمندگی ہوگی۔"

"اٹھالوں غا..... فکر مت قرو۔"

"اچھا تو آؤ..... میرے ساتھ۔"

دونوں گاڑی سے اُتر کر آگے بڑھے۔ اجنبی نے پھاٹک کو دھکا دیا۔ جو کھلتا چلا
پائیں باغ تاریک تھا البتہ خاصے فاصلے پر عمارت کے برآمدے میں دھندلی سی رو
آرہی تھی۔ دونوں برآمدے کی طرف بڑھے۔ عمارت کی چار دیواری خاصے بڑے رقبے
ہوئی تھی۔

قاسم کسی بہت بڑے پیپے کی طرح لڑھک رہا تھا۔ اجنبی خاموشی سے چلتا رہا۔
برآمدے میں پہنچ کر رک گئے۔ پھر اجنبی ایک کھڑکی کی طرف جھپٹا۔ چند لمحے اندر جھا
اس کے بعد قاسم کی جانب پلٹ آیا۔

"آؤ..... دیکھو کتنی حسین لگ رہی ہے۔" وہ قاسم کا ہاتھ پکڑ کر دوبارہ کھڑکی کی
بڑھتا ہوا بولا۔

اندر کمرے میں سامنے ہی ایک قبول صورت غیر ملکی عورت آرام کرسی پر نیم دراز
دونوں جھکے ہوئے کھڑکی سے جھانکتے رہے۔

"ارے باپ رے۔" قاسم بڑبڑا کر سیدھا کھڑا ہوگیا۔

"کیوں کیا بات ہے۔"

"اس کے اباوبا کہاں ہیں۔" قاسم نے پوچھا۔ وہ بُری طرح ہانپ رہا تھا۔ شاید
وجہ سے سانس پھول گئی تھی۔

"کیا تم کچھ پریشان ہو۔"

"نن..... نہیں..... تو..... یہ تو..... بہت خبصورت ہے۔"

غالباً قاسم کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اسے کیا کہنا چاہیئے۔

"اچھا تو سنو!" اجنبی آہستہ سے بولا۔ "اس کا تن و توش تم نے دیکھ ہی لیا ہے؟
مجھے بتاؤ کہ شرط جیت سکو گے یا نہیں! ورنہ خواہ مخواہ شرمندگی اٹھانے سے کیا فائدہ۔"

"دیکھو پیارے بھائی..... ہے تو بہت تگڑی..... غرور نہیں قرتا۔"

"اللہ مالک ہے۔"

"ہمت ہار رہے ہو۔" اجنبی غرایا۔

"بقواس مت قرو.....!" قاسم کو بھی غصہ آ گیا۔ "تم قیا سمجھتے ہو۔ پیٹ پر چھ من کا پتھر
رکھ کر ہتھوڑوں سے تڑواڈالتا ہوں۔"

"خیر ابھی معلوم ہو جائے گا۔"

"اچھا میری بھی ایک شرط سن لو۔"

"کہو جلدی سے۔"

"اگر میں جیت گیا تو..... اسی وقت اس سے شادی نہ کر سکوں گا۔"

"دو تین دن بعد کر لینا.....!" اجنبی نے قاسم کا شانہ تھپک کر کہا۔

"قیا وہ گھر میں اکیلی ہے؟"

"بالکل..... گھر کے دوسرے لوگ اس وقت موجود نہیں ہیں۔"

"اغر قوئی گھپلا ہوا تو۔"

"کیسا گھپلا..... میں ساتھ چل رہا ہوں۔"

"تو چلو..... اللہ فتح نصیب قرے غا..... میں کبھی کسی معاملے میں پیچھے نہیں ہٹا۔"

اجنبی نے ہینڈل گھما کر ایک دروازہ کھولا اور دونوں اندر داخل ہوئے۔ نشست کے
کمرے میں پہنچنے کے لئے انہیں بائیں جانب والے پہلے دروازے سے گزرنا پڑا تھا۔

عورت بدستور آرام کرسی پر پڑی رہی۔

اجنبی آہستہ سے بولا۔ "غالباً سو گئی ہے۔"

"تو جگا دو نا" قاسم کی بھاری بھرکم سرگوشی پورے کمرے میں گونج کر رہ گئی۔

"ذرا ٹھہرو..... میں طبلہ کی جوڑی اٹھالاؤں۔"

"میں نے جگانے تو قہا ہے نچانے کو نہیں۔ طبلہ کیا ہوغا۔"

"جب تک سر پر طبلہ نہ بجے نہیں جاگتی۔"

"جلدی قرو..... مجھ سے دیر تک کھڑا نہیں رہا جاتا۔" قاسم بھنا کر بولا۔

اجنبی کمرے سے چلا گیا۔

قاسم عورت کو بڑے غور سے دیکھے جا رہا تھا۔ دیوانی تو تھی لیکن اس کے نقوش
دلآویز تھے۔ آنکھیں بند تھیں اس کے باوجود قاسم کا اندازہ تھا کہ خاصی بڑی بڑی ہوں گی
کٹورا ایسی۔ اس کے ذہن میں تشبیہات بھی خود اسی کے ڈیل ڈول والی آیا کرتی تھیں۔
وہ اسے دیکھتا اور دل ہی دل میں مگن ہوتا رہا۔ پھر کچھ دیر بعد چونک کر بڑبڑایا "
وہ طبلہ۔" اور پھر اس طرح دونوں ہاتھوں سے منہ دبا لیا جیسے بے خیالی میں آواز نکل گئی ہو۔
اس کے بعد وہ جھومتا ہوا اس دروازے کی طرف بڑھا جس سے اجنبی باہر گیا تھا۔
ہینڈل گھما کر دروازہ کھولنا چاہا...... لیکن وہ نہ کھلا۔
"قیا مطلب......؟" وہ آنکھیں نکال کر بڑبڑایا اور مڑ کر عورت کی طرف دیکھنے لگا۔
اب بھی اسی طرح آرام کرسی پر نیم دراز تھی۔ دروازے کی طرف دوبارہ توجہ دینی پڑی۔
وہ اسے باہر سے مقفل کیوں کر گیا تھا۔
قاسم لاکھ احمق سہی لیکن ذاتی تحفظ کی حس تو اس میں بھی تھی۔
ایک بار پھر اس نے دروازے پر زور آزمائی شروع کر دی۔ پھر حلق پھاڑ پھاڑ کر
آوازیں دینے لگا۔
"ابے قہاں مر غئے جا کر...... دروازہ خولو...... نہیں تو ٹکریں مار مار کر توڑ دوں گا
ایسی کی تیسی ہاں نہیں تو۔"
چیختے ہی چیختے خیال آیا کہ اب تو وہ جاگ گئی ہوگی...... تیزی سے اس کی طرف مڑا
یہ دیکھ کر متحیر رہ گیا کہ اس کی پوزیشن میں اب بھی کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔
"قیا مصیبت ہے۔" اس کی زبان سے بے ساختہ نکلا اور اب وہ عورت کی طرف
لڑھک رہا تھا۔
قریب پہنچ کر بھی اسے آوازیں دیں لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔ آخر اپنی پیشانی پر
ہاتھ مار کر بولا۔ "اب میں طبلہ قہاں سے لاؤں...... وہ حرامی تو ابھی تک نہیں لوٹا......
ایسی زوردار اور لچھن ایسے...... تھُڑی تھُڑی! ارے اب اُٹھ بھی جاؤ...... لاحول ولا قوۃ
تو اردو بول رہا ہوں۔ اچھا اب انگریجی بھی سنو۔ ویک اپ ویک اپ آئی ہو کم ٹو فلاں
اپ...... پلیز بیوٹی فل عورت ویک اپ۔"

اچانک اس نے محسوس کیا کہ عورت اسکے باوجود بھی خاموش ہے لہٰذا اسکی بکواس رک گئی۔
اور اس نے سر گھما کر بائیں جانب دیکھا۔ اس کے قریب ہی وہ بھی چت پڑی تھی۔
"ایسی طبلی نیند تو نہ دیکھی نہ سنی۔" وہ چھت کی طرف دیکھتا ہوا بڑبڑایا اور پھر کروٹ لے
کر اُٹھ بیٹھا۔ عورت کی آنکھیں اب بھی بند تھیں۔
یک بیک وہ ہمہ تن توجہ بن کر اسے دیکھنے لگا۔
"ہائیں...... یہ تو...... یہ تو...... سانس ہی نہیں لے رہی...... ارے باپ رے۔"
شائد زندگی میں پہلی بار وہ اتنی پھرتی سے اُٹھ کھڑا ہو سکا ہو۔
گھگھی بندھ گئی۔ عورت سچ مچ مردہ تھی۔
"ارے باپ رے، ارے باپ رے...... ارے باپ رے...... رٹتا ہوا وہ سارے
کمرے میں ناچتا پھر رہا تھا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔"
پھر کچھ نہ سوجھی تو دروازہ پیٹ پیٹ کر چیخنے لگا۔
"ابے او...... ڈاڑھی والے...... او حرامزادے...... ابے سالے مروا دیا...... ارے
باپ رے...... پہلے ہی سے مری ہوئی تھی۔ میں قچھ نہیں جانتا۔ ارے باپ رے۔"
چیختے چیختے گلا رندھ گیا۔ لیکن سب کچھ لاحاصل۔

جال

جدید ترین بے فکرے نوجوانوں کا مجمع تھا۔ لیکن اگر پچاس سال پہلے فوت ہو جانے
والے کسی شریف آدمی کی روح ادھر متوجہ ہو جاتی تو وہ اسے درویشوں کا مجمع سمجھتی اور کسی قدر
متحیر بھی ہوتی کہ درویشوں میں بھی مغربی تہذیب نے جگہ بنا لی ہے۔
ان کی ڈاڑھیوں اور سر کے بال بے تحاشہ بڑھے ہوئے تھے۔ لباس مغربی تھے لیکن
گلے میں موٹے موٹے دانوں والی بڑی مالائیں تھیں۔ ان میں لڑکیاں بھی تھیں اور ان کے

حلئے عام لڑکیوں سے مختلف تھے۔ کچھ لڑکے ایسے بھی تھے جن کے ڈاڑھیاں نہیں تھیں۔ اس
لئے ان میں اور لڑکیوں میں تمیز مشکل تھی۔ ایسے ہی نا قابل شناخت ''نروں'' میں کیپٹن حمید
تھا۔ سر کے بڑے بڑے بالوں کی کمی اس نے وگ سے پوری کی تھی۔ خوبصورت گھونگھریالے
بالوں والی وگ تھی لیکن بہت قریب سے دیکھنے والے بھی اسے مصنوعی نہیں سمجھتے تھے۔ ورنہ
انہیں اپنے درمیان کالی بھیڑ کی موجودگی کا احساس ہو جاتا۔

وہ اس مجمع میں خود نہیں آیا تھا بلکہ لایا گیا تھا۔ ایک ہفتہ پہلے مے پول میں ایسے
ایک بے فکرے سے ملاقات ہوئی تھی اور وہ حمید کے گلے کا ہار ہو گیا تھا۔ اُس نے اپنے حلقے
کی لڑکیوں کی بے حد تعریف کی اور حمید کو اس پر آمادہ کر لیا کہ وہ اسی کے رنگ میں رنگ کر
حلقے تک پہنچے گا۔ وگ لگانے کی تجویز اسی نے پیش کی تھی۔

اس وقت حمید چھینٹ کے لمبے کرتے اور نیلی پتلون میں ملبوس تھا۔ اس کے گلے میں
بھی کئی مالائیں پڑی ہوئی تھیں۔ چرس کے سگریٹ پی رہا تھا لیکن دھواں حلق سے نیچے نہیں
اُتارتا تھا۔

اس کا نیا دوست موبی اس حلقہ میں خاصا مقبول ثابت ہوا۔ اس نے حمید کو آج بتایا
کہ وہ اسے مصلحتاً یہاں لایا تھا۔

''ذرا وہ مصلحت بھی بتاؤ'' حمید اسے گھورتا ہوا بولا۔

''مجھ پر لڑکیوں کا دباؤ بڑھتا جا رہا ہے۔ میں نے تم میں یہ صلاحیت دیکھی تھی کہ وہ
تمہاری طرف بھی متوجہ ہو سکتی ہیں اور میں دیکھ رہا ہوں کہ میرا خیال درست نکلا۔ سبھی تم میں
دلچسپی لے رہے ہیں۔''

''لیکن میں تو صرف اس لئے آیا ہوں کہ مجھے تم لوگوں کا میوزک بہت پسند ہے۔''

حالانکہ یہ سو فیصدی بکواس تھی۔ وہ تو پہلے ہی شب کے بعد ان کے اڈے کا رخ بھی نہ
کرتا اگر ایک لڑکی پسند نہ آ گئی ہوتی۔ وہ عجیب تھی۔ بال تو اس کے بھی بے مرمت تھے اور
اوپری ہونٹ پر ہلکی سی روئیدگی تھی۔ بڑی بڑی آنکھوں میں ہر وقت وحشت سی نظر آتی تھی
خصوصیت سے جب وہ قہقہہ لگاتی تو کسی درندے کی مادہ نظر آنے لگتی۔ اس کے باوجود
اس نے حمید کے ذہن کے کسی گوشے کو چھوا ضرور تھا۔ نام جو کچھ بھی رہا ہو وہ خود کو جولی کہتی

تھی۔ ایک دن نشے میں اس نے حمید کو بتایا تھا کہ چالیس سال پہلے اس کا باپ ترکاریوں کا
ٹھیلا لگاتا تھا...... آہستہ آہستہ وہ پہلے ترکاریوں کا آڑھتی بنا پھر اس کے ٹرک چلنے لگے اور
اب وہ مل اونر ہے...... بہت اچھا باپ ہے۔ اپنے بچوں کو جدید سے جدید ترین طرز زندگی
اختیار کرنے کی نصیحت کرتا رہتا ہے۔ اسے اس کے سارے دوست پسند ہیں۔ اس کا خیال
ہے کہ ترقی پسند قوموں کا رہن سہن اپنائے بغیر ترقی ناممکن ہے۔ حمید کا دوست موبی اس لڑکی
سے الرجک تھا۔ کہتا تھا کہ اس کے قہقہے اسے ٹامی گن کی فائرنگ معلوم ہوتے ہیں۔

اس وقت اس چھوٹے سے کلب میں وحشیانہ قسم کا رقص جاری تھا۔ حمید کے علاوہ اور
سب ناچ رہے تھے۔

اچانک جولی اس کی طرف متوجہ ہوئی اور رقص کرنے والوں کی بھیڑ سے نکل کر ناچتی ہی
ہوئی اس کی طرف بڑھنے لگی۔ حمید ایک کنارے آرام کرسی پر نیم دراز تھا۔

''اے...... تم پر کھولت کیوں طاری ہے۔'' اس نے حمید کو للکارا۔

''آج دوپہر کھجور کے درخت پر چڑھ رہا تھا...... کمر میں چک آ گئی ہے۔'' حمید نے ختم
ہوتے ہوئے سگریٹ کو ایش ٹرے میں ڈال کر کہا۔

''کھجور کے درخت پر کیوں چڑھ رہے تھے۔''

''میری ہابی ہے۔''

''آؤ...... رقص کریں۔''

''بے ہوش ہو جاؤں گا۔''

''چلو اُٹھو۔''

''ہنس ہنس کر مر جانا ہماری معراج ہے۔''

''معراج حاصل کر کے دکھاؤ...... پھر میں بھی کوشش کروں گا۔''

''اُٹھو......!'' وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر گھسیٹتی ہوئی بولی۔

رقص پہلے ہی کی طرح جاری تھا۔ کسی کو اس کی پرواہ نہیں تھی کہ کہاں کیا ہو رہا ہے۔ ساز
بلند آہنگی سے بج رہے تھے اور کوئی بھی آپے میں نہیں معلوم ہو رہا تھا۔

حمید کو بھی طوعاً و کرہاً اسی بھیڑ میں شامل ہو جانا پڑا اور ذرا ہی سی دیر میں عقل ٹھکانے

آ گئی۔ وہ اچھا رقاص تھا لیکن یہ بے ہنگم اچھل کود جس کے ڈانڈے بالآخر افریقہ کے
ناچوں سے جا ملتے تھے اس کے بس سے باہر تھی۔

جولی اس کے مقابل رقص کر رہی تھی۔ ہنس رہی تھی قہقہے لگا رہی تھی۔

حمید نے بآواز بلند کراہنا شروع کر دیا۔

''یہ کیا کر رہے ہو......!'' وہ اس کے قریب آ کر چیخی۔

''میں گا رہا ہوں۔'' حمید نے کہہ کر پھر زور زور سے کراہنا شروع کر دیا۔ کرا
میوزک سے ہم آہنگ تھیں۔

''میری سمجھ میں تو نہیں آ رہا۔''

''واپس چلو ترجمہ کر دوں گا۔''

وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتی ہوئی پھر اسی آرام کرسی کی طرف لائی۔ حمید لیٹ کر ہانپ
اور وہ آرام کرسی کے ہتھے پر بیٹھتی ہوئی بولی۔ ''سناؤ ترجمہ...... یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی
افریقہ کے گیت گا سکتے ہو۔''

''مومباسہ میں پیدا ہوا تھا۔ میری ڈیڈی وہاں لکڑ بگھے کی کھالوں کی تجارت کرتے تھے۔''

''ترجمہ......!'' وہ اس کا شانہ جھنجھوڑ کر بولی۔

''سنو! اے میری محبوبہ۔ تو اندھیری رات کی طرح تاریکیاں بکھیر رہی ہے۔ تو
اپنے چہرے اور پھولے ہوئے پیٹ پر کھریا مٹی سے جو نقش و نگار بنائے ہیں ایسے لگتے
جیسے کہکشاں لہراتی بل کھاتی ہوئی اس تاریک زمین پر اُتر آئی ہو...... اندھیرے کی
میرے خوابوں کی ملکہ ہے۔ کیا تو کچی چھپکلی کھانا پسند کرے گی۔''

جولی کو اوبکائی آ گئی اور وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ ''بس......!''

لیکن حمید کہتا رہا۔ ''چھپکلی نہ سہی کیچوے سہی...... جب تو کچے کیچوے چباتی
تیرے دانتوں کی چمک عجیب معلوم ہوتی ہے۔''

''اوہ...... پلیز اسٹاپ ویٹ نان سنس!'' جولی دوسری اوبکائی کے بعد کراہ کر بولی

''میں تو بالکل ٹھیک ہوں۔'' حمید ہنس پڑا۔ ''پس ثابت ہوا کہ میں تم سے بھی زیا
اور تم سے کہیں زیادہ مایوس ہوں۔ کل ایک زندہ مینڈک نگل لیا تھا اور بے حد خوش تھ

تم...... صرف ترجمہ سن کر تمہاری طبیعت مالش کرنے لگی۔''

''کیسی بوریت کی باتیں شروع کر دیں تم نے......!'' وہ کرسی کے ہتھے سے اٹھتی ہوئی
بولی۔ لیکن حمید نے اس کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لیا۔

''پورے گیت کا ترجمہ سنو۔''

''تم ہمارا مذاق اڑا رہے ہو...... ہم میں سے نہیں معلوم ہوتے۔'' وہ ہاتھ چھڑانے کی
کوشش کرتی ہوئی زور سے چیخی۔

''میں تم میں سے ہوں۔'' حمید بھی اٹھ کر اسی کے سے انداز میں چیخا۔

اچانک ساز بند ہو گئے۔ سناٹا چھا گیا اور پھر جولی کی چنگھاڑ پورے ہال میں گونج اٹھی۔
ناچنے والے اس کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔

موبی دوڑ کر اس کے قریب پہنچا۔ حمید جولی کا ہاتھ چھوڑ چکا تھا۔

''یہ ہم میں سے نہیں ہے۔'' وہ موبی کی طرف دیکھ کر چیخی۔ ''ہمارا مذاق اڑا رہا تھا۔''

''ہاں...... یہ ہم میں سے نہیں ہے۔'' کہہ کر موبی نے حمید کے مصنوعی بال کھینچ لینے
کے لئے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ حمید نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

''تم فراڈ ہو۔'' موبی پہلے تو اس سے لپٹ پڑا...... پھر خود کو چھڑا کر صدر دروازے کی
طرف بھاگا۔

اس کی اس حرکت نے حمید کو پاگل ہو جانے کی حد تک غصہ دلا دیا تھا۔ وہ اس کے پیچھے
جھپٹا۔ موبی باہر نکل کر اپنی گاڑی میں بیٹھ چکا تھا۔ پھر قبل اس کے کہ وہ اس تک پہنچتا گاڑی
جھٹکے کے ساتھ آگے بڑھی اور اب حمید اپنی گاڑی کی طرف لپکا۔

موبی کی گاڑی بہت آگے جا چکی تھی۔ حمید نے اس کا تعاقب شروع کر دیا۔ اس کی
دانست میں موبی اس وقت نشے میں نہیں تھا لہٰذا اس کی اس حرکت پر حمید کا غصہ حق بجانب
تھا۔ خود ہی تو لایا تھا اس بھیڑ میں اور مصنوعی بال استعمال کرنے کا مشورہ بھی اسی نے دیا تھا۔

موبی ایسی سڑکوں سے گزر رہا تھا جن پر ان کے درمیان ٹریفک کی بھیڑ حائل ہو سکتی۔
حمید نے اندازہ کر لیا کہ وہ اسے ڈاج دے کر نکل جانا چاہتا ہے۔

کچھ دیر بعد وہ ایک سنسان سڑک پر نکل آئے۔ دونوں گاڑیوں کے درمیان فاصلہ بھی کم

رہ گیا تھا۔ اچانک موبی نے اپنی گاڑی بائیں جانب والی ایک عمارت کے پھاٹک کے اندر
دی۔ حمید نے پھاٹک کے قریب پہنچ کر گاڑی روکی اور اُتر کر دوڑتا ہوا پھاٹک میں داخل ہوگیا۔
ہوسکتا تھا کہ یہ موبی کی قیام گاہ رہی ہو۔ اُس بھیڑ میں دولت مند گھرانوں کے نوجوان
افراد ہی کی اکثریت تھی۔

موبی کی گاڑی برآمدے کے قریب کھڑی نظر آئی۔ لیکن وہ گاڑی میں نہیں تھی۔
برآمدے میں روشنی تھی۔ صدر دروازہ بند تھا اور کئی کھڑکیاں بھی روشن تھیں۔

حمید پر گویا بھوت سوار تھا۔ موبی کو سبق دینے کے لئے کچھ نہ کچھ تو ہونا ہی چاہئے۔
کُرتے کے نیچے اس نے قمیص پہن رکھی تھی۔ لہٰذا کرتا اُتار کر وگ بھی اتاری اور اسے کُرتے
ہی میں لپیٹ کر بائیں جانب اندھیرے میں اچھال دیا۔

جیب سے ریڈی میڈ میک اپ والے اسپرنگ نکالے جن سے ناک اوپر اُٹھ جاتی تھی
اور پھر بڑھا برآمدے کی طرف۔ دروازہ بند تھا۔ اس نے کال بل کا بٹن دبانا شروع کیا۔ لیکن
دو منٹ گزر جانے کے بعد بھی کسی نے دروازہ نہ کھولا۔

موبی کی گاڑی کھڑی کرنے کی پوزیشن سے یہی ظاہر ہوتا تھا کہ وہ عمارت کے اندر ہی
گیا ہوگا۔ اس نے دروازے کا ہینڈل گھمایا اور دروازہ کھلتا چلا گیا۔

''موبی......!'' میں جھگڑا نہیں کرنا چاہتا۔ وہ پوری قوت سے چیخا۔ ''باہر آجاؤ۔''

اس کا بھی کوئی جواب نہ ملا۔ راہداری میں روشنی تھی۔ وہ آگے بڑھا ہی تھا کہ اسے
رک جانا پڑا۔ پھر وہ بے ساختہ دروازے کی طرف مڑا تھا۔ اتنے میں اس نے قفل میں کنجی
گھومنے کی آواز سنی کسی نے باہر سے دروازہ مقفل کر دیا تھا۔

''موبی میں تمہیں......فنا کردوں گا۔'' حمید دروازے کے ہینڈل پر زور آزمائی کرتا ہوا
دہاڑا۔ لیکن بے سود۔ دروازہ نہ کھل سکا۔

دفعتاً بائیں جانب والے دروازے پر دوسری طرف سے ضربات پڑنے لگیں اور عجیب سی
آوازیں سنائی دیں۔ ''ابے قون ہے سالے درواجا کھولو......وہ پہلے ہی سے مری ہوئی تھی۔''

اب حمید کے کان کھڑے ہوئے۔ گو آواز گھٹی گھٹی سی تھی لیکن لاکھوں میں پہچانی جاسکتی
تھی۔

حمید نے طویل سانس لے کر ناک کے اسپرنگ سنبھالے اور بائیں جانب والے
دروازے کی طرف پوری طرح متوجہ ہوگیا۔

قفل میں کنجی موجود تھی۔ وہ سوچ میں پڑ گیا۔ اسے کیا کرنا چاہئے۔ یہاں پہلے سے
قاسم کی موجودگی کی بناء پر کسی سازش ہی کے امکان پر غور کیا جاسکتا تھا۔ وہ پھر صدر دروازے
کی طرف بڑھا اور دوبارہ ہینڈل پر زور آزمائی شروع کردی۔

بائیں جانب والا دروازہ اب بھی پیٹا جا رہا تھا اور قاسم کی ''گھوں گھوں'' مسلسل سنائی
دے رہی تھی۔

تھک کر اسی دروازے کی طرف پلٹ آیا۔ قفل میں کنجی گھمائی اور ''پولیس'' کا نعرہ لگاتا
ہوا کمرے میں گھس پڑا۔ قاسم سامنے ہی کھڑا ہانپ رہا تھا۔

''پپ......پولیس......!'' وہ ہکلایا اور پھر جلدی جلدی کہنے لگا۔

''الاقسم......وہ پہلے ہی سے مری ہوئی تھی۔ مم......میں......قچھ نہیں جانتا۔ بھائی
پپ......پولیس......جھوٹ بولتا ہوں تو آنکھیں پھوٹ جائیں۔''

اچانک حمید کو وہ عورت نظر آئی جو فرش پر چت پڑی ہوئی تھی۔ وہ جھپٹ کر اس کی
طرف بڑھا۔

اور پھر اسے ایسا محسوس ہوا جیسے کھوپڑی میں ایک پل میں ہزاروں چکر لگا ڈالے ہوں۔

وہ عورت ایک غیر ملکی سفارت خانے کی کلچرل سیکریٹری تھی۔

تین دن پہلے سفارت خانے کی طرف سے اس کی گمشدگی کی رپورٹ درج کرائی گئی
تھی اور اس وقت ملک کے گوشے گوشے میں اس کی تلاش جاری تھی۔

فریدی کے پاس بھی حمید نے اس کی تصویریں دیکھی تھیں اسی لئے پہلی ہی نظر میں اسے
پہچان گیا تھا۔

دفعتاً قاسم اس کے قریب آکر ہکلانے لگا۔ ''مم......میں بے قصور ہوں......
سس......سالا......مجھے یہاں لایا تھا......قہنے لغا ایک عورت کو نیچا دکھانا ہے......ارے
باپ رے......اب خود کھسک غیا اور میں نیچا دکھا رہا ہوں۔''

خاموش ہو کر اس نے اپنے سر پر دوہتڑ چلایا۔

"جلدی سے پوری بات بتاؤ۔" حمید آواز بدل کر غرایا۔ "اس عورت کی گمشدگی رپورٹ درج کرائی گئی تھی۔"

"ارے باپ رے...... تب تو میں مرغیا...... اے بھائی صاحب...... پپ پولیس میں آرلچھو خانا خا رہا تھا کہ وہ حرامی ڈاڑھی والا آ گیا...... قہنے لغا آدمی کا غوشت کھاؤں غا...... پھر میری طرف اشارہ کر کے قہنے لغا ایسے تگڑے آدمی کا غوشت کھاؤں گا...... میں جھوٹ نہیں بول رہا ہوں...... وہاں قے بیرے تمہیں بتائیں غے۔ پھر سالے نے مجھ سے دوستی قرلی اور کہنے لگا تم بہت طاقتور معلوم ہوتے ہو۔ میری مدد کرو۔ ایک بہت تگڑی عورت کو نیچا دکھانا ہے۔ پھر مجھے یہاں لایا۔ یہ آرام کرسی پر لیٹی سو رہی تھی۔"

"کم سے کم الفاظ میں بتاؤ...... نیچا کس طرح دکھانا تھا۔" حمید غرایا۔ ویسے اس کی حالت بھی غیر تھی۔ وہ اچھی طرح سمجھ گیا تھا کہ اسے اور قاسم کو اس معاملے میں الجھانے کی کوشش کی گئی ہے اور وقوعے سے بہت پہلے کی پلاننگ معلوم ہوتی ہے۔

وہ قاسم کو گھورتا رہا۔

"اب قیا بتاؤں......!" قاسم روہانسا ہو کر بولا۔ "سالے نے قہا تھا وہ قہتی ہے جو کوئی مجھے بیٹھے سے اٹھا دے گا اسی قی ہو جاؤں غی۔"

"اور تم نے بیٹھے سے لٹا دیا۔" حمید دانت پیس کر بولا۔

"الاقسم پہلے ہی سے بالکل مری ہوئی تھی۔ میں نے اٹھایا اور وہ خود سے لیٹ غئی۔ مطلب یہ کہ گر گئی!"

"تو ہو گئی تمہاری...... اٹھا لے جاؤ۔"

"ارے باپ رے...... ارے بھائی صاحب...... میری جان بچوا دو...... پچاس ہزار دوں غا...... پپ پولیس بھائی۔"

"اور جو یہ اب تمہاری ہو گئی ہے اس کا کیا ہو گا۔" حمید زہریلے لہجے میں بولا۔ "خوش قسمت آدمی ہو کہ ایک بغیر بولتی ہوئی عورت تمہاری ہو گئی ہے۔ لے جاؤ...... مسالہ لگا کر رکھوا دینا...... وہ تو بولتی ہوئی عورت کی مصیبت ہوتی ہے کہ کہاں رکھی اٹھائی جائے۔"

"اے پولیس بھائی الاقسم معاف کر دو...... پچاس ہزار......!"

"خاموش رہو۔" حمید نے اسے جھڑک دیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ خود اس کا موقع پر پایا جانا بے حد خطرناک ثابت ہو گا لہٰذا فوری طور پر یہاں سے نکل جانے کی تدبیر کرنی چاہئے۔ ہو سکتا ہے اب پولیس آ رہی ہو...... وہ اور قاسم ایک بڑے حلقے میں خاصے جانے پہچانے تھے اور سبھی جانتے تھے دونوں کی یکجائی انہیں کس طرف لے جاتی ہے۔ لہٰذا یہاں دونوں کی موجودگی گہری سازش ہی کا نتیجہ ہو سکتی ہے۔

دفعتاً اس نے قاسم کے ساتھ اپنا رویہ تبدیل کر دیا اور اسے ترحم آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے نرم لہجہ میں کہا۔ "تو پھر پچاس ہزار کی بات پکی رہی اور ہاں...... تم یہ نہ سمجھنا کہ میں تمہیں نہیں جانتا...... تمہارا نام قاسم ہی ہے نا۔"

"جی ہاں...... جی ہاں...... پیارے بھائی۔"

"میں جانتا ہوں کہ تم پچاس ہزار آسانی سے دے سکو گے۔"

"بالکل...... بالکل...... جس کی قسم قہو کھا جاؤں۔"

"نہیں بس تمہارا کہہ دینا ہی کافی ہے۔ اچھا اب جو کچھ میں کہوں اس پر خاموشی سے عمل کرو۔ وہاں اس کرسی پر چپ چاپ بیٹھ جاؤ...... جب تک میں آواز نہ دوں اٹھ کر دروازے کے قریب نہ آنا...... دروازہ میں تھوڑا سا کھلا رہنے دوں گا۔"

"بہت اچھا...... بھائی صاحب۔" قاسم سر ہلا کر بولا اور لڑکھڑاتا ہوا اس کرسی کی طرف بڑھا جس کی جانب حمید نے اشارہ کیا تھا۔

حمید بخوبی سمجھتا تھا کہ اتنا سہارا مل جانے کے بعد قاسم اپنے ذہن کو کام میں نہیں لائے گا۔

وہ کمرے سے نکلا اور دروازے کو اس حد تک کھلا رہنے دیا کہ راہداری میں کھڑے ہونے والوں کو کمرے کے اندر کا حال نہ دکھائی دے۔ اس کے بعد اس نے اس دروازے اور صدر دروازے کے ہینڈل کو رومال سے صاف کیا تھا اور صدر دروازے کے قریب ایسی پوزیشن میں کھڑا ہو گیا تھا کہ دروازہ کھلتے ہی وہ اس کی اوٹ میں ہو جائے۔ اسے یقین تھا کہ انہیں الجھانے والے اب پولیس ہی کو مطلع کریں گے تاکہ لاش کے ساتھ وہ دونوں بھی برآمد کئے جا سکیں۔ مقصد جو کچھ بھی ہو۔

اگر پولیس آئی تو کم از کم ایک آدمی تو یقینی طور پر برآمدے میں ٹھہرے گا۔

جس وقت وہ کمپاؤنڈ میں داخل ہوا تھا برآمدے تک اندھیرے ہی کی حکمرانی نظر
تھی۔ برآمدے میں ہلکی سی روشنی تھی۔ کال بل کے پش بٹن پر اس کی انگلیوں کے نشان
موجود ہوں گے اور صدر دروازے کا ہینڈل بھی اس نے گھمایا تھا۔ اونہہ دیکھا جائے گا۔
سازشیوں نے پولیس کو اطلاع دیتے وقت مادام تمارا ازاغلو کا نام لیا تو یہاں فریدی
موجودگی ضروری ہوگی۔ کیونکہ کیس اس تک پہنچ چکا تھا اور سول پولیس والے اسے مطلع
بغیر خود کوئی قدم نہیں اٹھائیں گے۔

وہ دم سادھے کھڑا سوچتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد برآمدے میں بھاری قدموں کی آ
سنائی دی اور حمید کا دل کھوپڑی میں دھڑکنے لگا۔ پھر کسی نے گھنٹی کا بٹن دبایا اور حمید نے س
کہ چلو پش بٹن سے تو اس کی انگلی کے نشانات صاف ہوگئے۔ گھنٹی پے در پے بجتی رہی۔ اس
بعد کسی نے کہا۔ "جواب نہیں مل رہا۔ قفل میں کنجی بھی موجود ہے۔ دروازہ کھول کر اندر چلو۔"

حمید کے لئے دوسرا اطمینان...... قفل کھلنے کے بعد ہینڈل گھمایا جائے گا اور اس پر
بھی اس کی انگلیوں کے نشانات غائب ہو جائیں گے۔

دروازہ تھوڑا تھوڑا کر کے کھلا اور ٹھیک اسی وقت قاسم کی آواز بھی سنائی دی۔ "پیارے
بھائی قہاں چلے غئے۔"

غالباً اسی آواز کی بناء پر جتنے بھی تھے اسی کمرے میں گھستے چلے گئے تھے۔

حمید بڑی پھرتی سے دروازے کی اوٹ سے نکلا اور برآمدے میں پہنچ گیا۔ لیکن ساتھ
ہی اس نے کسی کی "ہائیں" بھی سنی۔ تیزی سے مڑا۔ وہ ایک کانسٹیبل تھا۔ دوسرے ہی لمحے
میں اس کا بھرپور ہاتھ کانسٹیبل کی کنپٹی پر پڑا اور وہ مزید آواز نکالے بغیر ڈھیر ہو گیا۔

حاضر دماغی کی بناء پر اس نے بڑی پھرتی سے برآمدے کی لائٹ بھی آف کر دی تھی۔

اس کے بعد اسے ہوش نہیں کہ کس طرح اپنی گاڑی تک پہنچا تھا کیونکہ برآمدے کی
لائٹ آف ہوتے ہی اس نے اپنی پشت پر شور سا سنا تھا۔

اب اس کی گاڑی تیز رفتاری کے ریکارڈ توڑ رہی تھی۔ عقب نما آئینے پر بھی اس کی نظر
تھی کہ کہیں تعاقب تو نہیں کیا جا رہا۔ لیکن کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد بھی وہ اس سلسلے میں
مطمئن ہی رہا۔

اب کیا کرنا چاہئے۔ اس نے سوچا۔ قاسم ایک بہت بڑی مصیبت کا شکار ہو گیا ہے۔
اس کی گلو خلاصی کیسے ہوگی۔

دوسرا سوال یہ تھا کہ فریدی کو اس حادثے سے مطلع کیا جائے یا نہیں!

اچانک اسے اپنا چھینٹ کا کرتا اور وگ یاد آئے جنہیں وہ اس عمارت کی کمپاؤنڈ میں
پھینک آیا تھا۔ اگر یہ سازش ہی تھی تو ان دونوں چیزوں سے خاصی سنسنی پھیلے گی اور خود اس کی
ذات کسی نہ کسی طرح ملوث ہو ہی جائے گی۔ موبی کوئی ایسا طریقہ اختیار کرے گا کہ......

خیالات کی رو ٹوٹ گئی کیونکہ ایک تیز رفتار گاڑی اس کے قریب سے گزری تھی لیکن حمید
اسے عقب نما آئینے میں نہیں دیکھ سکا تھا۔ تو پھر وہ قریب ہی کی کسی گلی سے نکل کر سڑک پر
آئی ہوگی۔ حمید اس کی عقبی سرخ روشنی دیکھتا رہا۔

اب وہ پھر سوچنے لگا تھا کہ اگر وہ اس معاملے میں ملوث کیا جانے والا تھا تو کسی نہ کسی
طرح دوبارہ پھانسنے کی کوشش کی جائے گی اور وہ چھینٹ کا کرتا۔

دفعتاً اگلی کار کی عقبی سرخ روشنیاں بجھ گئیں...... حمید نے اسے کوئی اہمیت نہ دی اور اپنی
رو میں بہتا رہا۔

ہوش تو اس وقت آیا جب وہی گاڑی سڑک پر ترچھی کھڑی نظر آئی۔ خود اس کی گاڑی
کی بیٹری کمزور ہونے کی وجہ سے ہیڈ لائیٹس کا حیطۂ انعکاس کم ہو گیا تھا۔ بہر حال اس نے پورے
بریک لگائے اور اس کی گاڑی دوسری گاڑی سے صرف ایک فٹ کے فاصلے پر رک گئی۔

نئی اُفتاد

گاڑی رکتے ہی حمید بدلی ہوئی آواز میں چنگھاڑنے لگا۔

"کیا بیہودگی ہے...... کیا تمہاری شامت آئی ہے۔" دو آدمی گاڑی سے کود کر اس کی
طرف جھپٹے۔ حمید گاڑی ہی میں بیٹھا رہا۔

ٹارچ کی روشنی اس کے چہرے پر پڑی اور وہ مزید چڑچڑے پن کا مظاہرہ کرنے لگا۔

"یہ وہ تو نہیں ہے۔" دونوں میں سے ایک بولا اور حمید نے موبی کی آواز صاف پہچان لی۔

ٹارچ کی روشنی سے آنکھوں میں چکا چوند کی بنا پر وہ ان کی شکلیں نہیں دیکھ سکا تھا۔

دفعتاً اس نے گاڑی کا دروازہ کھول کر پوری قوت سے دھکا دیا اور وہ دونوں لڑکھڑاتے ہوئے پیچھے ہٹ گئے۔ حمید نے ان پر چھلانگ لگائی۔ ایک اس کی گرفت میں آ گیا تو دوسرے نے مقابلے کی بجائے بھاگ نکلنے میں عافیت سمجھی۔

یہ بھی عجیب اتفاق تھا کہ حمید کی گرفت میں آنے والا موبی ہی نکلا۔ وہ نہایت خاموشی سے اس کی پٹائی کرتا رہا۔ دوسرا آدمی گاڑی لے کر رفو چکر ہو چکا تھا۔

جب موبی بالکل ہی بے سدھ ہو گیا تو حمید نے اسے کھینچ کر گاڑی کی پچھلی سیٹ پر ڈال دیا۔ موبی کی کنپٹیوں پر اس نے ایسی ہی ضربات لگائی تھیں کہ وہ دیر تک ہوش میں نہیں آ سکتا تھا۔

اس کے بعد اس نے راستہ تبدیل کر دیا۔ جانا تھا گھر ہی کی طرف اور وہ جلد از جلد فریدی کو ان حالات سے آگاہ کر دینا چاہتا تھا۔

قریباً بیس منٹ کے بعد فریدی کی کوٹھی کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوا۔ رات کے گیارہ بج رہے تھے۔ فریدی گھر پر موجود نہیں تھا۔ کریم سے معلوم ہوا کہ وہ کچھ ہی دیر پہلے کسی کی کال ریسیو کر کے باہر گیا تھا۔

موبی کی بے ہوشی ابھی رفع نہیں ہوئی تھی۔ حمید نے اسے ایک کمرے میں مقفل کر دیا اور فریدی کی واپسی کا انتظار کرنے لگا۔ نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ ایسے میں نیند کیا آتی۔ موبی کا اس طرح ہاتھ لگ جانا اس کی اپنی بہت بڑی کامیابی تھی۔ اب اسکی خواہش تھی کہ فریدی کو متحیر کر دے۔ ظاہر ہے کہ وہ واپسی پر تمارا ازغلو اور قاسم کی کہانی ضرور سنائے گا۔

کافی اور تمباکو نوشی کے سہارے اس نے دیئے۔ بارہ بج کر بتیس منٹ پر فون کی گھنٹی بجی تھی۔

حمید نے جھپٹ کر ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے فریدی ہی کی آواز سنائی دی تھی۔

"کیا قصہ ہے۔" اس نے پوچھا۔ حمید نے فون پر بھی لہجے کی خشکی محسوس کر لی تھی اسے

غیر ارادی طور پر غصہ آ گیا۔

"کیا مطلب! کیسا قصہ!"

"قاسم نے پچاس ہزار رشوت طلب کرنے والے کا جو حلیہ بتایا ہے۔"

"جی ہاں.... میں سمجھ گیا......!" حمید بھنا کر بولا "لیکن میں بھی خالی ہاتھ نہیں ہوں۔"

"کیا مطلب......؟"

"جس نے مجھے دھوکہ دے کر اس عمارت تک پہنچایا تھا وہ میرے ہاتھ لگ گیا ہے۔"

"اوہو......!"

"کوئی نئی بات نہیں ہے۔" حمید نے خشک لہجے میں کہا۔ "اگر مجھ سے کوئی حماقت سرزد ہوتی ہے تو خود ہی لیپا پوتی کر لیتا ہوں۔"

"وہ کہاں ہے۔"

"ہماری کوٹھی کے ایک کمرے میں بیہوش پڑا ہے۔"

"وہیں ٹھہرو...... میں آ رہا ہوں۔"

"بہت بہتر......!" حمید نے ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔

یہ چیز شدت سے کھل گئی تھی کہ فریدی نے میک اپ والے حلیے سے قیاس کر لیا۔

طویل سانس لے کر وہ آرام کرسی پر نیم دراز ہو گیا۔

فریدی ٹھیک دس منٹ بعد کمرے میں داخل ہوا تھا۔ خلاف معمول حمید نے اس کے چہرے پر بشاشت دیکھی اور اس کی ساری کوفت دور ہو گئی۔

"میں سمجھا تھا کہ تمہاری ہی کسی حماقت کی بناء پر قاسم اس عمارت میں پہنچا ہوگا۔" اس نے سامنے والی میز کے ایک گوشے پر ٹکتے ہوئے کہا۔

"اتنا احمق بھی نہیں ہوں۔" حمید بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

"خیر...... کیا قصہ ہے۔"

حمید نے اپنی کہانی شروع کر دی۔ فریدی اس کی طرف دیکھے بغیر سن رہا تھا۔ اسکے خاموش ہونے پر طویل سانس لیکر بولا "اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موبی کو تم نے ہی موقع دیا تھا۔"

"اگر میں موقع نہ دیتا تب بھی کسی نہ کسی طرح یہی ہونا تھا۔ ورنہ موبی اسی عمارت میں

کیوں داخل ہوتا۔"

"ہوں......!" فریدی سگار کیس سے سگار نکالتا ہوا بولا۔

"اب میں تمہارے قیدی کو دیکھنا چاہتا ہوں۔"

دونوں اُٹھ گئے۔ کمرہ عمارت کے ایک دور افتادہ حصہ میں تھا۔ جیسے ہی وہ اس قریب پہنچے انہوں نے دروازہ پٹنے کی آواز سنی۔

"ہوش میں آ گیا ہے۔" حمید بڑبڑایا۔

دروازہ کھلتے ہی موبی نے نکل بھاگنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن حمید پر نظر پڑتے ہی جہاں تھا وہیں رہ گیا۔

"تت......تم......وجدی۔" وہ ہکلایا۔

حمید نے اسے اپنا نام یہی بتایا تھا۔

"بیٹھ جاؤ۔" فریدی نے کرسی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

اب وہ فریدی کی طرف متوجہ ہوا اور بے ساختہ ہکلانے لگا "وہ......وہ...... محض مذاق تھا...... یار وجدی تم بُرا مان گئے۔"

"وجدی! اس کا نام وجدی تو نہیں ہے۔" فریدی نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ نظریں چرا رہا تھا۔

"مم......میں کیا جانوں۔"

"کیا تم اس عمارت میں رہتے ہو جہاں تم نے اپنی گاڑی کھڑی کی تھی۔"

"نن نہیں...... وہ تو ڈاج دینے کے لئے...... میں جانتا تھا کہ وجدی بہت غصے ور ہے۔ لہٰذا اس وقت اس سے بچنا چاہئے پھر کسی وقت منالوں گا۔"

"وہاں کون رہتا ہے۔"

"میں نہیں جانتا۔ پھاٹک کھلا دیکھ کر گاڑی اندر لیتا چلا گیا تھا۔"

"پھر تم نے عمارت کے اندر داخل ہونے کی جرأت کیسے کی؟"

"میں اندر نہیں گیا تھا۔ مہندی کی باڑھ کے پیچھے چھپا ہوا تھا۔ جب وجدی اندر چلا گیا تو وہاں سے بھاگ نکلا۔"

سڑک پر تمہیں کس کی تلاش تھی جس کے لئے تم نے ایک شریف آدمی کی گاڑی غیر قانونی طور پر روکی تھی۔

"مم...... مجھے کچھ یاد نہیں۔"

"اب تم اسے اپنا کارڈ دے سکتے ہو......!" فریدی نے حمید کی طرف دیکھ کر کہا۔

حمید نے چپ چاپ تعمیل کی۔ اس دوران میں وہ خاموش ہی رہا تھا۔

کارڈ دیکھتے ہی موبی بوکھلا کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ پھٹی پھٹی آنکھوں سے کبھی حمید کی طرف دیکھتا تھا اور کبھی فریدی کی طرف۔ دفعتاً وہ بے جان ہو کر دوبارہ کرسی پر گر گیا۔

"اب تم خود کو ایک عورت کے قتل کے الزام میں زیر حراست سمجھو۔" فریدی نے سرد لہجے میں کہا۔

موبی پھر اچھل پڑا۔

"قتل......!" اس کی آنکھوں سے خوف جھانکنے لگا۔

"اسکی لاش اسی عمارت میں پائی گئی ہے جہاں تم کیپٹن حمید کو دھوکے سے لے گئے تھے۔"

"نن نہیں...... میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔"

"تم کسی سازش کے تحت کیپٹن حمید کو اس قتل میں ملوث کرنا چاہتے تھے۔"

"خدا کے لئے آپ لوگ مجھ پر رحم کیجئے۔ میں کچھ نہیں جانتا میں تو یہ بھی نہیں جانتا کہ یہ کوئی آفیسر ہیں۔"

"پھر تم خصوصیت سے اسی عمارت میں کیوں گھسے تھے۔"

"میں نہیں جانتا تھا کہ اس عمارت میں کوئی لاش بھی موجود ہے یقین کیجئے!"

"اس پر یقین کر لیا جائے تو پھر تمہیں یہ بتانا پڑے گا کہ تمہیں سڑک پر کس کی تلاش تھی؟"

"یہ میں نہیں جانتا...... بلکہ اس کا علم اسے ہوگا جو میرے ساتھ تھا۔"

"تمہارے ساتھ کون تھا۔"

"اجنبی خان......!"

"یہ کون ہے۔"

"بہت اچھا آدمی ہے...... بہت دنوں سے ہمارے لئے منشیات فراہم کر رہا ہے۔"

''اوہو......!'' فریدی حمید کی طرف مڑا۔

''سڑک پر اندھیرا تھا...... میں اس کی شکل نہیں دیکھ سکا۔'' حمید بولا۔

''اس کا پتہ......!'' فریدی نے موبی کو گھورتے ہوئے سوال کیا۔

''میں پتہ نہیں جانتا...... وہ ایک لڑکی کے توسط سے ہمارے حلقے میں متعارف ہوا تھ

''کس لڑکی کے توسط سے۔'' حمید نے پوچھا۔

''جولی مدار بخش اسے کلب میں لائی تھی۔''

''جولی مدار بخش...... یعنی......!''

''ہاں وہی جس سے تمہارا جھگڑا ہوا تھا...... جھگڑا نہ ہوتا تب بھی۔''

موبی نے جملہ پورا کیے بغیر اپنے ہونٹ سختی سے بھینچ لیے۔

''ہوں......!'' فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ ''جھگڑا نہ ہوتا تب بھی تم
کرتے۔''

موبی نے سر جھکا لیا۔

دفعتاً فریدی سخت لہجے میں بولا۔ ''سچی بات! ورنہ پھانسی کا پھندا تمہارا منتظر ہے۔''

''وہ...... وہ دراصل...... اجنبی خان ہی نے مجھ سے کہا تھا کہ کیپٹن حمید سے متعار
ہو کر کسی نہ کسی طرح اسے اپنے حلقہ میں لے آؤں۔''

''اس نے تمہیں بتایا ہوگا کہ وہ کیپٹن حمید ہے۔''

''نہیں جناب...... ہرگز نہیں...... اس نے کہا تھا کہ زندہ دل آدمی معلوم ہوتا
اسے ہمارے حلقے میں متعارف ہونا چاہئے۔''

''اور تم نے یقین کر لیا تھا کہ مقصد صرف اس کی زندہ دلی سے محظوظ ہونا ہے۔''

''مقصد......!'' موبی بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ ''ہمیں مقصد کی پرواہ نہیں ہوتی۔ ہمار
لئے یہ لفظ ہی بے معنی ہے...... ہم تو اپنے ذہن کی رو میں بہنے کے قائل ہیں......!''

''خیر......!'' فریدی ہاتھ اٹھا کر خشک لہجے میں بولا۔ فی الحال تمہارا فلسفہ حیات زیر بحث
نہیں ہے۔ آج کیپٹن حمید کو اس عمارت تک لگا لے جانے کا مشورہ بھی اسی نے دیا ہوگا۔

''جی ہاں! ہم دونوں ہی کمپاؤنڈ کے ایک تاریک گوشے میں موجود تھے۔''

''اور تم دونوں نے اس کا تعاقب شروع کر دیا تھا۔''

''جی ہاں...... لیکن کیپٹن حمید کی بجائے......!'' موبی پھر جملہ پورا کیے بغیر خاموش ہو گیا۔

''اس آدمی کا حلیہ بتاؤ۔'' فریدی نے اسے نظر انداز کر کے کہا۔ موبی نے کسی مصور ہی کے سے انداز میں اجنبی خان کا حلیہ بیان کیا تھا۔

اس کے خاموش ہونے پر فریدی نے کہا۔ ''خود تمہارے متعلق کیا پوچھا جائے ویسے اگر تم سول پولیس کے حوالے کر دیئے گئے تو سیٹھ طیب جی کی بڑی بے عزتی ہوگی۔''

''مم...... مجھ پر رحم کیجئے۔ اگر آپ والد صاحب کو جانتے ہیں تو یہ بھی جانتے ہوں گے کہ وہ مجھے زندہ نہ چھوڑیں گے۔''

''اسی لئے میں چاہتا ہوں کہ تمہیں معمولی حوالات کی بجائے اپنی نجی حوالات میں رکھوں۔''

''آپ میرا کچھ بھی کیجئے۔ لیکن والد صاحب کو ان حالات کا علم نہ ہونا چاہئے۔''

''ٹھیک ہے...... تم یہیں رہو گے۔''

''شش...... شکریہ...... شاید آپ کرنل فریدی ہیں۔''

''بس آرام کرو۔'' فریدی اٹھتا ہوا بولا۔ ''تمہیں کسی چیز کی ضرورت تو نہیں۔''

''جناب نہیں...... شکریہ۔''

کمرے سے باہر نکل کر حمید نے دوبارہ دروازے کو مقفل کر دیا۔

قاسم نے بھی یہی حلیہ بتایا تھا۔ فریدی پُرتفکر لہجے میں بولا۔ ''تمہارا کیا خیال ہے۔''

''یہی حلیہ تھا۔'' حمید نے طویل سانس لی۔

''اور میرا خیال ہے کہ موبی کو تم سے الجھا چھوڑ کر وہ اسی لئے بھاگ گیا کہ تمہیں میک اپ میں پہچان نہ سکا تھا۔''

''آخر چکر کیا ہے!''

''جلد ہی معلوم ہو جائے گا...... مجھے قاسم کی فکر ہے۔ دوسری فکر اس بات کی ہے کہ اس نے آرلکچو کے بیروں کو کیوں بیچ میں ڈالا۔''

''ہاں...... اگر وہ آدمی کا گوشت طلب نہ کرتا تو وہ اسے نظر انداز کر دیتے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اصل مقصد قاسم کو الجھانا ہرگز نہیں ہو سکتا۔''

وہ دونوں سٹنگ روم میں واپس آ گئے۔ فریدی کے چہرے پر گہرے تفکر کے آثار تھے۔

''آپ نے جولی مدار بخش کے بارے میں مجھ سے کچھ نہیں پوچھا۔''

''کیا تمہیں علم تھا کہ موبی سیٹھ طیب جی کا لڑکا ہے۔''

''نہیں......!''

''میں اس پوری بھیڑ سے واقف ہوں حمید صاحب! جولی مدار بخش ٹیکسٹائل ملز والوں کے خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔''

''لیکن شائد آپ یہ نہ جانتے ہوں کہ مدار بخش صاحب کسی زمانے میں ترکاریوں کی تجارت کرتے تھے۔''

''غیر متعلق باتوں میں نہ پڑو...... میں بڑی الجھن میں ہوں۔''

''کیا آپ بھی ان لوگوں کے ساتھ تھے۔ جب میں اس عمارت سے فرار ہوا تھا۔''

''نہیں! لاش برآمد ہونے کے بعد مجھے مطلع کیا گیا تھا۔''

''پولیس وہاں کس طرح پہنچی تھی۔''

''پڑوس ہی سے کسی نے حلقے کے تھانے میں فون کیا تھا کہ ای ۱۲/۱ میں کوئی ہنگامہ ہے۔ پے درپے فائرنگ کی آوازیں آتی رہی تھیں۔''

''اوہو......!''

''لیکن آس پاس کی کسی عمارت سے بھی اس قسم کی کوئی اطلاع نہیں دی گئی تھی کیونکہ کسی نے بھی فائرنگ کی آوازیں نہیں سنی تھیں۔ بہرحال تم نے عقلمندی کا کام کیا مگر میری ڈائری میں کسی ایسے آدمی کا اندراج موجود ہی رہے گا جس نے قاسم سے پچاس ہزار بطور رشوت طلب کئے تھے اور پھر ایک کانسٹیبل پر حملہ کر کے فرار ہو گیا تھا...... اب تم اپنا ریڈی میڈ میک اپ قطعی استعمال نہ کرو گے۔''

''بہت بہتر جناب عالی...... کیا اب سو جانے کی اجازت ہے۔''

''نہیں...... پہلے کافی پئیں گے۔''

''آپ کے حصہ کی بھی پہلے ہی پی چکا ہوں۔''

''بکومت...... چلو کچن میں...... وہیں باتیں ہوں گی۔''

''کچھ ملازم رات کی ڈیوٹی کے بھی ہونے چاہئیں......!'' حمید کراہ کر اٹھتا ہوا بولا۔

''گھر ہے...... کارخانہ نہیں ہے۔''

''کسی عورت کے بغیر کارخانہ ہی لگتا ہے۔''

''ہماری بیٹی نیلم آئے گی...... وہ واپس آ رہی ہے۔''

''صرف اپنی کے سے کوئی تلابابا کہہ کہہ کر اس نے میرا کیریئر تباہ کر دیا ہے۔''

''چلو......!'' فریدی اسے دروازے کی طرف دھکیلتا ہوا بولا۔

ٹھیک اسی وقت فون کی گھنٹی بجی تھی۔ فریدی نے آگے بڑھ کر ریسیور اٹھا لیا۔

''یس! فریدی اسپیکنگ...... ہوں...... کیا...... اچھا...... پہلے اسے ایگزامن کرالو...... اس میں ایکسپلوسیو تو نہیں ہے۔ نہیں کھولنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اسے یونہی لیبارٹری میں پہنچا دو۔''

وہ ریسیور رکھ کر حمید کی طرف مڑا۔

''کیا بات ہے۔''

''میرے نام ایک پارسل...... آدھا گھنٹہ ہوا کوئی واچ اینڈ وارڈ کے آدمی کو دے گیا ہے...... رمیش کی کال تھی۔ وہ اس وقت ڈیوٹی پر ہے۔''

''ایک بجے پارسل......!'' حمید گھڑی پر نظر ڈالتا ہوا بڑبڑایا۔

''پرواہ مت کرو...... چلو کافی بناؤ۔''

''اتنی رات گئے تو لوگ بیویوں کو بھی پریشان نہ کرتے ہوں گے۔''

''کسی وقت تو آدمیوں کی طرح گفتگو کیا کرو۔''

''آدم سے چلی تھی یہ ریت جو آدمیوں تک پہنچی...... جولی مدار بخش کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے!''

''تمہارے خیال سے مختلف ہے۔ اب کھسکو یہاں سے۔''

وہ کچن میں آئے۔ حمید نے اسٹوو پر کافی کے لئے پانی رکھ دیا۔ فریدی بڑی میز کے ایک گوشے سے ٹک کر بجھا ہوا سگار سلگانے لگا تھا۔

''آپ کا خیال ہے کہ موبی ٹائپ کے لوگ مایوسی کا شکار ہیں۔'' حمید بولا۔

''ہاں میرا یہی خیال ہے۔''

''لیکن اس بھیڑ میں سب ہی دولت مند گھرانوں کے لوگ ہیں۔''

''اس سے کیا ہوتا ہے...... پوری نئی نسل غیر شعوری طور پر مایوسی کا شکار ہے۔ ا
امیر غریب کی تخصیص نہیں۔ اس کے لاشعور پر ایٹمی تباہ کاریوں کی پرچھائیاں پڑ رہی ہ
کی بناء پر افزائش نسل کی جبلت بے پناہ طور پر اُبھر آئی ہے اور یہ بے راہروی کی
لے جا رہی ہے۔ خیر اس مسئلے پر پھر کبھی گفتگو ہوگی فی الحال قا... مدار بخش ...الجھن کا باعث
ہے جب تک اصل مجرم ہاتھ نہیں آجاتے اس کی گلو خلاصی ناممکن ہے۔''

دفعتاً انہوں نے پھر فون کی گھنٹی کی آواز سنی۔ فریدی کچن سے چلا گیا۔ حمید ک
گھورے جا رہا تھا۔ یہ چکر ہی بُرا ہے۔ اس نے سوچا۔ لیکن کیسا چکر...... وہ ان لوگوں ک
سے دیکھنا چاہتا تھا اور جولی میں کوئی انوکھی بات نظر آئی تھی جو عام طور پر نہیں ملتی۔
پانی اُبل گیا تھا۔ اس نے بلیک کافی کے دو کپ تیار کئے۔ اتنے میں فریدی بھی واپس آ گ

''کون تھا......؟'' حمید نے پوچھا۔

''وزارت داخلہ کے سیکریٹری! مجھ سے فوری طور پر ملنا چاہتے ہیں۔ لاؤ کافی اٹھا
اب تم آرام کرسکتے ہو۔''

پھر فریدی نے بہت جلدی میں کافی ختم کی تھی اور باہر چلا گیا تھا۔ کچھ دیر بعد حمید
محسوس کیا کہ نیند اڑ چکی ہے۔ لہٰذا پھر سٹنگ روم ہی میں چلا آیا۔

بیٹھنے بھی نہیں پایا تھا کہ پھاٹک پر کسی گاڑی کے پے در پے ہارن کی آواز نے
جھنجھلاہٹ میں مبتلا کردیا۔

اس نے آگے بڑھ کر کھڑکی سے دیکھا۔ چوکیدار پھاٹک کھول رہا تھا۔ گاڑی ک
میں داخل ہو رہی تھی۔ حمید بوکھلا کر بھاگا۔ اس نے ڈی آئی جی کی کار پہچان لی تھی۔
باہر پہنچ کر معلوم ہوا کہ گاڑی میں ڈی آئی جی کے ساتھ قاسم کے والد عاصم صاح
تشریف فرما ہیں۔

ڈی آئی جی نے گاڑی میں بیٹھے بیٹھے ہی پوچھا۔ ''فریدی کہاں ہے۔''

''انہیں وزارت داخلہ کے سیکریٹری نے طلب کیا ہے جناب۔''

''انہیں جانتے ہو۔'' ڈی آئی جی نے عاصم صاحب کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

''جی ہاں...... میرے بزرگ ہیں۔ میرے ایک دوست کے والد بزرگوار۔''

''دوست سے کب سے ملاقات نہیں ہوئی۔''

''غالباً پچھلے ہفتہ ہوئی تھی۔''

''تم نے میرے بیٹے کو تباہ کردیا......!'' عاصم صاحب دہاڑے۔

''کیا اس سے کوئی تازہ حماقت سرزد ہوئی ہے جناب۔''

''گاڑی میں بیٹھ جاؤ......!'' ڈی آئی جی نے سرد لہجے میں کہا۔

وہ دونوں پچھلی نشست پر تھے۔ حمید اگلا دروازہ کھول کر ڈرائیور کے برابر بیٹھ گیا۔

گاڑی مڑ کر پھاٹک سے نکلی اور ڈی آئی جی نے حمید کو مخاطب کر کے کہا۔ ''عاصم
صاحب کا خیال ہے کہ تم آج کے واقعہ کے متعلق کچھ نہ کچھ ضرور جانتے ہو گے۔''

''اتنا ہی جانتا ہوں جتنا کرنل صاحب سے معلوم ہوا ہے۔''

''تم اتنی رات گئے پورے لباس میں کیوں تھے۔''

''کرنل صاحب مجھ سے کہہ گئے ہیں تیار رہنا ضرورت پڑی تو تمہیں طلب کرلوں گا۔''

''عاصم صاحب! اپنے گھر پر تم سے کچھ گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔''

''اگر یہ آپ کا حکم ہے تو میں حاضر ہوں۔''

عاصم صاحب کی عمارات کے قریب ڈی آئی جی نے گاڑی رکوائی۔ حمید اور عاصم
صاحب اُتر گئے۔ عاصم صاحب نے ڈی آئی جی کا شکریہ ادا کیا اور گاڑی آگے بڑھ گئی۔

''میں بہت پریشان ہوں...... بب بیٹے۔'' عاصم صاحب حمید کے شانے پر ہاتھ رکھ کر
بولے۔ ''شاید تم سے گفتگو کرتے وقت کوئی نازیبا بات زبان سے نکل گئی تھی۔''

''کوئی بات نہیں۔ آپ میرے بزرگ ہیں۔''

''اندر چلو۔''

حمید الجھن میں پڑ گیا تھا۔ لیکن اندر پہنچ کر جلد ہی اسے معلوم ہوگیا کہ وہ کیا چاہتے ہیں۔

''اگر تم یہ بیان دے دو کہ تم نے بھی قاسم کو اس آدمی کے ساتھ جاتے دیکھا تھا تو اس
کی ضمانت میں آسانی ہو جائے گی۔'' عاصم صاحب ہانپتے ہوئے بولے۔ ''ورنہ کوئی اُمید نہیں
کیونکہ معاملہ ایک غیر ملکی سفارت خانے کا ہے۔''

"مجھے کوئی اعتراض نہیں! اگر کرنل صاحب مجھے اس کی اجازت دیں کیونکہ یہ کیس راست ان کے پاس پہنچ چکا ہے اور میں ان کا ماتحت ہوں۔"

"اتنا سوچ لو کہ ڈی آئی جی صاحب تمہیں یہاں چھوڑ گئے ہیں۔"

"اگر صدر مملکت بھی مجھے آپ کے حوالے کر گئے ہوتے تب بھی میں کرنل صاحب کی اجازت کے بغیر کوئی قدم نہ اُٹھا سکتا۔ ویسے قاسم کے لئے کرنل صاحب بھی فکر مند ہیں۔"

"تو میں ڈی آئی جی صاحب کو تمہارے جواب سے مطلع کر دوں۔"

"یقیناً......!" حمید نے بڑے ادب سے کہا۔ اس کے بعد اسے وہاں سے پیدل روانہ ہونا پڑا تھا۔ عاصم صاحب اتنے برافروختہ ہو گئے تھے انہوں نے اسے گاڑی کی پیش بھی نہ کی اور جیسے ہی اس نے کمپاؤنڈ کے پھاٹک سے قدم باہر نکالا اس کے سر کے پچ سرے پر کسی نے زوردار ضرب لگائی اور وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔

دوسرا شکار

فریدی تین بجے کے قریب گھر واپس آیا اور اسے چوکیدار سے معلوم ہوا کہ حمید کو ڈی آئی جی صاحب اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ پھر وہ واپس نہیں آیا۔

"ڈی آئی جی۔" فریدی آہستہ سے بڑبڑایا۔ اس کی آنکھوں میں الجھن کے آثار تھے۔

پھر اس نے گاڑی سے ایک پیکٹ نکالا اور اسے لئے ہوئے سٹنگ روم میں آیا۔ پیکٹ پر اسی کا نام تحریر تھا۔ غالباً یہ وہی پارسل تھا جس کی اطلاع اسے رمیش سے ملی تھی۔

قلم تراش چاقو سے اس نے اس کی مہریں توڑیں اور پیکٹ کو کھول ڈالا۔

دوسرے ہی لمحہ میں اس کی پیشانی پر سلوٹیں اُبھر آئیں کیونکہ پیکٹ سے پلاسٹک کی ایک مصنوعی ناک اور گھنی ڈاڑھی برآمد ہوئی تھی۔

"چیلنج......!" اس کے ہونٹوں پر تلخ سی مسکراہٹ پھیل گئی اور اس نے دونوں اشیاء

ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا۔

گھڑی دیکھی ساڑھے تین بج رہے تھے۔ پھر وہ خواب گاہ میں چلا گیا۔ ویسے اسے حمید کے بارے میں تشویش تھی لیکن اس سلسلے میں اس نے فون پر ڈی آئی جی سے رابطہ قائم کرنا مناسب نہ سمجھا۔ اسے حیرت تھی کہ ڈی آئی جی کو براہِ راست حمید سے کیا کام ہو سکتا ہے۔

وہ ساڑھے چار بجے تک جاگتا رہا تھا۔ پھر اس کی آنکھ لگ گئی تھی۔

ٹھیک ساڑھے چھ بجے آنکھ کھلی اور خواب گاہ سے باہر نکل کر سب سے پہلے اس نے ملازموں سے حمید کے بارے میں پوچھا۔

اس کی واپسی اب تک نہیں ہوئی تھی۔ مجبوراً اسے ڈی آئی جی سے گفتگو کرنی پڑی۔

"عاصم صاحب اس سے کسی موضوع پر گفتگو کرنا چاہتے تھے۔ لہٰذا میں نے اپنی ہی گاڑی پر انہیں عاصم ولا کے قریب چھوڑ دیا تھا۔" ڈی آئی جی کی آواز آئی۔

"اب تک اس کی واپسی نہیں ہوئی۔" فریدی کا لہجہ ناخوشگوار تھا۔

"بڑی عجیب بات ہے۔ تم ہولڈ آن کرو۔ میں دوسرے فون پر عاصم سے بات کرتا ہوں۔"

فریدی کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا تھا۔ وہ نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے ڈی آئی جی کے جواب کا منتظر رہا۔ کچھ دیر بعد آواز آئی۔ "ہیلو......!"

"جی......!"

"عاصم کا کہنا ہے کہ وہ دس پندرہ منٹ بعد رخصت ہو گیا تھا۔"

"عاصم صاحب اس سے کس قسم کی گفتگو کرنا چاہتے تھے۔"

"بھئی میرے اس کے دوستانہ تعلقات ہیں۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ میں حمید سے بیان دلوادوں کہ اس نے بھی قاسم کو اس اجنبی کے ساتھ جاتے دیکھا تھا۔ میں نے کہا میں اپنے کسی ماتحت کو اس قسم کے احکامات نہیں دے سکتا۔ تم اپنے طور پر بات کر لو۔"

"اوہ...... بہت بہتر۔" کہتے ہوئے فریدی نے ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔

پھر اس نے عاصم ولا کے نمبر ڈائیل کئے۔

معلوم ہوا کہ عاصم صاحب ابھی سو رہے ہیں۔ انکے کسی ملازم نے کال ریسیو کی تھی۔

"جگا دو۔" فریدی غرایا۔

"آپ کون ہیں جناب۔"

"پولیس......!"

"بہت بہتر جناب۔ ہولڈ آن کیجئے۔"

تھوڑی دیر بعد عاصم صاحب کی آواز سنائی دی۔

"اوہ......فف......فرمائیے۔"

"کیا آپ نے حمید کو اپنی گاڑی سے بھجوا دیا تھا۔"

"نہیں......؟"

"حالانکہ اتنی رات گئے......یہ آپ کا فرض تھا۔"

"میں غصے میں تھا۔"

"کیوں؟"

"اس نے میری بات ماننے سے انکار کر دیا تھا۔"

"آپ کے تجوری جیسے جسم میں عقل کا بھی کوئی خانہ ہے یا نہیں۔"

"کیا مطلب......؟"

"میرا کوئی ماتحت مجھ سے پوچھے بغیر اس قسم کے مشوروں پر عمل نہیں کر سکتا۔ ڈی آئی جی بھی اسے خوب سمجھتے ہیں ورنہ آپ کے دوست کی حیثیت سے وہ خود ہی حمید کو اس پر مجبور کر سکتے تھے۔"

"آپ میری توہین کر رہے ہیں۔"

"اتنے بڑے احمق کا باپ اسی کا مستحق ہے۔" کہہ کر فریدی نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

اس کے بعد اس نے دو تین نمبروں پر رنگ کر کے حمید کے متعلق پوچھ گچھ کی لیکن کہیں سے بھی کوئی تشفی بخش جواب نہ ملا۔

پھر اس نے اپنے بعض ماتحتوں کو فون ہی پر کچھ احکامات دیئے تھے۔

ناشتہ اسی کمرے میں منگوایا جہاں موبی قید تھا۔

ناشتے کے دوران میں وہ موبی کا بغور جائزہ لیتا رہا۔ موبی کی حالت ابتر تھی، اس کے چہرے سے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے بحالت بیداری کوئی خواب دیکھ رہا ہو۔

"تم کون سا نشہ استعمال کرتے ہو۔" دفعتاً فریدی نے اس سے پوچھا۔

"ہیروئن......مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے چوبیس گھنٹوں سے زیادہ زندہ نہ رہ سکوں گا۔"

"تمہارے لئے ہیروئن مہیا کر دی جائے گی۔"

"میں کس طرح آپ کا شکریہ ادا کروں جناب۔ یقین کیجئے میں قطعی نہیں جانتا تھا کہ کسی سازش کا شریک ہوں۔ اجنبی خان مجھے نچائے نچائے پھر رہا تھا۔"

"یہ نام بڑا عجیب ہے۔ کیا تمہیں اس پر حیرت نہیں ہوئی تھی۔"

"میں نے اس سے بھی زیادہ عجیب نام سن رکھے تھے۔ لکڑ خان، پتھر خان، دروازہ خان وغیرہ وغیرہ۔ لیکن ایک بات ہے جناب اس کا انداز گفتگو پٹھانوں جیسا نہیں تھا۔ بلکہ وہ تو لکھنویوں کی طرح واللہ باللہ بھی کرنے لگتا تھا۔ میں نے اس پر حیرت بھی ظاہر کی تھی......کہنے لگا......میں لکھنو میں پیدا ہوا تھا اور میں نے ندوہ میں تعلیم حاصل کی ہے لیکن قبیلے کے رواج کے مطابق میرا نام رکھا گیا کیونکہ میری پیدائش کی خبر جس وقت میرے باپ تک پہنچی وہ ایک اجنبی سے ہم کلام تھا۔"

"لیکن......اس نے اپنی ڈاڑھی اور ناک مجھے بھجوا دی ہے۔" فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

اس کے بعد اس نے کسی ملازم کو طلب کرنے کے لئے گھنٹی بجائی تھی۔

ملازم کمرے میں داخل ہوا۔

"سٹنگ روم والی ردی کی ٹوکری میں ایک مصنوعی ڈاڑھی اور پلاسٹک کی ناک پڑی ہوئی ہے جا کر نکال لاؤ......" اس نے ملازم سے کہا۔ وہ چلا گیا۔ لیکن موبی نے ناشتے سے ہاتھ روک لیا تھا اور حیرت سے فریدی کو دیکھے جا رہا تھا۔ فریدی نے اس کے لئے کافی انڈیلی اور کپ اس کی طرف کھسکاتا ہوا بولا۔ "کبھی کبھی جرائم پیشہ لوگ مجھے چیلنج بھی کر دیتے ہیں۔ یہ اس کی ایک گھٹیا مثال ہے۔"

ملازم جلد ہی واپس آ گیا تھا۔ ڈاڑھی اور ناک پر نظر پڑتے ہی موبی اچھل پڑا۔ پھر ہکلایا "یہ......یہ......بب......بلاشبہ......اسی کی ناک ہو سکتی ہے......میرے خدا۔"

"اور اب وہ بے فکری سے شہر میں علانیہ گھوم پھر رہا ہوگا۔" فریدی آہستہ سے بولا۔

''اگر اس عمارت میں کوئی لاش تھی جناب......تو وہ کیپٹن حمید کو اس طرح وہاں پہنچانا چاہتا تھا۔''

فریدی نے اس کے سوال کا جواب دینے کی بجائے کہا۔ ''مجھے افسوس ہے کہ کچھ تک تمہیں اسی کمرے میں رہنا پڑے گا۔''

''میں ایک بار پھر آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ میرے ساتھ اس حد تک شرافت برتاؤ کر رہے ہیں۔ ورنہ مجھے تو سچ مچ پولیس کی تحویل میں ہونا چاہئے تھا۔''

ناشتے کے بعد ملازم ٹرالی وہاں سے لے گیا اور فریدی اٹھتا ہوا بولا۔ ''تھوڑی دیر ہیروئن تمہیں مل جائے گی۔''

پھر اس نے موبی کا کمرہ مقفل کر دیا تھا۔ جیسے ہی سٹنگ روم میں پہنچا فون کی گھنٹی دوسری طرف سے رمیش بول رہا تھا۔ اس نے اطلاع دی۔

''رات عاصم ولا کے پھاٹک پر چوکیدار موجود نہیں تھا۔''

''کیا عام طور پر ہوتا ہے۔'' فریدی نے پوچھا۔

''جی ہاں......کل اسے بخار ہو گیا تھا......وہاں سے کسی نے بھی کیپٹن کو برآمد ہو نہیں دیکھا۔''

''ہوں....اچھا......!'' فریدی نے سلسلہ منقطع کر دیا۔ وہ بہت زیادہ متفکر نظر آ رہا تھا ریسیور رکھا ہی تھا کہ پھر فون کی گھنٹی بجی۔

اس بار ڈی آئی جی تھا۔ اس نے حمید کے متعلق سوال کیا۔

''نہیں جناب! ابھی تک واپس نہیں آیا اور مجھے بے حد افسوس ہے کہ سیٹھ عاصم واپسی کے لئے اسے گاڑی کی پیش کش بھی نہیں کی تھی اور دوسری بات یہ ہے کہ سیٹھ عاصم بیان کے مطابق وہ وہاں سے رخصت ہو گیا تھا۔ لیکن ابھی تک کوئی شہادت ایسی نہیں ملی جس کے مطابق وہ عاصم ولا سے برآمد ہوتے دیکھا گیا ہو۔ اس سے زیادہ میں اور کچھ نہیں عرض کروں گا۔''

''مجھے شرمندگی ہے فریدی۔''

''کوئی بات نہیں۔'' کہہ کر فریدی نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

ٹھیک نو بجے وہ باہر نکلا اور اب اس کی لنکن اس حوالات کی طرف جا رہی تھی جہاں قاسم بند تھا۔

فریدی کو دیکھ کر اس کی آنکھوں سے موٹے موٹے قطرے ڈھلکنے لگے اور اس نے بھرائی میں اسے اطلاع دی کہ ناشتے میں صرف ایک تنوری روٹی اور گڑ کی چائے ملی تھی۔

''تمہارے باپ بہت بااثر آدمی ہیں......کیا انہوں نے تمہارے لئے ناشتے کا انتظام میں کیا۔''

''بس ان کا نام نہ لیجئے۔''

''کیوں......؟''

''وہ اگر کسی قابل ہوتے تو میں اس حال کو پہنچتا۔''

''ٹھیک کہتے ہو۔'' فریدی نے کہا اور حمید کی گمشدگی کی خبر سناتے ہوئے اس کے باپ کی حماقت کا ذکر کیا۔

''آپ بھی کس چغد کی بات کرتے ہیں۔ میں حمید بھائی تو جھوٹ نہیں بولنے دوں غا چاہے مجھے ابھی پھانسی ہو جائے......میں تو صرف بھوکوں مرنے سے ڈرتا ہوں......حمید بھائی قاتو دور دور تک پتہ نہیں تھا ورنہ میں اس مصیبت میں کیوں پھنستا وہ اس ڈاڑھی والے چار سو بیس کی چٹنی بنا دیتے۔''

''جب تک میں زندہ ہوں تم بھوکے نہیں مر سکتے۔'' فریدی اس کا شانہ تھپک کر بولا۔ ''دوپہر کو میں تمہارے کھانے کا انتظام کروں گا۔ جب تک یہاں رہو گے کھانا اور ناشتہ میرے ہی ذمہ سمجھو۔''

''میں نے ہمیشہ آپ کو اپنا باپ سمجھا ہے......حمید بھائی بھی تو فادر ہی کہتے ہیں۔'' قاسم کی آواز گلوگیر ہو گئی اور پھر آنسو بہہ چلے۔

جب پھر بہکی ہوئی ذہنی رو معمول پر آئی اور آنسو تھمے تو فریدی نے کہا۔ ''وہ آدمی میک اپ میں تھا لہٰذا اس کے چہرے کو بھلا کر اس کی اور پہچان بتاؤ۔''

''سالا کتوں کی طرح ہنستا تھا۔''

''کیا تم نے کبھی کسی کتے کو ہنستے دیکھا ہے۔''

''ن......نہیں تو۔''

''تو پھر یہ کیسی پہچان ہوئی۔''

''مجھے غصہ آ غیا تھا۔''

''دماغ ٹھنڈا رکھ کر غور کرو۔''

کچھ دیر غور کرنے کے بعد قاسم نے کہا۔''لونڈیوں کی باتوں پر ایسا لگتا تھا جیسے سا کی رال ٹپک پڑے گی۔''

''اس بار تم نے اپنے نکتہ نظر سے غور کیا ہے...... یہ بھی کوئی پہچان نہ ہوئی۔''

''میں قیا قروں...... میرا سالا دماغ۔''

''پھر سوچو۔''

قاسم کئی منٹ تک ناک بھوں پر زور دیتے رہنے کے بعد بولا۔''میرا کھیال ہے کہ اُ کی چال میں تھوڑی سی بھچک تھی۔''

''تم بھچک کسے کہتے ہو۔''

''شائد اس کی ایک ٹانگ تھوڑی سی چھوٹی ہے۔''

فریدی نے طویل سانس لی اور قاسم سے بولا۔''اچھی بات ہے تم مزید غور کرتے ر میں دوپہر تک پھر آؤں گا۔''

''اللہ میرے گناہ معاف کرے۔ اب تاؤ میں نہیں آیا قروں غا۔''

وہاں سے فریدی دفتر پہنچا تھا اور رمیش کو طلب کر کے ہیروئن کے حصول کے لئے کچھ ہدایات دی تھیں۔

اس کے بعد اس نے ٹیلی فون ڈائریکٹری اٹھا کر سیٹھ مدار بخش کے نمبر تلاش کئے اور اس سے فون پر رابطہ قائم کر کے جولی کے متعلق پوچھا۔''کیا وہ گھر پر ہے۔''

''کون بول رہا ہے۔'' دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

''ہیری......!''

''ابھی باہر گئی ہے۔''

''کلب......!''

''پتہ نہیں!'' کہہ کر سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔

فریدی نے ریسیور رکھ کر سگار سلگایا اور کرسی کی پشت گاہ سے ٹک کر ہلکے ہلکے کش لینے لگا۔

پندرہ منٹ بعد رمیش واپس آیا تھا۔ اس نے فریدی کو ایک چھوٹا سا پیکٹ دیا۔

گیارہ بجے لنکن پھر کوٹھی کی طرف جا رہی تھی۔

موبی کا کمرہ کھولنے سے پہلے فریدی نے اپنے باورچی کو قاسم کی خوراک کے لئے ہدایات دیں اور نصیر کو بتایا کہ کھانا کس طرح قاسم تک پہنچایا جائے گا۔

موبی بڑی بے چینی سے ہیروئن کا منتظر تھا۔ فریدی کے ہاتھ میں پیکٹ دیکھ کر اس کی حالت ایسی ہی ہوگئی تھی جیسے کسی بھوکے کتے کے پلے کو مالک کے پاس گوشت کا ٹکڑا نظر آ گیا ہو۔

''بیٹھ جاؤ۔'' فریدی اس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھتا ہوا بولا۔''جولی اس وقت کہاں ملے گی۔''

''گھر پر......!''

''گھر پر تو نہیں ہے۔''

''آپ نے اس کے باپ کے گھر پوچھا ہوگا۔''

''ہاں......؟''

''اسکا گھر الگ ہے جس کا علم اسکے باپ کو نہیں۔ باپ کے گھر صرف سوتی ہے۔ صبح کو اپنے گھر چلی جاتی ہے۔ شام کو کلب...... دو ڈھائی بجے شب کو کلب سے باپ کے گھر جاتی ہے۔''

''اس کا دوسرا گھر کہاں ہے؟''

''تھرٹین اسٹریٹ میں خان بلڈنگ ہے، اس کے ساتویں فلیٹ میں رہتی ہے۔'' موبی نے للچائی ہوئی نظروں سے اس پیکٹ کو دیکھتے ہوئے کہا جو فریدی کے زانوں پر رکھا ہوا تھا۔

''اب اجنبی خان کے بارے میں کچھ بتاؤ۔''

''پپ...... پوچھئے۔''

''یہ بات طے شدہ ہے کہ وہ میک اپ میں تھا۔''

''جج...... جی ہاں...... ناک اور ڈاڑھی سے تو یہی معلوم ہوتا ہے۔''

"لہٰذا اس کے چہرے کو نظر انداز کر کے اس کی کوئی اور پہچان بتاؤ۔"

"پپ پہچان......طرزِ گفتگو کے بارے میں آپ کو پہلے ہی بتا چکا ہوں۔ میرے
سے اس کی خاص پہچان یہی ہو سکتی ہے۔"

"کچھ اور......غور کرو۔"

موبی پیکٹ کے حصول کے لئے بے چین تھا۔ لیکن پتہ نہیں کیوں ابھی تک ا
اس کا مطالبہ نہیں کیا تھا۔

"اس کی چال۔" وہ بالآخر بولا۔ "اس میں یقیناً کوئی غیر معمولی بات تھی۔ کیا تھی یہ
نہیں بتا سکتا۔"

"لنگڑا کر چلتا ہے۔"

"نہیں لنگراہٹ بھی نہیں کہہ سکتے۔ سمجھ میں نہیں آتا۔"

"ہوں......!" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ "کیا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ
قدرا اچھل کر چل رہا ہو۔"

"بب بالکل بالکل......آپ نے ٹھیک کہا۔"

"کیا خیال ہے......جولی اس کی اصلیت سے واقف ہوگی۔"

"پتہ نہیں! ویسے اس نے اسے اجنبی خان ہی کی حیثیت سے حلقے میں متعارف کرایا تھا۔"

"خیر......یہ لو......!" فریدی نے پیکٹ اس کی طرف بڑھا دیا جو بڑی بے تابی
ساتھ لے لیا گیا تھا۔

"آپ کتنے رحم دل ہیں۔ یقین کیجئے میں آپ کو بہت خونخوار آدمی سمجھتا تھا۔" م
نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔ "آپ دیوتا ہیں۔"

"دیوتا نشے بازوں کے لئے منشیات نہیں فراہم کرتے۔" فریدی اس کی آنکھوں
دیکھتا ہوا مسکرایا۔

موبی پیکٹ کھولنے میں مصروف ہو گیا تھا۔ شاید اس نے اس کے اس جملے کی طر
دھیان ہی نہ دیا ہو۔

اتنے میں نصیر نے فو... کال ک... دی اور فریدی اُٹھ گیا۔ موبی کا کمرہ چھ

کر دیا گیا۔ کال وزارت داخلہ کے سیکریٹری کی تھی۔

"کیا کر رہے ہو......!" دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"ابھی تک پوسٹ مارٹم کی رپورٹ مجھ تک نہیں پہنچی جناب۔"

"اس سے بحث نہیں ہے کہ وہ کس طرح مری......ہمیں مجرم چاہئے۔"

"جلد از جلد......!"

"تو آپ نے یقین کر لیا کہ سیٹھ عاصم کے لڑکے کا بیان درست ہے۔"

"مجھے یقین ہے کہ اسے الجھایا گیا ہے۔"

"سوال یہ ہے کہ الجھانے کے لئے سیٹھ عاصم ہی کا لڑکا کیوں؟"

"فوری طور پر مجرم کو وہی احمق دستیاب ہو سکا ہوگا۔"

"جی ہاں......یہ ہو سکتا ہے لیکن وہ اتنا احمق ہے کہ اس آدمی کا صحیح حلیہ بھی نہیں بتا سکتا۔"

"تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ تمہیں کامیابی کی اُمید نہیں۔"

"میں نے یہ تو نہیں کہا۔"

"کرنل فریدی جو کچھ بھی کرنا ہے جلد کرو۔"

"مجھے حالات کی نزاکت کا احساس ہے جناب۔"

"تو پھر تم گھر پر کیوں ملے۔"

فریدی کے چہرے پر ناگواری کے آثار نظر آئے اور اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"کچھ ضروری کالیں کر رہا تھا۔ اس کے لئے گھر ہی موزوں نظر آیا تھا۔ ویسے ایک بات ہے کہ سفارت خانہ پوری طرح تعاون نہیں کر رہا۔"

"کیا مطلب......؟"

"میں نے تمارا ازانلو کے متعلق کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن مجھے واضح جوابات نہیں ملے۔"

"اس سلسلے میں اپنے طور پر جو مناسب سمجھو کر سکتے ہو۔"

"شکریہ جناب۔"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو جانے کے بعد اس نے ریسیور رکھ دیا۔

آدھے گھنٹے کے بعد اس کی گاڑی خان بلڈنگ کے سامنے رکی تھی۔ وہ گا
اُترا۔ ساتواں فلیٹ، دوسری منزل پر تھا زینے طے کر کے وہ فلیٹ کے دروازے پر پہنچا
فریدی کے پے در پے کال بیل کا بٹن دبانے کے باوجود بھی کسی نے دروازہ
اندر کوئی موجود ضرور تھا کیونکہ دروازے کا ہینڈل اس ساخت کا تھا جس پر اندر سے
کرنے سے ''ان'' کا لفظ اور باہر سے مقفل کرنے پر ''آؤٹ'' کا لفظ اُبھر آتا تھا۔

اس وقت ہینڈل پر ''ان'' کا لفظ موجود تھا۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ دروازے
سے مقفل کیا گیا ہے۔

فریدی نے پھر کال بل کا بٹن دبایا۔ لیکن بے سود...... دو منٹ گزر جانے کے
بھی دروازہ نہ کھلا۔ وہ پھر نیچے آ گیا اور ایک دوا فروش کی دوکان سے ڈی آئی جی
رنگ کیے۔ وہ آفس ہی میں تھا۔

''میں خان بلڈنگ کے فلیٹ نمبرے کی تلاشی لینا چاہتا ہوں۔ وہ اندر سے مقفل
مجھے کوئی جواب نہیں مل رہا۔''

''کس کی ملکیت ہے۔''

''غالباً جولی مدار بخش نامی لڑکی کرایہ دار کی حیثیت سے یہاں مقیم ہے۔''

''تمہیں کس بات کا شبہ ہے۔''

''تفصیل سے پھر عرض کروں گا۔ فی الحال مجھے تلاشی کا وارنٹ چاہئے اور جلد چا
وارنٹ کے حصول کی وجہ آپ اس فلیٹ کو ملزم کی کمین گاہ بتا سکتے ہیں۔ وارنٹ کے سا
ایک آدمی ایسا بھی ہونا چاہئے جو قفل کو کھول سکے۔''

''پتا نہیں تم آج کیسی بہکی بہکی باتیں کر رہے ہو۔''

''میں نہیں سمجھا جناب۔''

''تم تو تنکے سے بھی ہر قسم کا قفل کھول سکتے ہو۔''

''ملزم نے ایک سرکاری آفیسر کو بھی اس معاملے میں الجھانے کی کوشش کی تھی۔
میں فی الحال اس قسم کا کوئی رسک نہیں لے سکتا۔ میں نے آپ سے کبھی کچھ نہیں چھپایا
لیکن اس وقت تفصیل میں نہیں جاسکتا۔''

''اچھا میں خود ہی آرہا ہوں وارنٹ سمیت...... منتظر رہو۔''

فریدی سلسلہ منقطع کر کے پھر خان بلڈنگ میں داخل ہوا اور فلیٹ نمبرے ہی کے سامنے
ہر کر وارنٹ کا انتظار کرنے لگا۔

آدھے گھنٹے تک اسے کھڑا رہنا پڑا۔ دوسرے فلیٹوں کے لوگ اسے گھورتے ہوئے
ریب سے گزر جاتے۔ لیکن وہ کسی کی طرف بھی متوجہ نہ ہوتا۔

آدھے گھنٹے بعد ڈی آئی جی سول پولیس کے ایک باوردی انسپکٹر کے ساتھ وہاں پہنچ
گیا۔ یہ انسپکٹر اپنے محکمہ میں قفل کھولنے کا ماہر سمجھا جاتا تھا۔

ڈی آئی جی نے استفہامیہ نظروں سے فریدی کی طرف دیکھا۔

''بسم اللہ'' فریدی نے دروازے کے قفل کی طرف اشارہ کیا۔

انسپکٹر نے جیب سے ایک اوزار نکال کر قفل کھولنے کی کوشش کی۔

دروازہ کھلا اور وہ اندر داخل ہوئے۔ نشست کا کمرہ خالی نظر آیا۔ ایک اور کمرے سے
گزر کر وہ خواب گاہ میں پہنچے تھے اور جو منظر دکھائی دیا اس کیلئے شائد کوئی بھی تیار نہیں تھا۔

ایک ڈبل بیڈ پر جولی اور کیپٹن حمید لمبے لمبے لیٹے ہوئے تھے۔ جولی کی گردن دھڑ سے
الگ تھی اور دونوں کے کپڑے خون سے تر تھے۔

فریدی مضطربانہ انداز میں آگے بڑھا۔

حمید کی آنکھیں بند تھیں اور وہ اس طرح رک رک کر گہری سانسیں لے رہا تھا جیسے دم
گھٹ رہا ہو۔

''یہ...... یہ سب کیا ہے۔'' ڈی آئی جی بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

''ایمبولینس جناب...... حمید کی زندگی خطرے میں ہے۔'' فریدی کہتا ہوا دروازے کی
طرف جھپٹا۔

اتنی زیادہ سراسیمگی کے آثار اس کے چہرے پر شاید ہی کبھی کسی نے دیکھے ہوں۔

نیا انکشاف

حمید کو دو گھنٹے بعد پولیس ہسپتال میں ہوش آیا تھا۔ ڈی آئی جی اور فریدی اس کے بستر کے قریب ہی موجود تھے۔

''مم...... میں...... یہاں کس طرح پہنچا۔'' کچھ دیر بعد اس نے کراہتے ہوئے پوچھا۔
اس کے سر کا پچھلا حصہ بہت زیادہ متورم تھا۔ اس کے علاوہ اور کوئی چوٹ نہیں تھی۔

''اس سے پہلے تم کہاں تھے۔'' فریدی نے آگے جھک کر پوچھا۔

''میں عاصم ولا سے باہر نکلا ہی تھا کہ کسی نے بے خبری میں سر پر ضرب لگائی...... پھر مجھے ہوش نہیں۔''

ڈی آئی جی کچھ کہنے ہی والا تھا کہ فریدی نے آنکھوں کی جنبش سے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

''دوبارہ ہوش آنے پر تم کہاں تھے۔'' اس نے حمید سے سوال کیا۔

''جہاں آپ دیکھ رہے ہیں۔''

''پھر سوچو......!''

حمید نے آنکھیں بند کرلیں۔

ڈی آئی جی فریدی کو بستر سے دور لے جا کر آہستہ سے بولا۔ ''اسے سوچنے دو اور مجھے بتاؤ کہ ملزم نے کس سرکاری آفیسر کو الجھانے کی کوشش کی تھی۔''

''حمید کو......!''

''اوہو......!''

''تفصیل اطمینان سے بتاؤں گا فی الحال مجھے اس کا تحریری بیان لینا ہے۔''

ڈی آئی جی نے پُرتشویش نظروں سے حمید کی طرف دیکھا۔

وہ پھر حمید کے بستر کے قریب آ گئے اور فریدی کے مخاطب کرنے پر اس نے آنکھیں کھولیں۔

''مجھے یاد نہیں آتا کہ اس سے پہلے بھی مجھے ہوش آیا ہو...... عاصم ولا سے یہاں تک

ٹوٹل بلیک آؤٹ۔'' وہ کراہتا ہوا بولا۔

''کیا تم اتنی توانائی محسوس کر رہے ہو کہ تفصیل کیساتھ بیان دے سکو۔'' فریدی نے پوچھا۔

''میں زیادہ دیر تک بول نہیں سکتا۔ سر میں شدید تکلیف ہے۔''

''اچھا...... تو ابھی آرام کرو۔''

ڈی آئی جی اور فریدی کمرے سے باہر نکلے اور فریدی نے حمید کی کہانی شروع کردی لیکن اسی حد تک رہا کہ موبی کی بے ضابطہ گرفتاری کا ذکر نہ آنے پائے۔

اس کے خاموش ہوتے ہی ڈی آئی جی نے سوال کیا۔

''اور...... وہ آدمی موبی...... وہ کہاں ہے؟''

''تلاش جاری ہے۔'' فریدی نے جواب دیا۔ چند لمحے کچھ سوچتا رہا۔ پھر بولا۔ ''اور یہ لاش اس لڑکی کی تھی۔''

''کس لڑکی کی؟''

''جس سے کلب میں حمید کا جھگڑا ہوا تھا...... جولی مدار بخش۔''

''اوہو......!'' ڈی آئی جی کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

''اب یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ جولی اس آدمی کی شخصیت سے واقف تھی اور اس نے اس بار حمید کو جولی کے قتل میں ملوث کرنے کی کوشش کی ہے۔''

''آخر چکر کیا ہے۔'' ڈی آئی جی پُرتفکر لہجے میں بڑبڑایا۔

تمارا زاغلو اس ملک کے سفارتخانے سے تعلق رکھتی تھی جس سے ہمارا ایک معاہدہ مستقبل قریب میں ہونے والا تھا۔ یا تو اب وہ ملتوی ہو جائے گا یا سرے سے ہوگا ہی نہیں۔ معاہدہ کسی حد تک فوجی نوعیت کا تھا۔ اب آپ خود ہی سمجھ سکتے ہیں کہ یہ ہمارے کس دشمن ملک کے ایجنٹوں کی حرکت ہو سکتی ہے۔ اگر حمید بھی قاسم ہی کے ساتھ اس عمارت میں پایا گیا ہوتا تو اس کیس کی کیا صورت ہوتی۔''

''خداوندا......!'' ڈی آئی جی نے طویل سانس لی۔ ''ان دونوں کے بارے میں یہ بھی سنا گیا ہے کہ دونوں ایک ساتھ لڑکیوں کی تلاش میں نکلتے ہیں۔''

''کیا تم نے پوسٹ مارٹم کی رپورٹ دیکھی ہے۔''

''مجھے اس کا موقع کہاں نصیب ہوا ہے۔''

''تمارا کا گلا گھونٹ کر مارا گیا ہے اور اس سے قبل بہت زیادہ بدسلوکی کی گئی تھی۔''

''اب آپ خود سوچ سکتے ہیں اس کا مطلب۔ اگر حمید بھی وہاں پایا گیا ہوتا تو کیا ہوتا۔ لیکن یقین کیجئے کہ دونوں میں سے کوئی بھی اتنا بیہودہ نہیں ہے۔ حمید صرف زندہ دلی کے اظہار کی حد تک لڑکیوں میں دلچسپی لیتا ہے۔ اس سے آگے کبھی نہیں بڑھا۔''

''اس سے بحث نہیں...... فی الحال وہ جس حالت میں پایا گیا ہے اسکے بارے میں سوچو۔''

فریدی کچھ نہ بولا۔

اسکے بعد دونوں کی راہیں الگ ہو گئی تھیں۔ فریدی نے آفس پہنچ کر رمیش کو طلب کیا۔

''اس آدمی کو پیش کرو...... جس سے تمہیں پیکٹ ملا تھا۔''

''وہ اس وقت ڈیوٹی پر نہیں جناب.... رات کی ڈیوٹی میں تھا۔'' رمیش نے جواب دیا۔

''گھر سے بلواؤ۔''

''بہت بہتر جناب۔'' رمیش نے کہا اور کمرے سے چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد فون کی گھنٹی بجی۔ فریدی نے ریسیور اٹھایا دوسری طرف ڈی آئی جی تھے۔

''سنو! میں اسے مناسب نہیں سمجھتا کہ لڑکی کی لاش کی دستیابی کے ساتھ رپورٹ میں حمید کا ذکر بھی آئے۔'' اس نے کہا۔

''میں نہیں سمجھا جناب۔'' فریدی کے لہجے میں حیرت تھی۔

مجھے شرمندگی ہے کہ میری وجہ سے وہ اس دشواری میں پڑا۔ اگر رپورٹ میں اس کا ذکر آ گیا تو ضابطے کی بعض کارروائیوں کی بناء پر اسے مزید دشواریوں کا سامنا ہوگا۔

''وہ تو ہے۔ ظاہر ہے کہ کلب میں جولی سے جھگڑے کا ذکر اس کے بیان میں آئے گا۔''

''اسی لئے، اس سلسلے میں حمید کو نظر انداز کردو۔ موقع واردات پر میرے ساتھ مغل بھی تھا۔ میں نے اسے زبان بند رکھنے کی ہدایت کر دی ہے۔''

''بہت بہت شکریہ جناب۔''

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو جانے کے بعد اس نے ریسیور رکھ کر طویل سانس لی۔

کچھ دیر بعد رمیش نے اس پہرے دار کو پیش کر دیا جسے کوئی شخص مصنوعی ناک اور داڑھی والا پیکٹ دے گیا تھا۔

''کیا تمہیں اس کا حلیہ یاد ہے۔'' فریدی نے اس سے پوچھا۔

''میں شکل نہیں دیکھ سکا تھا جناب۔'' وہ اندھیرے میں تھا اور جلدی میں بھی معلوم ہوتا تھا۔ آپ کا نام لیا تھا اور پیکٹ تھما کر چلتا بنا تھا۔

''تم کہاں تھے۔''

''پھاٹک پر۔''

''کیا وہاں اندھیرا رہتا ہے۔''

''نہیں صاحب! بلب فیوز ہو گیا تھا۔ پھر دس منٹ بعد دوسرا لگا دیا گیا تھا۔ وہ اسی وقت آیا جب اندھیرا تھا۔''

''سڑک پر تو روشنی تھی۔ تم نے اسے جاتے دیکھا ہوگا۔''

''دیکھا تھا صاحب! لیکن چہرہ نہیں دیکھ سکا تھا۔ وہ منہ موڑ چکا تھا۔''

''چلنے کا انداز یاد ہے؟'' فریدی نے سوال کیا۔

پہرہ دار کسی سوچ میں پڑ گیا۔ پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ''بہت تیز چل رہا تھا جناب اور...... اور......!''

''اور کیا...... کیا......؟''

''تیز تو چل رہا تھا مگر ایسا لگتا تھا جیسے پھدک رہا ہو۔''

فریدی نے ہاتھ ہلا کر اسے جانے کا اشارہ کیا اور رمیش سے بولا۔ ''بیٹھ جاؤ۔''

رمیش نے مودبانہ کرسی کھسکائی اور بیٹھ گیا۔

''چیتھم روڈ پر دلی باغ کے چوراہے سے کچھ آگے وائلڈ کارنر نام کا چھوٹا سا نائٹ کلب ہے۔ وہاں کسی ایسے آدمی پر نظر رکھنی ہے جس کی چال میں کسی قدر ابھرا ابھر کر چلنے کا انداز ہو۔''

''بہت بہتر جناب۔''

یکا یک پھر فون کی گھنٹی بجی۔ فریدی نے ریسیور اٹھاتے ہوئے رمیش کو جانے کا اشارہ کیا۔ اس بار بھی ڈی آئی جی ہی کی کال تھی۔

''حالات بدل گئے ہیں۔'' اس نے کہا۔ ''جولی کے باپ نے اپنے بیان میں
کہ پچھلی رات جولی نے اسے کیپٹن حمید سے اپنے جھگڑے کے متعلق بتایا تھا۔''

''یہ کوئی ...'' سازش ہے جناب۔'' فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔

اسی لئے میں نے اس کا صحیح اور مکمل تحریری بیان لینا چاہا تھا۔

''میرا خیال ہے کہ تمہاری تجویز مناسب تھی...... دوسری طرف سیٹھ طیب جی
بیٹے موبی کی تلاش ہے...... جولی نے اپنے باپ سے یہ بھی کہا تھا کہ پول کھل جانے
کیپٹن حمید موبی کے پیچھے بھاگتا چلا گیا تھا اور پھر اس کی واپسی نہیں ہوئی تھی۔''

''جی..... اچھا۔'' پل بھر کے لئے فریدی کی آنکھوں میں فکرمندی کے آثار نظر آ

''ایسی صورت میں جبکہ جولی کی لاش کے ساتھ حمید بھی ملا تھا۔ سیٹھ مدار بخش
الجھاوے پیدا کرسکتا ہے۔''

''آپ کی کیا رائے ہے اس سلسلے میں۔''

''بھئی جو تم مناسب سمجھو! اگر یہ نیا انکشاف نہ ہوا ہوتا تو میں نے تمہیں کچھ
مشورہ دیا ہی تھا۔''

''آپ مطمئن رہیں۔'' فریدی تلخ سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔ ''میں کسی مر
نہ ظاہر ہونے دوں گا کہ حمید آپ کے حکم کی تعمیل میں عاصم ولا گیا تھا۔''

''ہاں سنو!'' ڈی آئی جی بات اڑا کر بولا۔ ''کیا یہ ضروری ہے کہ لاش کے ساتھ
بھی ذکر کیا جائے۔''

''یقیناً ضروری ہے۔ میں اس سلسلے میں کچھ بھی چھپانا نہیں چاہتا۔''

''بھئی تم جانو۔''

''آپ مطمئن رہیں۔''

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سن کر فریدی نے ریسیور رکھ دیا

دس منٹ کے اندر ہی اندر وہ دوبارہ پولیس ہسپتال پہنچا تھا۔ حمید کی حالت اب
سے بہتر تھی۔ اسے ابھی تک یہ نہیں معلوم ہوسکا تھا کہ وہ فریدی کو کہاں اور کس حال
تھا۔ لہٰذا جب اسے اسکا علم ہوا کہ وہ جولی کی لاش کے برابر پڑا پایا گیا تھا تو وہ بوکھلا کر اٹھ

فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھے جا رہا تھا۔

''آپ مجھے اس طرح کیوں دیکھ رہے ہیں۔ کیا آپ کو میرے بیان پر شبہ ہے۔ یقین
کیجئے عاصم ولا کے پھاٹک پر بے ہوش ہونے کے بعد سے یہیں میری آنکھ کھلی ہے۔''

''مجھے یقین ہے کہ تم سچ کہہ رہے ہو۔ کیوں کہ ڈاکٹر کا بھی یہی خیال تھا کہ سر کی چوٹ
سے طاری ہونیوالی بے ہوشی کی مدت خواب آور انجکشن سے بڑھائی جاتی رہی تھی۔''

''پھر آپ میری آنکھوں میں کیا تلاش کر رہے ہیں۔''

''پشیمانی۔'' فریدی مسکرا کر بولا۔ ''کیا اب بھی تم بھانت بھانت کی عورتوں کے شوق
میں احمقوں کی طرح ادھر اُدھر بھاگتے پھرو گے۔''

''اگر ایسا نہ ہوتو بہتیرے بے گناہ پھانسی پا جائیں...... اگر میں بھی ملوث نہ کیا گیا ہوتا
تو آپ قاسم کے بیان پر یقین نہ کرتے۔''

''حمید صاحب وہ تو مجرم نے خود ہی قاسم کے بیان کی تائید کردی تھی۔ آخر اس نے
اپنی مصنوعی ناک اور ڈاڑھی مجھے کیوں بھجوائی۔''

''یہ واقعی الجھن کی بات ہے۔''

''اور شاید اس کیس میں سب سے زیادہ اہم بات بھی۔''

''کیا یہ چیلنج نہیں ہوسکتا۔''

''پہلے میں بھی یہی سمجھتا تھا لیکن بعض وجوہ کی بناء پر اس خیال کو ترک کرنا پڑا۔
خیر...... فی الحال تم اپنی رپورٹ تیار کرلو لیکن خیال رہے کہ موبی کی گرفتاری کا ذکر اس میں نہ
آنے پائے...... وہ تمہیں اس عمارت میں پہنچا کر غائب ہوگیا تھا۔ عاصم اور ڈی آئی جی کا
ذکر بھی نہ آنے پائے۔ اس کی بجائے تم لکھ سکتے ہو کہ میں نے تمہیں فون پر وائلڈ کارنر کے
قریب پہنچنے کو کہا تھا تم گھر سے پیدل روانہ ہوئے تھے کیونکہ تمہاری گاڑی کوشش کے باوجود
بھی اسٹارٹ نہیں ہوسکی تھی۔ ٹیکسی کی تلاش میں تم مین روڈ تک آئے اور وہیں تم پر کسی نے
حملہ کیا...... تم بے ہوش ہوگئے اور جب ہوش میں آئے تو خود کو پولیس ہسپتال میں پایا۔''

''موبی کا کیا ہوگا۔'' حمید نے طویل سانس لے کر پوچھا۔

''کچھ نہ کچھ تو ہوگا ہی۔'' فریدی خلاء میں گھورتا ہوا بولا۔ وہ کسی گہری سوچ میں پڑ گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد اس نے بریف کیس سے کاغذ اور قلم نکال کر حمید کو دیئے اور اُن
اب لنکن کوٹھی کی طرف جارہی تھی۔ شام کے چار بجے تھے سب سے پہلے اس
کی خبر لی۔ وہ کافی ہشاش بشاش نظر آرہا تھا۔

''تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ تمہیں دنیا میں ہیروئن کے علاوہ اور کچھ نہ چاہیئے''
اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

''اور کیا رکھا ہے دنیا میں جناب۔ زندگی اگر سرمستیوں میں گزر جائے تو رائیگاں نہیں''

''کافی سوجھ بوجھ والے معلوم ہوتے ہو۔''

''سوجھ بوجھ...... جی نہیں...... سوجھ بوجھ تو زندگی کو جہنم بنا دیتی ہے۔''

''خیر...... میں تو تمہیں یہ بتانے آیا تھا کہ جولی قتل کردی گئی ہے۔''

''وہ تو ہونا ہے تھا۔'' موبی نے لاپرواہی سے کہا۔ اس نے ذرہ برابر بھی حیرت
نہیں کی تھی۔

''کیا مطلب......؟''

''وہ اجنبی خان کی اصلیت سے بھی واقف ہوگی۔''

''سوجھ بوجھ کی باتیں کررہے ہو۔''

''ابھی تک مجھے کوئی ایسی نشی چیز نہیں ملی جو سوجھ بوجھ کا خاتمہ کردیتی۔''

''اب میں تمہیں رہا کردینا چاہتا ہوں۔''

''یہ آپ اچھا نہیں کریں گے۔''

''تمہیں بھی خطرہ ہے۔''

''میں خطرے کی بات نہیں کرتا...... آپ بہت رحم دل ہیں۔ جتنے دن مجھے یہاں
رکھیں گے۔ میرے لئے ہیروئن فراہم کرتے رہیں گے۔ باہر نکلتے ہی میں اس
ہوجاؤں گا۔ کیونکہ اب اجنبی خان بھی منہ نہ دکھائے گا۔ ہم پر اسی لئے اس کی حکومت
منشیات کی اسمگلنگ پر کڑی دیکھ بھال شروع ہونے کے بعد سے ہم بڑی دشواریوں
پڑ گئے ہیں۔''

تب فریدی نے اسے بتایا کہ جولی نے قتل ہوجانے سے پہلے اپنے باپ کو حمید

جھگڑے کے متعلق بتایا تھا اور یہ بھی کہا تھا کہ کیپٹن حمید اس کے بعد موبی کے پیچھے دوڑا گیا
تھا۔ لہٰذا جولی کے باپ کے بیان کے بعد سیٹھ طیب جی کو پریشانی لاحق ہوگئی تھی اور انہوں
نے تمہاری گمشدگی کی رپورٹ درج کرادی ہے۔

''تو کیا جولی کیپٹن کی اصلیت سے واقف تھی۔''

''یقیناً...... ورنہ وہ اپنے باپ سے حمید کا ذکر کیوں کرتی۔''

''تو پھر وہ جھگڑا بھی اتفاقاً ہی نہیں ہوا تھا۔''

''تم ٹھیک سمجھے۔''

''اگر کیپٹن حمید اس عمارت میں پھنس گئے ہوتے تو شاید جولی کے قتل کی نوبت نہ آتی۔''

''ہر حال میں یہی ہوتا۔'' فریدی موبی کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ ''حمید اگر قتل کے
کیس میں ملوث ہوجاتا تب بھی وہ نامعلوم آدمی ہر اس فرد کو راستے سے ہٹانے کی کوشش کرتا
جو اس کی اصلیت سے واقف رہا ہو۔ تمہیں خدشہ نہ ہونا چاہیئے کیونکہ تم تو اسے اجنبی خان کی
حیثیت سے جانتے تھے۔''

''اس کے باوجود میں آپ کی قید سے رہائی نہیں چاہتا۔''

''تم شوق سے بیان دے سکتے ہو کہ اس رات کے بعد سے میری نجی قید میں رہے تھے۔''

''میں کسی صورت میں بھی کوئی ایسی حرکت نہیں کرسکتا جس کی بناء پر کیپٹن حمید کی
پوزیشن خطرے میں پڑے۔ میں تو ایک ایک ہفتہ گھر سے غائب رہتا ہوں لیکن میرے باپ
کو پرواہ نہیں ہوتی۔ سیٹھ مدار بخش کے بیان کا علم ہونے پر انہوں نے میری گمشدگی کی
رپورٹ درج کرائی ہوگی۔''

''کچھ بھی ہو۔ اب تم میرے لئے بیکار ہو۔ میں ابھی تمہیں باہر کئے دیتا ہوں۔''

''نن...... نہیں......!'' وہ ہکلایا اور فریدی نے اسکی آنکھوں میں خوف کی جھلکیاں دیکھیں۔

''کیوں...... کیا تم بھی قتل کردیئے جاؤ گے۔''

''نن...... نہیں۔''

''صاف صاف گفتگو کرو...... میرے پاس وقت نہیں ہے۔''

''مجھ پر رحم کیجئے اور مجھے یہیں پڑا رہنے دیجئے۔''

"نہیں اب یہ ناممکن ہے۔ جولی کے باپ کے بیان کے بعد میں تمہیں اپنی نجی قید نہیں رکھ سکتا۔ تمہارے لئے پولیس کی حوالات ہی موزوں رہے گی۔"

"مم...... میں...... دو...... دیکھئے۔"

"نہیں موبی...... سول پولیس والے تشدد کر کے تم سے صحیح بات اگلوالیں گے۔ میں اس لئے تشدد نہیں کرسکوں گا کہ اس سے پہلے مہربانی کا برتاؤ کر چکا ہوں۔ حتیٰ کہ تمہارے لئے ہیروئن تک مہیا کی تھی جو کسی طرح بھی مناسب نہیں تھا۔ اگر پولیس نے تمہارا اس بھی ریمانڈ لے لیا تو تم بے موت مرجاؤ گے۔ وہاں تمہیں ہیروئن نہیں ملے گی۔"

"کرنل صاحب! رحم کیجئے...... میں اب آپ سے اپنے ایک شبے کا بھی اظہار کرتا ہوں اجنبی خان بھی کسی کا آلہ کار تھا۔"

"یہ کس بناء پر کہہ سکتے ہو۔"

"اجنبی خان کو منشیات اسی سفارت خانے کے ایک آدمی سے ملتی تھیں جس کا ذکر آپ نے کیا تھا۔"

"میں نے کسی سفارت خانے کا نام نہیں لیا تھا۔" فریدی نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"دوپہر کو جب آئے تھے تو آپ کے ہاتھ میں ایک اخبار بھی تھا جسے آپ یہیں چھوڑ گئے تھے۔"

"اوہ...... تو اسی سفارت خانے کا کوئی آدمی۔"

"جی ہاں...... بونار کہلاتا ہے۔ میں اس کے عہدے سے واقف نہیں۔"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا تھا کہ اجنبی کو اس سے منشیات ملتی ہیں۔"

"ایک بار جولی نے نشے میں مجھے بتا دیا تھا۔ میں بھی نشے میں تھا اور اجنبی خان کے گن گا رہا تھا۔ وہ پتہ نہیں کیوں جھنجھلا گئی۔ کہنے لگی میں جانتی ہوں کہ کس سے اس کو منشیات ملتی ہیں اور پھر اس نے مجھے بونار کے بارے میں بتایا تھا۔"

"تم نے اجنبی خان سے اس کا ذکر کیا ہوگا۔"

"نہیں...... میں نے اس وقت اس بکواس کو کوئی اہمیت نہیں دی تھی لیکن اخبار میں اس عورت کی لاش کے متعلق پڑھ کر اچانک یاد آ گیا۔"

"تم نے بونار کو کبھی جولیا کے ساتھ دیکھا بھی تھا۔"

"نہیں...... میں نے اسے اس کے ساتھ کبھی نہیں دیکھا۔"

"بونار کو تو دیکھا ہی ہوگا۔"

"جی نہیں۔"

فریدی کسی سوچ میں پڑ گیا۔ لیکن بغور موبی کو دیکھے جا رہا تھا۔ کچھ دیر بعد اس نے ملازم کے لئے گھنٹی بجائی اور اس کے آنے پر بولا۔ "کافی یہیں لاؤ۔"

اس کے بعد وہ بھی یہ کہتا ہوا اُٹھ گیا تھا۔ "میں ابھی آیا۔"

موبی کا کمرہ مقفل کر کے وہ تجربہ گاہ میں آیا اور ایک ٹیوب سے سفید رنگ کا تھوڑا سا سفوف نکال کر چٹکی میں دبائے ہوئے کچن کی طرف چل پڑا۔

باورچی ٹرالی پر برتن رکھ چکا تھا۔ فریدی نے اسے دوسری طرف متوجہ دیکھ کر ایک پیالی اٹھائی اور چٹکی میں دبا ہوا سفوف اس میں ڈال دیا۔

باورچی دوسری بار ٹرالی کی طرف متوجہ ہوا تو اسے فریدی کی موجودگی کا احساس ہوا۔ پھر قبل اس کے کہ وہ کچھ کہتا فریدی نے اس سے کہا تھا۔ "کچھ بسکٹ اور جیلی بھی بھجوانا۔"

"بہت اچھا صاحب۔"

اس کے بعد پھر موبی والے کمرے میں داخل ہوا تھا۔ اس بار اس نے موبی کے چہرے پر تازگی نہ دیکھی۔

فریدی اس وقت تک خاموش بیٹھا رہا جب تک کافی کی ٹرالی نہ آ گئی۔ موبی نے اُٹھ کر کافی بنانا چاہی تھی لیکن فریدی نے ہاتھ اُٹھا کر اسے روک دیا۔

ملازم جا چکا تھا۔ فریدی نے دو پیالیوں میں کافی انڈیلی اور ایک اس کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ "لو پیو اور ذہن پر زور دے کر کچھ اور بھی ایسی باتیں یاد کرنے کی کوشش کرو جو میرے کام آسکیں۔"

"میں ہر طرح تعاون کرنے کو تیار ہوں جناب...... لیکن خدا کے لئے مجھے اپنی ہی قید میں رکھئے۔ میں نے کوئی بڑا جرم نہیں کیا ہے۔"

"اچھی بات ہے...... میں تمہاری یہ خواہش ضرور پوری کروں گا۔ فی الحال تم کافی پیو۔"

موبی نے دو تین ہی گھونٹ لئے تھے کہ اس کی پلکیں بوجھل ہونے لگیں اور وہ اس
آنکھیں پھاڑنے لگا جیسے اپنے ذہن سے لڑنے کی کوشش کر رہا ہو لیکن بے سود۔ جلد ہی
ہوش ہو کر کرسی کی پشت گاہ پر ٹک گیا تھا۔ فریدی نے اس کی کافی کی پیالی لے کر ٹرالی
دی اور بڑے اطمینان سے کافی پیتا رہا۔

اس کے بعد اس نے موبی کو کمرے سے اس تہہ خانے میں منتقل کر دیا تھا جس کا
ملازموں کو بھی نہیں تھا۔

اس سے فرصت پا کر اس نے بونار سے متعلق چھان بین شروع کی اور اس کے
ماتحت نے اس کے بارے میں تفصیلات فراہم کر دیں۔ وہ ہر شب نیا گرا ہوٹل کے ریکریشن
ہال میں ملتا تھا۔ سفارتخانے کے شعبہ نشر و اشاعت کا سربراہ تھا۔ کئی زبانیں بول اور سمجھ سکتا
اس میں اردو بھی شامل تھی۔

سات بجے وہ پھر پولیس ہسپتال پہنچا۔ حمید کی حالت بہتر تھی۔ فریدی نے اس کا تحریری
بیان دیکھا اور تہہ کر کے بریف کیس میں رکھتا ہوا بولا۔ ''ٹھیک ہے۔''

اچانک اسی وقت انسپکٹر آصف وہاں پہنچا اور فریدی کو نظر انداز کر کے بولا۔ ''کیا
بیان دینے کے قابل ہو گئے ہو۔ جولی کے قتل کا کیس میرے سپرد کیا گیا ہے۔''

فریدی کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ نمودار ہوئی اور اس نے بریف کیس سے حمید کا
تحریری بیان نکال کر اس کے حوالے کر دیا۔

''اس میں جولی کی نعش کا ذکر نہیں ہے۔'' آصف بیان پڑھ کر حمید کو گھورتا ہوا بولا۔

''اس کے لئے آپ کو میرا بیان لینا پڑے گا۔'' فریدی نے خوش دلی سے کہا۔ ''اس
اپنے بیان میں واضح کر دیا ہے کہ بے ہوشی کے بعد یہیں ہوش آیا تھا۔

کسی گھات میں

انسپکٹر آصف نے اسے کینہ توز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''تمہارا بیان بھی ضروری
ہے تم ہی نے جولی کی لاش دریافت کی تھی۔ تم آخر اس فلیٹ تک کیسے پہنچے تھے۔''

فریدی معمر اور سینئر افسروں کا احترام کرتا تھا۔ لہٰذا آصف کے لہجے کی پرواہ کئے بغیر
نرمی سے بولا۔ ''میں اپنے کیس کے سلسلے میں جولی سے ملنا چاہتا تھا۔''

''تمہارے کیس سے جولی کا کیا تعلق......!''

''تعلق آپ پر ظاہر کرنا میرے فرائض میں داخل نہیں ہے۔''

''اچھی بات ہے......'' اس نے فریدی اور حمید کو باری باری سے گھور کر کہا۔ ''بہت جلد
معلوم ہو جائے گا کہ کس کے فرائض میں کیا داخل ہے۔''

''ایک بات اور آصف صاحب! حمید کے بیان کے ساتھ ساتھ اس کے متعلق ڈاکٹر کی
رپورٹ بھی حاصل کرنا مت بھولئے گا۔'' فریدی نے کہا اور آصف بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

''میں جانتا ہوں کہ مجھے کیا کرنا ہے۔''

''بہت اچھا۔'' فریدی مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتا ہوا بولا۔ ''اب مجھے اجازت دیجئے
تاکہ اپنے طور پر حمید سے پوچھ گچھ کر سکیں۔''

''مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے......تم موجود رہو۔'' آصف نے مصافحہ کرتے ہوئے
خشک لہجے میں کہا۔

''میں عدیم الفرصت ہوں۔'' فریدی نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ وہ دونوں اسے جاتے
دیکھتے رہے۔

پھر آصف حمید کی طرف متوجہ ہوا تو اسے مضحکانہ انداز میں مسکراتے دیکھا۔

''ساری ہیکڑی رکھی رہ جائے گی۔'' آصف ایک دم بھڑک اٹھا۔ ''جولی کے باپ کو علم
ہو گیا ہے کہ لاش کے ساتھ تم پائے گئے تھے۔''

''ہیکڑی کسے کہتے ہیں میں نہیں جانتا......اردو میں کہئے۔'' حمید مسمسی صورت بنا کر بولا۔

''اردو انگریزی سب بھول جاؤ گے۔''

''آپ جیسے استادوں کے پڑھائے ہوئے لوگوں کا یہی حشر ہوتا ہوگا۔''

''موبی کہاں ہے......جس کا ذکر تم نے اپنی رپورٹ میں کیا ہے۔''

''میں نے اپنی رپورٹ ہی میں لکھ دیا ہے سب کچھ۔ اس سے زیادہ نہیں جانتا۔''

''موبی کے باپ سے بھی تم لوگوں کو نپٹنا پڑے گا۔ بارسوخ آدمی ہیں۔''

"میرا باپ بھی کسی سے کم نہیں ہے چچا جان......آپ جانتے ہیں۔"

"فضول باتوں میں وقت نہ ضائع کرو......یہ بتاؤ جولی سے کب سے تعلقات تھے؟"

"یہ بھی میری رپورٹ میں موجود ہے۔"

غرضیکہ آصف بڑی دیر تک اس کا سر کھاتا رہا اور بالآخر اٹھتا ہوا بولا۔ "تم مجھے اطلاع کئے بغیر کہیں نہ جاؤ گے۔"

"آصف صاحب! پہلے مجھے ملازمت سے معطل کرانے کی کوشش کیجئے اس کے بعد اس قسم کے احکامات صادر فرمائیے گا۔"

"یہ بھی ہو جائے گا۔تم دیکھ لینا۔"

"کیا میں آپ کے لئے چائے منگواؤں۔"

"نہیں شکریہ۔" آصف نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ "یہ تمہارے بستر کے قریب فون کیوں رکھا ہوا ہے۔"

"میں ڈیوٹی پر ہوں آصف صاحب۔"

آصف چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر اس کی آنکھوں میں مکارانہ چمک سی پیدا ہوئی اور اس نے کہا۔ "اگر ڈیوٹی پر ہو......تو چلو میرے ساتھ وائلڈ کارنر تک......!"

"کیا بات ہوئی۔"

"تمہاری موجودگی میں جولی کے متعلق پوچھ گچھ کرنے میں زیادہ آسانی ہوگی۔"

حمید کچھ کہنے ہی والا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے ریسیور اٹھا لیا دوسری طرف سے فریدی بول رہا تھا۔

اس نے آصف ہی کے بارے میں پوچھا۔

"انسپکٹر صاحب کہہ رہے ہیں کہ میں ان کیساتھ وائلڈ کارنر تک جاؤں۔" حمید نے کہا۔

"کیا تم آسانی سے ایسا کر سکو گے۔"

"ممکن ہے۔"

"اچھا تو آدھے گھنٹے تک اسے وہیں روکے رکھو۔ بہترین تدبیر یہ ہے کہ تم مجھ سے کہ تمہارے لئے ایک قمیض اور دوسرا سوٹ بھجوا دوں۔"

"لیکن میں اس لباس میں تو کہیں نہیں جا سکتا۔" حمید نے آصف کو سنانے کے لئے کہا۔ "میرے لئے دوسرے کپڑے بھجوا دیجئے۔"

فریدی نے دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا تھا لیکن حمید خواہ مخواہ بکواس کرتا رہا۔

"کوئی عمدہ سی قمیض نکلوا دیجئے شکریہ۔"

ریسیور رکھ کر وہ آصف کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا تھا۔

"اب مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔" آصف ناخوشگوار لہجے میں بولا۔ "میں تنہا جاؤں گا۔"

"اور آپ خود کو تنہا محسوس کریں گے۔" حمید نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"کیا مطلب......؟"

"وہ جنگل ہے جہاں آپ گم ہو جائیں گے لہٰذا مجھ جیسا رہبری کیلئے ضروری ہے۔"

"فریدی نے فون پر کیا کہا تھا۔"

"آپ کے سامنے ہی گفتگو ہوئی تھی۔ انہوں نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا...... مجھے بخوشی اجازت دے دی۔"

"اس میں بھی کوئی چال ہوگی۔"

"بہت بہتر......تو پھر میں اب سونا چاہتا ہوں...... خدا حافظ۔" کہہ کر حمید نے اپنی چادر تان لی۔

آصف ہونٹ بھینچے اسے گھورتا رہا۔ اس کے انداز سے قطعاً ظاہر نہیں ہوتا تھا کہ فوری طور پر جانے کا ارادہ رکھتا ہو۔

حمید نے بھی چادر چہرے سے نہ ہٹائی۔

ٹھیک بیس منٹ بعد ایک ملازم اس کے کپڑے لے کر وہاں پہنچ گیا تھا۔

آصف خاموش بیٹھا سب کچھ دیکھتا رہا۔ حمید نے غسل خانے میں جا کر لباس تبدیل کیا اور کھلنڈرے انداز میں سیٹی بجاتا ہوا دوبارہ کمرے میں داخل ہوا تو آصف غائب تھا۔

لباس تبدیل کر چکا تھا لہٰذا اب وہیں پڑے رہنا بس سے باہر معلوم ہونے لگا۔ اس نے سوچا چلو قاسم ہی سے دو دو باتیں ہو جائیں۔ اسے علم تھا کہ وہ کس پولیس اسٹیشن کی حوالات

میں ہے۔

حمید وہاں اس وقت پہنچا جب قاسم رات کا کھانا کھا رہا تھا۔

اسے دیکھ کر اس نے کھانا چھوڑ دیا اور رو دینے کے سے انداز میں کچھ کہنے کے لئے اسٹارٹ لینے لگا۔

''مجھے سب کچھ معلوم ہو چکا ہے......!'' حمید ہاتھ اٹھا کر بولا۔

''تم اطمینان سے پیٹ بھر لو پھر باتیں کریں گے۔''

''میں خود کو اس قابل نہیں سمجھتا کہ تم مجھ سے بات قرو حمید بھائی۔''

''کھانا کھاؤ۔'' حمید آنکھیں نکال کر غرایا۔

پھر قاسم کھاتا بھی رہا تھا اور اسکی آنکھوں سے موٹے موٹے آنسو بھی ڈھلکتے رہے تھے۔

تھوڑی دیر بعد اس نے رومال سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے حمید سے پوچھا۔''اب بولوں۔''

''شروع ہو جاؤ۔''

''مجھے اس کا غم تھا کہ سالا ایک مردہ عورت کو نیچا دکھانے تے لئے لے غیا تھا۔''

''تم کسی مردہ عورت کو بھی نیچا دکھانے کے قابل نہیں ہو۔''

''اب تو پھنس گیا ہوں...... جتنا جی چاہے جلالو۔''

''تمہاری گلہری خانم بھی آئی تھی یا نہیں۔''

''اے توبہ قرو...... بے عزتی نہ ہو جائے غی......شوہر سالا جیل میں ہے......ایک وقت کا خانا بھی تو نہ بھجوایا قسی نے۔ یہاں سالے تنوری روٹی اور چنے کی دال دیتے ہیں۔خدا بھلا کرے قرنل صاحب کا۔''

''مجھے علم ہے۔''

''مگر تم قہاں غائب ہو گئے تھے۔قرنل صاحب کہہ رہے تھے۔''

''ایک مردہ عورت مجھے نیچا دکھا رہی تھی۔''

''دیخ لیا......!'' قاسم نے لہک کر پوچھا۔

''اب یہ بتاؤ اگر تمہیں پھانسی ہو گئی تو میں کیا کروں گا۔'' حمید نے مسمسی صورت بنا کر کہا۔

''زبردستی۔''

''زبردستی ہی تو ہوتی ہے۔کوئی استدعا نہیں کرتا کہ حضور تشریف لے چلئے پھانسی کے تختے پر۔''

''میں قہتا ہوں کہ وہ پہلے ہی سے مری ہوئی تھی۔ پھر قیسے ہو جائے غی پھانسی۔''

''عدالت میں ثابت کیا جا سکا...... تبھی تو......ورنہ بہتیرے بے گناہ بھی مارے جاتے ہیں۔''

''اللہ تو دیکھ رہا ہے۔'' قاسم بھنا کر بولا۔''ایک صاحب خانا بھجواتے ہیں اور دوسرے صاحب ہضم بھی نہیں ہونے دیتے۔''

حمید کو ہنسی آ گئی اور وہ اس کا شانہ تھپک کر بولا۔''خیر تم پرواہ نہ کرو...... میں تمہیں عدالت سے بَری کرادوں گا۔''

''وہ کس طرح......؟''

''میں کہہ دوں گا کہ قاسم ابھی پیدا ہی نہیں ہوا۔ دشمنوں نے بے پر کی اڑائی ہوگی۔''

''اے جاؤ......عدالت اندھی ہے کہ اسے اتنا لمبا چوڑا پیدا دکھائی نہ دے گا۔''

''خیر چھوڑو۔'' حمید آہستہ سے بولا۔''میں نے ایک چھوٹا نائٹ کلب دریافت کیا ہے جہاں بڑی عجیب وغریب لڑکیاں پائی جاتی ہیں۔''

''بس بس......!'' قاسم دونوں کانوں میں انگلیاں ٹھونستا ہوا بولا۔''اللہ قرے ساری لڑکیاں مر جائیں۔اب مجھ سے لڑکیوں کی بات نہ قرو۔''

''بس اتنے میں ہی ہمت ہار بیٹھے۔''

''لڑکیوں کی بات نہ کرو۔ ورنہ میرا ہارٹ فیل ہو جائے غا۔''

''بزدل......!''

''بزدل ہی سہی۔لونڈیوں کی بات نہ قرو اللہ تعالیٰ سن رہا ہے...... پھانسی نہ ہوئی تو میں نماز پڑھنا شروع کردوں غا۔''

یک بیک حمید سنجیدہ ہو گیا۔

اسے اپنی پشت پر کسی کی موجودگی کا احساس ہوا تھا۔ تیزی سے مڑا۔

انسپکٹر آصف اُسے گھور رہا تھا۔

''آپ یہاں کیسے؟'' حمید نے کسی قدر ناگواری کے اظہار کے ساتھ پوچھا۔

"تم اسے کیا سکھانے پڑھانے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"اس کا تعلق ہمارے کیس سے ہے آصف صاحب......سوال تو یہ ہے کہ آپ نے یہاں آنے کیوں دیا۔"

آصف کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ تھی جس کا مفہوم حمید فوری طور پر نہ سمجھ سکا آخر آصف اس کا شانہ تھپک کر بولا۔ "تم ٹھیک کہتے تھے۔ وائلڈ کارنر واقعی جنگلی بدہوش لوگ ہیں۔ ان کی نظروں میں کسی چیز کی کوئی اہمیت نہیں۔"

"کیا آپ وہاں گئے تھے۔"

"ہاں...... وہاں سب کو معلوم ہے کہ تم وگ لگا کر ان کی بھیڑ میں جا شامل ہوئے تھے۔ جولی نے سب کو بتا دیا تھا کہ تم کون ہو۔"

"تب تو میرا جانا خطرے سے خالی نہیں۔"

"حمید میں اسی لئے تو کہہ رہا ہوں کہ وہ بے حد عجیب لوگ ہیں نہ تو ان پر جولی کی موت کا اثر ہے اور نہ وہ تم ہی سے خفا ہیں۔ وہ کہہ رہے تھے کیپٹن حمید بہت زندہ دل آدمی ہے۔ کاش وہ سچ مچ ہم میں سے ہوتا۔"

حمید نے آصف کی طرف بے اعتباری سے دیکھا اور بولا۔ "تو پھر کیا ہے۔ جائیے...... وہ آپ سے ضرور تعاون کریں گے جب اس حد تک گفتگو ہو چکی ہے۔"

"تم چلو تو۔"

"ہوں...... اچھا چلئے۔"

تسلی کے دو چار الفاظ کہہ کر حمید حوالات سے باہر آ گیا تھا۔ آصف کے پاس موٹر سائیکل تھی اور حمید ٹیکسی سے آیا تھا۔ لہٰذا موٹر سائیکل ہی سے روانگی ہوئی۔

کلب کے سامنے پہنچ کر دونوں موٹر سائیکل سے اُترے اور حمید آگے بڑھتا چلا گیا۔ دونوں وائلڈ کارنر ہی کے لئے روانہ ہوئے تھے۔ لہٰذا ضروری نہیں تھا کہ حمید آصف کا ہاتھ پکڑ کر چلتا لیکن جیسے ہی وہ ہال میں داخل ہوا ان لوگوں میں گھر کر رہ گیا۔ مڑ کر دیکھا آصف کا کہیں پتہ نہ تھا۔

"اجنبی خان کہاں ہیں۔" وہ اس کو گھیرے میں لیتے ہوئے جارحانہ انداز میں بولے

رہے تھے۔

یک بیک حمید کو غصہ آ گیا اور وہ انہیں دونوں ہاتھوں سے دھکیلتا ہوا بولا۔ "پیچھے ہٹو! یہاں اس وقت میری آمد سرکاری نوعیت کی ہے۔"

"تم اسی کے لئے یہاں بھیس بدل کر آئے تھے۔" ایک لڑکی چیخی۔

"ہاں...... مجھے اس کی تلاش ہے۔"

"تمہاری ہی وجہ سے اجنبی خان نے اسے قتل کر دیا۔"

"کیوں؟ میری وجہ سے کیوں قتل کر دیا۔"

"اس سے صرف وہی واقف تھی۔ صرف وہی جانتی کہ وہ کہاں رہتا ہے۔ جب اُسے معلوم ہوا ہوگا کہ ایک سرکاری سراغ رساں......!"

"تم خاموش رہو۔" ایک آدمی نے اس لڑکی کی گفتگو میں مداخلت کرتے ہوئے حمید کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا اور اسے اس بھیڑ سے دور لے جا کر بولا۔ "مجھ سے بات کرو۔"

"بات تم کرو گے۔" حمید اسے گھورتا ہوا بولا۔ "میں یہاں اس لئے آیا تھا کہ اجنبی خان کے متعلق چھان مین کر سکوں۔"

"جولی کے علاوہ اس کے بارے میں کوئی کچھ نہیں جانتا۔"

"اور جولی مر چکی ہے۔"

"لہٰذا یہاں دکھائی دیئے تو نتیجے کے تم خود ذمہ دار ہو گے۔"

"بکواس بند کرو...... تم ایک ذمہ دار آدمی سے گفتگو کر رہے ہو۔"

"جو کچھ مجھے کہنا تھا کہہ چکا۔" اس آدمی نے کہا اور مڑ کر دوسروں کو کچھ اشارہ کیا اور وہ پھر حمید کی طرف دوڑ پڑے۔

اگر کوئی لڑکی گردن میں جھول گئی تو کیا ہوگا۔ حمید نے سوچا اور اس کے دیوتا کوچ کر گئے۔ لیکن قبل اس کے کہ کوئی فیصلہ کر سکتا اس کے خدشے کے مطابق صرف لڑکیاں ہی اس پر ٹوٹ پڑیں۔ مرد دور کھڑے قہقہے لگا رہے تھے۔

حمید بُری طرح بوکھلا گیا۔

اچانک اسی وقت ایک گرجدار آواز سنائی دی۔ "یہ کیا ہو رہا ہے پیچھے ہٹ جاؤ۔"

حمید کو ایسا لگا جیسے بالکل مشینی انداز میں وہ سب اس سے الگ ہوگئی ہوں۔

سامنے کرنل فریدی کھڑا اس مجمعے کو قہر آلود نظروں سے گھورے جا رہا تھا۔

حمید نے دیکھا کہ وہ آدمی پہلے سے کھسک جانا چاہتا ہے جس نے اسے الگ ر
دھمکی دی تھی۔

''ٹھہرو......!'' فریدی ہاتھ اُٹھا کر بولا۔''میں صرف تمہارے لئے یہاں آیا ہوں

''مم...میں...'' وہ آدمی صرف ہکلا کر رہ گیا۔ بظاہر وہ اس بھیڑ سے متعلق نہیں معلوم ہو

پورے ہال پر ایسا سکوت طاری ہوگیا تھا جیسے کسی جادوگر نے ہر متنفس کو پتھر کا بنا دیا

''بقیہ لوگ یہاں سے ہٹ جائیں۔'' فریدی نے دوسروں کو مخاطب کرکے سرد لہجے میں

کچھ ہٹ گئے اور کچھ بدستور کھڑے رہے۔

''کیا تم نے سنا نہیں......!'' فریدی کے لہجے میں خونخواری اس بار حمید کو بھی متاثر
بغیر نہ رہ سکی اور وہ لوگ بھی پیچھے ہٹتے چلے گئے۔

''اور تم......میری ساتھ آؤ۔'' اس آدمی سے اس نے کہا۔

''میں......کک......کہیں نہ جاسکوں گا......یہیں گفتگو ہوگی۔''

''اچھا تو ہال خالی کرادو۔''

''مم......میں کس طرح خالی کرادوں۔''

''تمہیں حق حاصل ہے کیونکہ تم اس کارنر کے مالک ہو۔''

''مم......میں......مالک......!''

''اس کا واضح ثبوت میرے پاس موجود ہے۔''

''اچھا تو پھر......!'' وہ یک بیک تیز ہوکر بولا۔''ہاں میں ہی مالک ہوں اور آ
اس کا بھی علم ہوگا کہ میں کون ہوں۔''

''میں جانتا ہوں کہ تم ایک بڑی شخصیت کے بھتیجے ہو۔ اس کے باوجود میرے پا
کارنر کی تلاشی کا وارنٹ موجود ہے۔''

''تت......تلاشی۔'' وہ پھر گڑبڑا گیا۔

''اگر تم چپ چاپ میرے ساتھ چلے تو میں اسے استعمال نہیں کروں گا۔''

''کہاں چلنا ہوگا۔''

''میرے آفس تک۔''

''چلئے۔'' اس نے پھر دلیر بننے کی کوشش کی۔

فریدی نے حمید کو ساتھ چلنے کا اشارہ کیا تھا۔ باہر فٹ پاتھ پر آصف دکھائی دیا۔ اس نے آگے بڑھ کر کچھ کہنا چاہا تھا لیکن وہ لنکن کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس کے پیچھے وہ آدمی تھا اور حمید اس آدمی کے پیچھے چل رہا تھا۔ اس نے آصف کی طرف دیکھ کر بائیں آنکھ دبائی اور مسکراتا ہوا لنکن کی پچھلی سیٹ پر جا بیٹھا۔ فریدی ہی نے ان دونوں کے لئے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا تھا۔ فریدی اسے اپنے آفس میں لایا اور فنگر پرنٹ سیکشن کے ایک ماہر کو طلب کرکے اسکے دونوں ہاتھوں کے پرنٹ لئے......اس پوری کارروائی کے دوران میں وہ آدمی کبھی نروس نظر آنے لگتا تھا اور کبھی اس کی آنکھوں سے غیض وغضب ظاہر ہونے لگتا تھا۔

اس کارروائی کے اختتام پر فریدی نے اس سے کہا۔''اب آپ جاسکتے ہیں مسٹر شفقت۔''

''فنگر پرنٹس لینے کی ضرورت کیوں پیش آئی تھی۔'' اس نے بیحد خوشگوار لہجے میں پوچھا۔

''ایک شبہے کے تحت......!'' فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

''کیسا شبہہ۔''

''اس شبہے کے علاوہ کہ تمہارے کارنر میں اس وقت بھی وافر مقدار میں منشیات موجود ہیں۔ جن کے لئے تمہارے پاس کوئی قانونی جواز نہیں۔ مجھے اُمید ہے کہ تم اسی رعائت کو کافی سمجھو گے۔''

پھر اس نے حمید سے کہا۔''شفقت صاحب کو پھاٹک تک چھوڑ آؤ۔''

شفقت نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے شاید اندر ہی اندر کھول رہا تھا۔ کیونکہ اس کے خدوخال میں تیکھا پن پیدا ہوگیا تھا۔ حمید اسے پھاٹک تک پہنچا کر واپس آگیا۔ اس دوران میں ان کے درمیان کسی قسم کی گفتگو نہیں ہوئی تھی۔

''آپ تلاشی لئے بغیر چلے آئے۔''

''محض اس لئے کہ وہ فون کرکے کسی کو اپنی مدد کے لئے نہ بلا سکے اور میں اس کے ہاتھوں کے پرنٹ حاصل کرلوں۔''

''اور اس وارنٹ کا کیا ہوگا۔''

''واپس کر دیا جائے گا لیکن منشیات ضرور پکڑی جائیں گی اور ان کا تعلق وائلڈ کارنر سے ظاہر ہو جائے۔''

''وہ کس طرح۔''

شفقت اسی وقت انہیں وہاں سے ہٹانے کی کوشش کرے گا تا کہ میرے خلاف کارروائی کی جا سکے لیکن جو لوگ کارنر کی نگرانی کر رہے ہیں وہ منشیات کو وہاں سے نکلنے نہ دیں گے۔''

''اس کے پرنٹس کیوں لئے ہیں آپ نے۔''

''کچھ دیر بعد معلوم ہو جائے گا۔ ویسے ہو سکتا ہے وہ محض شبہہ ہی ہو۔''

''اوہ ٹھیک یاد آیا...... وہ آپ نے کس آدمی کا نام لیا تھا جولی کے قتل کے سلسلے میں۔''

''موسیو بونار...... بڑے پائے کے جیالے ہیں۔ بعض حلقوں میں ان کی طاقتوری کے بڑے چرچے ہیں۔ عورتوں میں بے حد مقبول ہیں۔ کوئی بات ناگوار گزرے تو غصے سے پاگل ہو جاتے ہیں، اردو اہل زبان کی طرح بولتے ہیں۔''

''اور چلنے کا انداز......!''

''قطعاً ویسا نہیں ہے۔ جیسا اجنبی خان کے بارے میں سنا جاتا رہا ہے۔'' فریدی حمید کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

اتنے میں فون کی گھنٹی بجی۔ فریدی ریسیور کان سے لگا کر سنتا رہا پھر ''شکریہ'' کہہ کر کریڈل پر رکھ دیا۔

اس کی آنکھوں میں حمید نے ویسی ہی چمک دیکھی جیسی عموماً کامیابی سے قریب ہونے کی صورت میں دکھائی دیتی تھی۔

حمید استفہامیہ انداز میں اس کی طرف دیکھتا رہا۔

''تمہاری گاڑی پر تین قسم کے نشانات پائے گئے تھے تمہاری انگلیوں کے...... موبی کی انگلیوں کے اور اب معلوم ہوا ہے کہ تیسری قسم کے نشانات شفقت کی انگلیوں کے تھے۔''

''اوہ...... لیکن اس حد تک خیال کیسے پہنچا۔''

''اس بھیڑ میں صرف وہی بغیر ڈاڑھی مونچھوں والا نظر آیا تھا اور اس کے بال بھی بڑھے ہوئے نہیں ہیں۔ پھر مزید چھان بین پر معلوم ہوا کہ کارنر کا مالک بھی وہی ہے...... موبی کے بیان کے مطابق سڑک پر تمہیں روکنے والوں میں اجنبی خان بھی تھا اور تمہارا بیان ہے وہ صرف دو ہی آدمی ہیں۔ موبی بھی یہی کہتا ہے۔''

''تو پھر......!''

''اٹھو...... چلو میرے ساتھ۔''

وہ لنکن میں بیٹھ کر ایسی جگہ پہنچے تھے جہاں زیادہ تر چھوٹے چھوٹے مکانات نظر آرہے تھے۔ فریدی نے لنکن سڑک پر پارک کی تھی اور وہ دونوں کئی گلیوں سے پیدل گزرنے کے بعد ایک شکستہ سے مکان میں داخل ہوئے تھے۔

یہاں فریدی نے نہ صرف اپنا میک اپ کیا بلکہ حمید کی شکل میں بھی تھوڑی سی تبدیلی کی۔ اب ان کے جسموں پر شکستہ حال آدمیوں کے سے لباس تھے۔

''میرا خیال ہے کہ اب پیدل ہی سڑکیں ناپنی پڑیں گی۔'' حمید بڑبڑایا۔

''فکر نہ کرو...... زیادہ دور نہیں چلنا پڑے گا۔''

سڑک پر پہنچ کر فریدی نے ایک موٹر رکشہ رکوائی تھی اور اس پر بیٹھتے ہوئے ڈرائیور سے کہا تھا سیدھے ہی چلتے چلو۔

شاید دو میل کی مسافت طے کرنے کے بعد اس نے رکشہ روکنے کو کہا تھا۔

یہاں دونوں اتر گئے...... فریدی ایک عمارت کی طرف بڑھا جس کے پھاٹک پر نیچے سے اوپر تک کسی قسم کی گھنی بیل چھائی ہوئی تھی اور اس کا پھیلاؤ اتنا تھا کہ وہ دونوں اس کی اوٹ میں چھپ گئے۔

آس پاس سناٹا تھا۔

حمید سوچ رہا تھا کہ دیکھیں اب کیا ہو۔ دل گویا سر میں دھڑک رہا تھا۔

آخری شکار

دس منٹ بھی نہیں گزرے تھے کہ ایک گاڑی پھاٹک پر رکی۔ فریدی جھپٹ کر آگے

بڑھتا ہوا بولا۔ ''سلام صاحب۔''

''سلام......!'' گاڑی کے اندر سے آواز آئی۔ ''کیا بات ہے تم کون ہو۔''

''وہ...... جناب عالی!'' کہتے ہوئے فریدی نے جھک کر کھڑکی کے اندر ہاتھ ڈال
اس کے بعد حمید نے گاڑی کے اندر سے بولنے والے کی آواز دوبارہ نہیں سنی تھی۔

فریدی نے مڑ کر حمید کو قریب آنے کا اشارہ کیا اور دروازہ کھول کر اگلی سیٹ پر بیٹھ

''پیچھے بیٹھ جاؤ۔'' حمید کے قریب پہنچنے پر اس نے آہستہ سے کہا تھا۔ حمید نے
سیٹ کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھتے ہوئے دیکھا۔ فریدی کے برابر کوئی سیٹ پر ڈھلکا پڑا ہے

فریدی نے گاڑی آگے بڑھائی اور حمید سے بولا۔ ''تم لنکن کے قریب اُتر کر میرے
پیچھے آؤ۔''

کچھ مسافت طے کرنے کے بعد گاڑی وہاں پہنچی تھی جہاں لنکن پارک کی گئی تھی
فریدی نے حمید کو کنجی دی اور حمید گاڑی سے اُتر کر لنکن میں جا بیٹھا۔

اب دونوں گاڑیاں آگے پیچھے چل رہی تھیں۔ تھوڑی دور چل کر فریدی والی گاڑی ایک
تاریک اور سنسان میدان میں مڑ گئی۔ حمید نے بھی لنکن اُدھر ہی موڑ دی۔ پھر جب اگلی گاڑی
اس نے رکتے دیکھا تو خود بھی بریک لگائے۔ دونوں گاڑیاں رک چکی تھیں۔

حمید سیٹ پر جما بیٹھا رہا۔ چند لمحوں کے بعد اس نے فریدی کی آواز سنی۔

''پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولو۔''

حمید نے بڑی پھرتی سے تعمیل کی۔ فریدی نے کسی کو پچھلی سیٹ پر ڈالتے ہوئے کہا۔ ''تم
بھی ادھر ہی آجاؤ۔''

''کون ہے؟'' حمید نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

''شفقت......! اگر یہ ہوش میں آجائے تو شور مچانے سے باز رکھنا۔''

حمید نے طویل سانس لی اور اُتر کر پچھلی سیٹ پر پہنچ گیا۔

فریدی نے دوبارہ لنکن کا انجن اسٹارٹ کیا۔ اب وہ کوٹھی کی طرف جا رہے تھے۔

کوٹھی پہنچ کر فریدی نے حمید سے کہا۔ ''تم جا کر اپنا حلیہ درست کرو اور پھر تجربہ گاہ میں
آجانا۔''

حمید نے اسی میں عافیت سمجھی کہ فی الحال باتوں میں نہ الجھے۔ بڑی تھکن محسوس کر رہا تھا۔

بیس منٹ بعد وہ تجربہ گاہ میں ایک عدد فولڈنگ آرام کرسی سمیت داخل ہوا۔

فریدی وہاں موجود تھا۔ حمید نے اس کے قریب ہی آرام کرسی رکھوائی اور کراہتا ہوا نیم
دراز ہوگیا۔

فریدی اب میک اپ میں نہیں تھا۔ اسکے سامنے میز پر ڈکٹا فون کا ریسیور رکھا ہوا تھا۔

حمید نے تفہیمی انداز میں سر کو جنبش دی اور فریدی کی طرف دیکھنے لگا۔

''تین چار منٹ بعد تم سب کچھ سن لوگے۔'' فریدی مسکرا کر بولا۔

''تو کیا شفقت بھی تہہ خانے میں ہے۔''

''ہاں...... موبی بے خبر سو رہا ہے اور شفقت بے ہوش ہے۔ جیسے ہی ہوش میں آئے گا
غیر متوقع طور پر موبی سے ملاقات ہوگی اور تم دیکھو گے موبی کتنا اچھا اداکار ہے۔''

''اداکار......!''

''ہاں...... اور اول درجے کا جھوٹا بھی۔''

حمید سمجھ گیا کہ ڈکٹا فون کا سلسلہ تہہ خانے تک پہنچا ہوگا اور ان دونوں کی گفتگو سنی
جاسکے گی۔ حمید پائپ میں تمباکو بھر رہا تھا۔ نظر ڈکٹا فون کی طرف لگی ہوئی تھی۔

''کچھ دیر بعد اس سے سرسراہٹ کی آواز آئی اور پھر کسی نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

''کک...... کون...... اوہ شفقت...... تت...... تم کہاں۔''

حمید نے بالآخر پہچان لیا کہ یہ موبی کی آواز تھی۔

''تم بتاؤ کہ تم کہاں ہو؟'' شفقت کی آواز۔

''مم...... میں کرنل فریدی کی نجی قید میں ہوں۔'' موبی کی آواز۔

''خدا غارت کرے...... میں تو یہ بھی نہیں بتا سکتا کہ یہاں پہنچا کیسے۔'' شفقت کی آواز۔

''مجھے بھی نہیں معلوم۔ تم مجھے چھوڑ بھاگے تھے۔ اس آدمی کے ہاتھوں زیر ہوا پھر آنکھ
کھلی تھی فریدی کی کوٹھی میں۔ اب پتا نہیں کہاں ہوں۔''

''فریدی سے کب سے ملاقات نہیں ہوئی۔'' شفقت کی آواز۔

ہر تین گھنٹے بعد میری خیریت دریافت کرنے ضرورت آتا ہے اور ہاں پیارے شفقت

مجھ سے ایک غلطی ہوگئی ہے۔ موبی کہہ رہا تھا۔ ''میں نے اپنی جان چھڑانے کیلئے فری
کہہ دیا تھا کہ جب ہم نے حمید کی تلاش میں ایک گاڑی روکی تھی تو دوسرا آدمی اجنبی خان تھا
''یہ کیا کیا تم نے۔'' شفقت کی دہاڑ سنائی دی۔ ''میری گردن کٹوادی تم نے۔ اب
سمجھا کہ اس نے میرے فنگر پرنٹ کیوں لیے تھے۔ او موبی کے بچے اس گاڑی پر کہیں
میری انگلیوں کے نشانات اسے ضرور مل گئے ہوں گے۔''

''میں کیا کرتا...... یہ بھی تو نہیں بتا سکتا تھا کہ شفقت میرے ساتھ تھا...... اجنبی
تو کوئی بھی نہیں جانتا...... نہ میں جانتا ہوں نہ تم جانتے ہو۔''

''جولی اس کی اصل شخصیت سے واقف تھی اس لئے وہ مار ڈالی گئی اور ہاں
دلچسپ بات سنو...... اجنبی خان نے اپنی مصنوعی ناک اور ڈاڑھی فریدی کو بھجوادی تھی۔
بھائی تلاش کرتے پھریں گے۔''

''ابے اُلو کے پٹھے۔'' شفقت پھر دہاڑا۔ ''اس سے تو میری پوزیشن اور زیادہ خط
میں پڑ گئی ہے۔ مصنوعی ناک اور ڈاڑھی۔ تو نے تو مجھے پھانسی ہی دلوادی حرامزادے۔''

''گالیاں کیوں دے رہے ہو۔'' موبی کی روہانسی آواز آئی۔

''میرا دل چاہ رہا ہے کہ تمہارا گلا گھونٹ دوں۔''

''بس اب اُٹھ چلو......!'' فریدی نے حمید کے شانے پر ہاتھ مار کر کہا۔ ''میں دو
ٹوٹ پھوٹ سے محفوظ رکھنا چاہتا ہوں۔''

یہ لوگ عین اس وقت تہہ خانے میں پہنچے جب دونوں معمولی گفتگو سے گالی گلوچ
آئے تھے۔

''ختم کرو۔'' فریدی ہاتھ اُٹھا کر بولا۔ ''شفقت صاحب! مجھے یقین ہے کہ تم
خان نہیں ہو۔ کیونکہ اس کی مصنوعی ناک تمہاری ناک پر فٹ نہیں بیٹھتی۔ میں دیکھ چکا ہوں
ڈاڑھی بھی کم از کم تمہارے چہرے کی ہرگز نہیں ہوسکتی۔''

''خدا کا شکر ہے۔'' شفقت نے طویل سانس لی۔

''اور اب میں یہ دونوں چیزیں موبی کے چہرے پر آزماؤں گا۔'' فریدی نے سر
میں کہا۔

''نہیں......!'' موبی کے چہرے سے بیساختہ نکلا تھا۔

اس کے بعد سناٹا چھا گیا۔ وہ تینوں ہی موبی کو گھورے جا رہے تھے۔ پھر فریدی نے
شفقت کو مخاطب کیا۔ ''کیا تم نے کبھی موبی اور اجنبی خان کو ساتھ بھی دیکھا ہے۔''

''ٹھہریئے...... مجھے سوچنے دیجئے۔'' شفقت بھنویں سکوڑتا ہوا بولا اور چند لمحے خاموش
رہنے کے بعد سر ہلا کر کہا۔ ''مجھے تو یاد نہیں پڑتا کہ کبھی ایسا ہوا ہو۔''

''تم ٹھیک کہتے ہو۔'' فریدی مسکرا کر بولا۔ ''تمہارے حلقے کے کسی بھی فرد نے ان
دونوں کو کبھی اکٹھے نہیں دیکھا۔ میں اس سلسلے میں معلومات حاصل کر چکا ہوں...... اچھا موبی
خاموشی سے بیٹھ جاؤ۔''

موبی کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا۔ آنکھیں بے نور تھیں اور سینہ دھونکنی کی طرح پھولنے پچکنے لگا
تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اس کے جسم میں ہلنے جلنے کی سکت ہی نہ رہی ہوگی۔ کیونکہ جب
فریدی اسکے چہرے پر ناک اور ڈاڑھی فٹ کر رہا تھا۔ اس نے ذرہ برابر بھی جنبش نہیں کی تھی۔

''خدا کی پناہ......!'' شفقت بے تحاشہ چیخ پڑا۔ ''یہی ہے اجنبی خان۔''

پھر انہوں نے موبی کو بستر پر گرتے دیکھا۔ پتا نہیں سچ مچ بیہوش ہوگیا تھا یا بن رہا تھا۔

حمید نے شفقت کے چہرے پر گہری شرمندگی کے آثار دیکھے۔

دفعتاً فریدی نے اس سے کہا۔ ''تمہارے وہ آدمی بھی پکڑ لئے گئے ہیں جو وائلڈ کارنر
سے منشیات کے پیکٹ باہر لے جا رہے تھے۔ لیکن یہ معاملہ میری ہی ذات تک محدود ہے۔''

''مجھے بے عزتی سے بچا لیجئے کرنل صاحب۔'' شفقت ہاتھ جوڑ کر گڑگڑایا۔

''فکر نہ کرو...... میرے کہنے پر عمل کرو گے تو تمہارا کچھ بھی نہیں بگڑے گا۔''

''یقین کیجئے! میری ذات اس معاملے میں صرف مذاق کی حد تک ملوث تھی۔ اس موبی
نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ قاسم اور حمید کو ایک عمارت میں اچانک ملوانا چاہتا ہے اس طرح ایک
دلچسپ مذاق جنم لے گا۔ یہی وجہ تھی کہ جب اس گاڑی میں حمید صاحب کی بجائے کوئی دوسرا
نظر آیا تھا تو میں نے ان دونوں کو الجھا چھوڑ کر اپنی راہ لی تھی۔ ورنہ کیا اس صورت میں موبی
کی مدد کر سکتا تھا لیکن اس حرامزادے نے مجھے ہی اجنبی خان بنا دیا۔''

''بھلا اس مذاق کا مقصد کیا بتایا تھا۔'' حمید پوچھ بیٹھا۔

"اس نے کہا تھا کہ حمید اور قاسم بھی ہمارے حلقے میں شامل ہو جائیں تو بڑی تفر
رہے گی لیکن حمید کو اپنا گرویدہ بنانے کے لئے ذہانت کی ضرورت ہوگی اور میں اپنی ذہا
اس عمارت میں دکھاؤں گا پھر جب آپ عمارت کے اندر چلے گئے تھے تو ہم کمپاؤنڈ کے
آ کر سامنے والے میدان کی جھاڑیوں میں جا چھپے تھے۔ موبی ہی نے اس کے لئے کہا تھا
کافی دیر تک ہم چھپے رہے تھے۔ پھر اچانک موبی نے کہا تھا کہ کیپٹن حمید تو بھاگا جا رہا ہے۔ ا
کھیل ہی بگڑ گیا۔ چلو آگے چل کر اسے روکیں لیکن گاڑی میں آپ کی بجائے کوئی اور تھا۔"

"خیر ختم کرو......!" فریدی ہاتھ اُٹھا کر بولا۔ "تمہاری گاڑی اب تک تمہارے گھر پہنچ
گئی ہوگی۔ پہنچانے والے نے یہ پیغام بھی دیا ہوگا کہ تم کو اچانک دو تین دن کے لئے باہر جا
پڑا ہے۔ بہرحال اس وقت تم یہیں رہو گے اور موبی کی ذمہ داری بھی تم پر ہی ہوگی۔ یہ خودکش
نہ کرنے پائے۔"

اس کے بعد فریدی نے مصنوعی ناک اور ڈاڑھی موبی کے چہرے سے الگ کر دی۔

تہہ خانے سے واپسی پر حمید نے کہا۔ "اسکو کہتے ہیں بغلی میں چھورا شہر میں ڈھنڈورا۔"

"اچھا اب تم آرام کرو۔" فریدی نے پُرتفکر لہجے میں کہا۔ "میں بھی سونا چاہتا ہوں۔"

دوسری صبح حمید دیر تک سوتا رہا تھا اسلئے ناشتے کی میز پر فریدی سے ملاقات نہ ہو سکی۔
لیکن وہ کوٹھی ہی کے کسی حصے میں موجود تھا ملازموں سے معلوم ہوا تھا کہ وہ باہر نہیں گیا۔

تھوڑی دیر بعد اس نے اسے تجربہ گاہ میں طلب کیا تھا۔ وہاں موبی بھی موجود تھا۔ اس
کے چہرے پر مردنی چھائی ہوئی تھی۔

فریدی کہہ رہا تھا۔ "اصل مجرم رنگے ہاتھوں پکڑا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا۔ جولی کے قتل
کا موقع تو ہاتھوں سے نکل گیا......اب مسٹر موبی صرف تم ہی ایسے باقی بچے ہو جس کے قتل
کے وقت بونار پر ہاتھ ڈالا جا سکے۔"

"مجھ پر رحم کیجئے۔ مجھ سے کوئی ایسا جرم سرزد نہیں ہوا جس کی سزا موت ہو۔" موبی
پھنسی پھنسی آواز میں کہا۔ "بلاشبہ میں نے قاسم اور کیپٹن حمید کو قتل کے کیس میں ملوث کرنا
تھا لیکن قتل میں میرا ہاتھ نہیں تھا اور میں نے یہ سب وافر مقدار میں مفت منشیات کے لا
میں کیا تھا۔ لیکن بونار کی اس یقین دہانی پر اس لئے تیار ہوا تھا کہ مجھ پر کسی کو شبہ بھی

ہو سکے گا۔ جب آپ کو مصنوعی ناک اور ڈاڑھی بھجوادی جائے گی تو مجھ پر صرف اتنا ہی الزام
آئے گا کہ میں نادانستگی میں بحیثیت موبی ایک سازش میں ملوث ہو گیا تھا لہٰذا آپ کو اجنبی
خان کی کہانی اس انداز میں سنائی تھی۔ لیکن جب مجھے جولی کے قتل کا علم ہوا تو اپنی خیر بھی نظر
نہ آئی اور میں نے آپ کی قید سے رہا ہونے سے نہ صرف انکار کر دیا بلکہ بونار کی طرف بھی
ہلکا سا اشارہ کرتے ہوئے یہ بات آپ کے ذہن نشین کرانے کی کوشش کی تھی کہ وہی اس کا
قاتل ہو سکتا ہے۔"

"سوال یہ ہے کہ جب ان دونوں کو اس کیس میں ملوث ہی کرنا تھا تو تم نے آرلکچو کے
ویٹروں کو کیوں گواہ بنایا تھا۔ تم انہیں خصوصیت سے اپنی طرف متوجہ کئے بغیر بھی کسی نہ کسی
طرف متعارف ہو سکتے تھے۔"

"یہ میں نے اپنے یعنی موبی کے بچاؤ کے لئے کیا تھا۔ ظاہر ہے کہ آپ اس کیس میں
خصوصی دلچسپی لیتے۔ لہٰذا میں اس کوشش میں تھا کہ اجنبی کی شخصیت بہت زیادہ اُبھر کر آپ
کے علم میں آئے۔ اس کی تلاش میں رہیں اور موبی محفوظ ہو جائے کیونکہ موبی کے پاس تو
صرف وجدی اور اجنبی خان کی کہانی تھی۔ بونار نے مجھے اور جولی کو پوری طرح اطمینان دلا دیا
تھا کہ مصنوعی ناک اور ڈاڑھی فریدی کے پاس پہنچ جانے کے بعد میں قطعی محفوظ ہو جاؤں گا۔
بہرحال ہم دونوں ہی منشیات کے لالچی تھے۔ اتنے لالچی تھے کہ ہم نے بونار سے اس سازش
کا مقصد بھی معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔"

"بونار تمہاری تلاش میں ہے۔" فریدی نے سرد لہجے میں کہا۔ "میں تمہیں اس کے لئے
چارا بناؤں گا۔ بڑی مچھلی ہے۔"

"رحم کیجئے۔ وہ سچ مچ مار ڈالے گا۔"

"تم جیسے نالائقوں کو مر ہی جانا چاہئے کہ منشیات کی لالچ میں ملک وقوم کا سودا کر بیٹھتے
ہیں۔ غیر ملکی جاسوسوں کا آلہ کار بن کر اپنے ہی گھر میں آگ لگانے کی کوشش کرتے ہو۔"

"میں مقصد سے واقف نہیں تھا۔"

"بکواس ہے۔"

"مجھ پر رحم کیجئے۔"

''رحم اللہ کرتا ہے......ہم تو صرف فرائض کی ادائیگی کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔''

''میں مرنا نہیں چاہتا۔''

''فون پر بونار سے رابطہ قائم کرسکتے ہو۔''

''جج......جی ہاں۔''

''تمہاری بچت اسی طرح ممکن ہے کہ بونار گرفتار ہوجائے......!''

''میں ہر طرح تیار ہوں جناب۔''

''اچھی بات ہے......تو ذرا تازہ دم ہوجاؤ......تمہارے چہرے پر مردنی چھائی ہ ہے۔'' فریدی نے کہا اور اُٹھ کر ایک میز کے قریب گیا جس پر شیشے کے کئی سائنسی آلا رکھے ہوئے تھے۔ واپسی پر حمید نے اس کے ہاتھ میں ایک گلاس دیکھا۔ اس میں زرد رنگ کوئی سیال تھا۔

''یہ لو......!'' اس نے گلاس موبی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ دوبارہ جاگو گے تو کو بدلا ہوا پاؤ گے۔

موبی نے گلاس لیا اور کسی قدر ہچکچاہٹ کے ساتھ پی گیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد حمید نے اسے اونگھتے دیکھا تھا۔ گہری نیند طاری ہونے میں تین منٹ لگے تھے۔

''اب تم آفس جاؤ......!'' فریدی نے حمید سے کہا۔ ''آصف سے الجھنے کی ضرو نہیں......اور نہ اب اس کے ساتھ جانا۔''

''کل رات والی حرکت کا بدلہ تو ضرور لوں گا۔''

''پھر کبھی......فی الوقت جو کہہ رہا ہوں کرو۔ آفس میں اس وقت تک ٹھہرو گے تک کہ میں کوئی دوسری ہدایت نہ دوں......اس کیس کے متعلق کسی سے کوئی گفتگو نہ کرنا۔''

پھر بوریت! حمید نے سوچا۔ لیکن آفس تو جانا ہی پڑا تھا۔ ویسے حقیقتاً وہ قاسم کیلئے بے چین تھا۔ موبی اور شفقت کے بیانات کی بناء پر اس کی ضمانت میں آسانی ہوسکتی تھی۔

ایک بجے فریدی کی کال آئی تھی جس کے مطابق شفقت وائلڈ کارنر میں پہنچ چکا تھا اب حمید کو بھی وہیں جانا تھا۔ مقصد یہ تھا کہ وہ مزید لوگوں سے اجنبی خان کے متعلق پوچھ گچھ کرے۔

''موبی کا کیا بنا۔'' حمید نے پوچھا۔

''چارا بنایا جائے گا اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں۔ مچھلی واقعی بہت بڑی ہے۔ ایسے تماشائی بھی ضرور ہوں گے جو اس شاہکار کی تصدیق کرسکیں۔''

حمید مزید وضاحت چاہتا تھا لیکن دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کردیا گیا۔

دوپہر کا کھانا اس نے ایک ریسٹوران میں کھایا اور وائلڈ کارنر جا پہنچا۔ شفقت اسے دیکھتے ہی بھنا کر کھڑا ہوگیا اور اپنے سر پر دوہتڑ مار کر بولا۔

''میں کہاں سے پیدا کروں اجنبی خان کو۔''

''جب تک اس کا پتہ نہ لگ جائے میں یہیں قیام کروں گا۔'' حمید نے اونچی آواز میں کہا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ فریدی نے اسے خوب پکا کر کے رہا کیا ہے۔

یہاں ایسے لوگوں کا مجمع تھا جن میں سے اکثر نے حمید کے ساتھ تعاون کیا اور بعض نے قطعی طور پر گفتگو سے انکار کردیا۔ انہیں کسی طرح بھی تعاون پر مجبور نہیں کیا جاسکتا تھا۔ کیونکہ وہ اپنے اپنے نشے میں ڈوبے ہوئے تھے۔

ساڑھے تین بجے فریدی وہاں پہنچا تھا۔ اسے دیکھ کر بے ہوشوں کو بھی ہوش آگیا۔ وہ سب خاموش ہوگئے تھے۔ ایسا لگتا تھا جیسے ملک الموت کی صورت نظر آگئی ہو۔ ایسے میں سوئی بھی گرتی تو اس کی آواز صاف سنی جاسکتی۔ فریدی سیدھا کاؤنٹر کی طرف گیا تھا کچھ دیر منیجر سے آہستہ آہستہ گفتگو کرتا رہا اور پھر حمید کو واپس چلنے کا اشارہ کرتا ہوا صدر دروازے کی طرف مڑ گیا۔ اس وقت شفقت یہاں موجود نہیں تھا۔

وہ باہر نکلے اور حمید نے پوچھا۔ ''شکار کس وقت ہوگا۔''

''اندھیرے میں......ابھی تو میں موبی کی تلاش میں ہوں......سارے شہر میں اس کے متعلق پوچھ گچھ ہو رہی ہے۔''

''کیا وہ مچھلی اتنی ہی ہوشیار ہے۔''

''یقیناً حمید صاحب۔ کرائے کے دو آدمی اب بھی میرا تعاقب کررہے ہیں۔ گاڑی کی روانگی پر تم دیکھ ہی لوگے۔'' فریدی نے کہا اور گاڑی کا انجن اسٹارٹ کرکے اسے پارکنگ کے مقام سے ہٹانے لگا۔

جب وہ سڑک پر نکل آئے تو فریدی نے عقب نما آئینے کا رخ بدلتے ہوئے کہا۔

''سرمئی ڈاج پر نظر رکھنا......وہ ہمیں گھر تک پہنچائے گی اور ہم آرام سے اپنی بقیہ نیند
کریں گے۔''

''بالکل......میں اس کی ضرورت محسوس کر رہا ہوں۔''

حمید نے سرمئی ڈاج پر نظر رکھی۔ ان کی گاڑی کوٹھی کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی تو ڈاج آگے بڑھتی چلی گئی تھی۔

حمید گھوڑے بیچ کر سویا۔ جگایا نہ جاتا تو شاید سات بجے بھی آنکھ نہ کھلتی۔ شام کی چا بھی رہ گئی تھی۔ کھانا آٹھ بجے کھایا تھا۔ حمید کچھ مضمحل سا تھا۔

ٹھیک نو بجے وہ عمارت سے باہر نکلنے کے لئے عقبی چور دروازے سے گزر رہے تھے۔

''اتنی احتیاط......!'' حمید بڑبڑایا۔

''یقین کرو کہ اس وقت بھی دو آدمی پھاٹک کی نگرانی کر رہے ہیں۔'' فریدی نے [illegible] لہجے میں کہا۔ شکار کا وقت قریب ہے۔ موبی نے بالآخر فون پر بونار سے رابطہ قائم کر ہی لیا اسے بتایا کہ وہ شہر ہی کی ایک عمارت میں چھپا ہوا ہے اور بہت خائف ہے۔ بونار صا جولی کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ وہ کہاں ہے......موبی لاعلمی ظاہر کرتا ہے۔ بونار عمارت کا پتہ پوچھتا ہے اور ہدایت کرتا ہے کہ وہ فی الحال وہیں چھپا رہے موقع ملتے ہی اس کی مدد کی جائے گی۔''

''کیا یہ ضروری ہے کہ بونار ہی اسے قتل کرنے دوڑا آئے......!'' حمید نے کہا۔

''جو بھی آیا اس کا تعلق براہِ راست بونار ہی سے ہوگا۔ اتنا ہی کافی ہے۔ ویسے یقین ہے کہ جولی کو خود اسی نے قتل کیا تھا۔ اگر موبی اس سے ذکر کر دیتا کہ وہ جولی کے قتل کے بارے میں سن چکا ہے تب البتہ بونار کے ہاتھ آجانے کا امکان نہ رہتا۔ بہر حال میں [illegible] نہیں ہوں۔''

بہت دور چلنے کے بعد انہوں نے ایک ٹیکسی رکوائی تھی اور راجن پور کی طرف ہو گئے تھے۔ پھر بستی کے باہر ہی وہ ٹیکسی سے اُتر گئے۔

حمید خاموش تھا۔ اسے پتا نہیں کیوں ایسا لگ رہا تھا جیسے یہ بھاگ دوڑ لاحاصل رہے فریدی نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ ''تم اتنے خاموش کیوں ہو چھکتے چلو

''شدت سے بور ہو رہا ہوں......اتنا عمدہ کیس ہاتھ آیا تھا......لیکن ایسے نامعقول متعلقین ہیں کہ انہیں، چرس، بھنگ اور افیون کے علاوہ اور کسی چیز سے دلچسپی ہی نہیں۔ آج میں نے ایک لڑکی کو چلم پیتے دیکھا تھا......شاید گانجے کے دم لگا رہی تھی۔''

''کسی بڑی تبدیلی کے درمیان کا وقفہ ایسا ہی اوٹ پٹانگ ہوتا ہے۔''

''کیسی تبدیلی؟''

''پوری دنیا خوف اور اکتاہٹ کی شکار ہو گئی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ آگ کے سمندر میں چھلانگ لگاتی ہے یا نئے گلزار تعمیر کرتی ہے۔ ہاں......ادھر بائیں جانب والی گلی میں مڑ چلو۔''

کچھ دیر بعد وہ ایک کئی منزلہ پرانی عمارت میں داخل ہوئے۔ فریدی نے ایک فلیٹ کا قفل کھولا۔ کمرہ تاریک تھا۔ فریدی نے دروازہ بند کر کے دیا سلائی کھینچی۔ مدہم سی روشنی میں حمید کو سالخوردہ فرنیچر دکھائی دیا تھا۔

پھر سوئچ آن کر کے کمرے میں روشنی کر دی گئی۔ لیکن حمید کو یہاں کوئی تیسرا نہ دکھائی دیا۔ تین کمروں کا فلیٹ تھا۔

''موبی کہاں ہے؟'' حمید نے پوچھا۔

''شکار برابر والے کمرے میں ہوگا......!'' فریدی نے کہا۔

''تو موبی وہاں ہے۔''

''جیسے ہی شکار فلیٹ میں داخل ہوگا ہمیں علم ہو جائے گا۔''

ٹھیک اسی وقت فلیٹ کے کسی گوشے سے بزر کی ہلکی سی آواز گونجی اور فریدی دروازے کی طرف جھپٹا۔ حمید نے بھی خاصی پھرتی دکھائی تھی۔ دونوں آگے پیچھے دوسرے فلیٹ میں داخل ہوئے تھے۔

دوسرے کمرے کے کھلے ہوئے دروازے میں گہری نیلی روشنی نظر آرہی تھی۔ دروازے ہی میں رک کر انہوں نے دیکھا کہ قوی ہیکل سیاہ پوش بستر کے قریب کھڑا ہوا ہے، سونے والے نے سر سے پیر تک چادر تان رکھی تھی۔ حمید نے سوچا موبی بے ہوشی کی حالت میں یہاں لایا گیا ہوگا اور اس وقت بھی بیہوش ہی ہوگا ورنہ کون اتنا بڑا خطرہ مول لے سکتا ہے۔

اچانک سیاہ پوش نے بڑا سا خنجر بلند کیا اور قبل اس کے کہ وہ خنجر سونے والے کے
میں پیوست کرتا، حمید چیخ پڑا۔

"خبردار......!"

سیاہ پوش تیزی سے مڑا تھا۔ حمید کے ریوالور کا رخ اپنی طرف دیکھ کر بھی اس نے خنجر
والا ہاتھ بلند ہی رکھا۔

"خنجر فرش پر ڈال دو۔" فریدی نے سرد لہجے میں کہا لیکن سیاہ پوش نے خنجر سمیت ان
دونوں پر چھلانگ لگائی۔

"فائر نہ کرنا۔" فریدی نے حمید سے کہتے ہوئے حملہ آور کے خنجر والے ہاتھ پر ہاتھ
ڈال دیا تھا۔

حمید بھنا کر رہ گیا۔ اس نے سوچا اچھی بات ہے۔ دکھایئے اپنی اسفند یاری ذرہ برابر
بھی دخل نہ دوں گا۔ انہیں نظر انداز کر کے وہ موبی کے بستر کی طرف جھپٹا اور چادر کھینچ لی۔

لاحول ولا قوۃ...... بیساختہ اس کی زبان سے نکلا کیونکہ چادر کے نیچے سے کپڑوں کا
ڈھیر برآمد ہوا تھا۔

اب وہ پورے اطمینان کے ساتھ ان دونوں کی طرف متوجہ ہوا۔ خنجر ابھی تک سیاہ پوش
ہی کے ہاتھ میں تھا اور فریدی اس کی گرفت سے نکال دینے کے لئے داؤ پیچ کر رہا تھا۔

"بونار...... آخری وارننگ......" حمید نے اسے کہتے سنا۔ "خنجر چھوڑ دو ورنہ کلائی کی
ہڈی ٹوٹ جائے گی۔"

"میں تجھے ذبح کر دوں گا۔" حملہ آور غرایا۔

"اچھا تو ہوشیار......!" فریدی نے کہا اور پھر اس کے حلق سے عجیب وحشیانہ سی آواز
نکلی۔ ساتھ ہی حملہ آور کی غراہٹ ملی جلی چیخ بھی سنائی دی۔ وہ کسی شہتیر کی طرح دھڑام سے
فرش پر چلا آیا تھا۔ خنجر جھنجھناتا ہوا دور جا گرا۔

اسی وقت کاریڈر سے کئی قدموں کی آوازیں آئیں اور فریدی نے بلند آواز میں کہا
ادھر ہی آجایئے۔ "حمید دوسرا سوئچ آن کر دو۔" سوئچ بورڈ پر تین سوئچ تھے۔ حمید نے ان میں
سے ایک آن کر دیا۔ جو نیلی روشنی والے بلب کے علاوہ تھی۔ تیز روشنی کمرے میں پھیل گئی۔

نمبر 37 خواب گاہ میں داخل ہونے والوں میں ڈی آئی جی کے علاوہ ڈی ایس پی اور ایک
ملکی تھا۔ غیر ملکی کو حمید نے پہچان لیا۔ یہ اسی سفارت خانے کا فرسٹ سیکریٹری تھا۔

فریدی نے جھک کر حملہ آور کے چہرے سے نقاب ہٹا دیا۔ پتا نہیں وہ بے ہوش تھا یا بنا
تھا۔

کوئی کچھ نہ بولا۔ ڈی آئی جی تحسین آمیز نظروں سے فریدی کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"شکریہ کرنل فریدی۔" دفعتاً فرسٹ سیکریٹری نے آگے بڑھ کر فریدی سے مصافحہ
تے ہوئے کہا۔ "مجھے اُمید ہے کہ یہ بات آگے نہیں بڑھنے پائے گی۔"

اس کے بعد ڈی آئی جی کے اشارے پر فریدی اور حمید فلیٹ سے باہر نکل آئے تھے۔

"بات پلے نہیں پڑی۔" حمید بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"آج نیاگرا میں بڑا شاندار پروگرام ہے بقیہ رات وہیں گزاریں گے۔" فریدی نے
راکر کہا۔ "اسی لئے میں نے دن میں سو رہنے کی تجویز پیش کی تھی۔"

"بونار کی بات کیجئے؟" حمید جھنجھلا گیا۔

وہ اپنے سفارت خانے میں رہ کر اپنے ہی ملک کے مفاد کے خلاف کام کر رہا تھا۔ تمارا
اس میں شریک کار تھی۔ کسی بات پر ان میں اختلاف ہو گیا تھا۔ لہٰذا راز داری برقرار رکھنے
لئے بونار نے اسے ختم کر دینے کی تجویز بنائی۔ ساتھ ہی اس معاہدے کو التوا میں ڈلوانے
لئے اس نے ایک سرکاری آفیسر کو بھی اس میں ملوث کرنے کی کوشش کر ڈالی تھی۔ دراصل
ہمارے اس دشمن ملک ہی کا ایجنٹ تھا جو نہیں چاہتا کہ ہمارا اس ملک سے اسلحہ جات کی خرید
لسلے میں کوئی معاہدہ ہو سکے۔ تم اور قاسم ساتھ پکڑے جاتے اور ہمارے آفیسر اسے باور
لیتے کہ یہی حقیقت بھی ہو سکتی ہے۔ پھر بھی حمید صاحب موبی نے اپنے بچاؤ کے لئے جو
فتیں کی تھیں انہی کی بناء پر یہ مسئلہ اتنی آسانی سے حل ہو گیا...... ورنہ دانتوں پسینے آجاتے۔"

حمید خاموشی سے راستہ طے کر رہا تھا۔

ختم شد

جاسوسی دنیا نمبر 111

روشن ہیولیٰ

(پہلا حصہ)

پیشرس

آپ کو علم ہوگا کہ جس کاغذ پر میری کتابیں چھپتی تھیں قومی ضروریات کے تحت صرف اخبارات اور رسائل کے لیے مخصوص کر دیا گیا ہے۔ اس پر اب کتابیں نہ چھاپی جا سکیں گی۔ سفید کاغذ اخباری کاغذ سے کئی گناہ زیادہ مہنگا ہے۔ کم قیمت کی کتابیں اس کا بار برداشت نہیں کرسکتیں۔ پھر بھی ''روشن ہیولیٰ'' اسی مہنگے کاغذ پر پیش کی جارہی ہے اور قیمت میں بھی اضافہ نہیں کیا گیا۔ دعا کیجیے کہ قیمت میں اضافہ نہ کرنا پڑے۔

اگر اخباری کاغذ پر پابندی عائد ہوتی تو آپ اس کہانی کو ''خاص نمبر'' کی شکل میں ملاحظہ فرماتے۔

ویسے پچھلے ناول میں اس کا اشتہار عام نمبر ہی کی حیثیت سے دیا گیا تھا۔ لیکن جب پلاٹ کے پھیلاؤ پر نظر پڑی تو سوچا تھا کہ اس بار یونہی سہی۔ آپ کو اطلاع دیئے بغیر ''خاص نمبر'' پیش کر دیا جائے۔

اخباری کاغذ پر کنٹرول کے نفاذ نے میری خواہش پوری نہ ہونے دی۔! سفید کاغذ پر خاص نمبر پیش کرنے کا مطلب آپ کی جیب پر اضافی بار ڈالنا ہوتا۔ لہٰذا اپنے نام کے اعتبار سے تو یہ کہانی آپ کو مکمل ہی لگے گی، کیونکہ روشن ہیولیٰ کا انجام آپ کو اس میں نظر آجائے گا۔ لیکن حقیقتاً کہانی ختم نہیں ہوئی۔ کہانی کے اختتام پر آپ کو ایک ایسا نام نظر آئے گا جس کی واپسی کا مطالبہ آپ عرصے سے کرتے چلے آئے ہیں۔

بہرحال کہنا یہ ہے کہ اس کے بعد والا ناول بھی جاسوسی دنیا ہی کا ہوگا اور آپ اس کردار سے بھرپور ملاقات کرسکیں گے، جسے آپ عرصہ سے فریدی کے مقابل دیکھنے کے خواہشمند تھے۔ دعا کیجیے کہ اس سلسلے کا دوسرا حصہ جلد از جلد آپ تک پہنچا سکوں!

ابن صفی

١٧-٦-١

سماوی رقص

''تفریح گاہ'' شہر کا ایک معیاری کلب تھا۔ جہاں دوسری تفریحات کے ساتھ ہر ہفتے ایک رنگا رنگ پروگرام اسٹیج کیا جاتا تھا۔ اس پروگرام کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ ناظرین کو اس کی تفصیلات کا علم نہیں ہوتا تھا۔

پروگرام کے مرتب کی ذہانت کے بڑے چرچے تھے..... جس قسم کا پروگرام ہوتا اسی کی مناسبت سے اسٹیج ترتیب دیا جاتا تھا اور پردہ اٹھتے ہی بہت زیادہ ذہین تماش بینوں کو پروگرام کی نوعیت کا مبہم سا اندازہ ہو جاتا.....!

مثلاً آج جیسے ہی پردہ سرکا تھا کیپٹن حمید کی زبان سے بے ساختہ نکلا تھا..... ''رقص''

وجہ یہ تھی کہ اسٹیج کی دیواروں پر کچھ ایسی آڑی ترچھی لکیریں، نصف دائرے اور زاویے بنائے گئے تھے جن پر نظر پڑتے ہی ذہن کے کسی گوشے سے فوری طور پر رقص کا تصور ابھرتا تھا.....!

مرتب اسٹیج پر نمودار ہوا، اس نے اٹھارویں صدی کے انگریزوں کا سا لباس پہن رکھا تھا۔

''خواتین و حضرات'' اس کی پرکشش آواز ہال میں گونجی۔ ''آپ نے وہ مثل سنی ہوگی..... نہ نو من تیل ہوگا نہ رادھا ناچیں گی، لیکن آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ اسپاٹ لائٹس کا دور ہے۔ چراغاں کے لیے سرسروں کی کاشت نہیں کرنی پڑتی..... اب تو اگر پاور ہاؤز نہ ہو تو رادھا تس سے مس نہ ہوں گی۔ پاور ہاؤز پر ایک لطیفہ یاد آیا۔''

لیکن قاسم نے حمید کو وہ لطیفہ نہ سننے دیا.....

''اے..... یہ وقت قیوں برباد کرتا ہے جو کچھ ہونا ہے..... ہو جائے۔''

''خاموش رہو.....!''

''نہیں رہتا..... جب کوئی لطیفہ سنانے لگتا ہے تو میری ہڈیاں سلگنے لگتی ہیں.....واہ..... توئی بات ہوئی..... جہاں جاؤ لطیفہ..... تم نے رقص قہا تھا.....!''

''تمہارا سر! خاموش رہو.....!''

''اے تم یہاں مجا کرنے آئے ہو یا غرانے.....!''

بہر حال لطیفہ ضائع ہو گیا..... اب مرتب کہہ رہا تھا۔ ''آج آپ مختلف قسم کے رقص دیکھیں گے۔ سب سے پہلے ایرانی رقاصہ مس فیل پیکر.....''

اسٹیج کی روشنیاں گل ہو گئیں اور آرکسٹرا چنگھاڑنے لگا.....

وہ اسٹیج پر نمودار ہوئی..... سچ مچ اسم بامسمیٰ تھی..... رقص شروع ہوا، اور قاسم اپنی رانیں پیٹ پیٹ کر کہنے لگا ''بے ایمانی..... بے ایمانی.....!''

''کیا بکواس کر رہے ہو.....!'' حمید جھلا گیا۔

''اے دیکھتے نہیں ہو۔ بیلی ڈانس کر رہی ہے اور سالوں نے گاؤن پہنوا دیا ہے.....!''

''یہ بات تو ہے پیارے.....! میں نے اس پر دھیان ہی نہیں دیا تھا!''

''تو پھر شور مچاؤ کہ گاؤن اتروائیں.....!''

''اے خبردار..... شریفوں کا مجمع ہے!''

''ٹھینگے سے..... یہ بھی کوئی شرافت ہے کہ گاؤن پہن کر بیلی ڈانس کرے!''

''تم اب خاموش بیٹھو..... ورنہ میں تمہیں ہال سے باہر نکلوا دوں گا.....!''

''اچھا اچھا..... باہر نکل کر تم سے بھی سمجھوں گا!''

پھر قاسم نے خاموشی اختیار کر لی تھی۔ ایرانی رقاصہ کے بعد کسی جاپانی رقاصہ کے نام کا اعلان ہوا۔

اس کا پورا جسم کمونو سے ڈھکا ہوا تھا!

''ہوں..... ہوں.....!'' قاسم بیزاری سے بولا! ''تم تو ہو ہی مونگ کی دال۔''

''کیا مطلب.....!''

''بس بس..... بہت بور پروگرام ہے..... سالے شرعی ناچ پیش کر رہے ہیں.....!''

"کیوں بکواس کرتا ہے شرع کو ناچ سے کیا سروکار......!"

"میں اسے شرعی ناچ ہی کہتا ہوں، جو پورے جسم کو ڈھانک کر قیا جائے۔"

"اچھا بس......خاموش.....!"

"بور کیا تم نے یہاں لا کر......شہاب میں کیبرے دیکھ لیتا!"

جاپانی رقص کے بعد افریقہ کے وحشیانہ رقص کا اعلان ہوا۔

اس بار قاسم نے "بور بور" کا نعرہ بلند کرنا ہی چاہا تھا کہ حمید نے اس کا منہ دبا دیا۔

"اے لانت ہے!" وہ اس کا ہاتھ جھٹک کر بولا۔ "کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ پبلک کو اس طرح بور کرے۔ لو دیکھو سب بھتنے ہی بھتنے ہیں......ایک بھی عورت نہیں ہے۔ ان میں...!"

"یہ صرف عورتوں کے دیکھنے کی چیز ہے......!" حمید نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "اپنی آنکھیں بند کرلو۔!"

"اے.....جاؤ......سالے کتنے گندے طریقے سے ہل رہے ہیں!" قاسم نے کہا! دیـ وہ خود بھی بیٹھے ہی بیٹھے غیر شعوری طور پر اسی "گندے طریقے" سے مسلسل ہلے جا رہا تھا۔

ڈھولکوں کی تھاپیں ہی ایسی تھیں کہ بہتیرے خیالی ٹھمکے لگا رہے ہوں گے۔ خود حمید کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ بھی قاسم کی طرح ہلنا شروع کر دے......!

کچھ دیر بعد یہ رقص بھی ختم ہوا۔ اس کے بعد دیسی کلاسیکی رقص شروع ہو گئے تھے....!

"کباڑہ......اب تو اور بھی کباڑا....." قاسم بھنا کر بولا۔

"آخر تم دیکھنا کیا چاہتے ہو......!" حمید نے کہنی ماری۔

"یہ سب دیکھنے کے لیے میں ہی رہ گیا تھا......!"

"چین سے بیٹھے رہو......ہو سکتا ہے اس کے بعد تمہارے دیکھنے کی بھی کوئی چیز پیش کر دی جائے!"

"ٹھینگا کر دی جائے گی......!"

پھر وہ بڑبڑاتا ہی رہا تھا اور حمید نے اس کی طرف سے توجہ ہٹا کر رقص دیکھنا شروع کر دیا تھا۔ دفعتاً مرتب کی آواز ہال میں گونجی۔

"خواتین وحضرت.....ارضی رقص ختم ہوا......اب شہر کے ایک مشہور ماہر روحانیات آپ

کے سامنے ساوی رقص پیش کریں گے..... پروفیسر زیدان۔"

پردہ سرکا اور مرتب اسٹیج کی تاریکی میں غائب ہو گیا......! ہال میں اس وقت اتنی مدھم روشنی تھی کہ اسٹیج کی تاریکی پر اثر انداز نہ ہو سکی!

"ابے یہ قون سا ناچ ہو غا" قاسم نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

حمید کچھ نہ بولا! وہ اسٹیج کی تاریکی میں آنکھیں پھاڑ رہا تھا۔ دفعتاً اسٹیج کے بائیں گوشے پر اسپاٹ لائٹ پڑی اور ایک بے حد خوفناک چہرہ نمودار ہوا۔

"ارے باپ رے!" قاسم کی آواز کانپ رہی تھی۔

"ڈرو نہیں......یہ پروفیسر زیدان ہیں......!" حمید بولا۔

"مونسٹر معلوم ہوتا ہے تم پروفیسر کہہ رہے ہو۔"

خوفناک چہرہ اسٹیج کے وسط میں آ چکا تھا......اسپاٹ لائٹ اس کے ساتھ ہی حرکت کرتی رہی تھی......!

اچانک اس کے ہونٹوں میں جنبش ہوئی اور بڑی دہشتناک آواز ہال میں گونجنے لگی۔

"خواتین وحضرات......یہ عالم ارواح کا رقص ہے.....ان رقاصوں کی کاوش جو مر چکے ہیں......میری روحانی قوت انہیں اس اسٹیج پر کھینچ لائے گی۔"

پھر اس نے ایک ایسے مشہور رقاص کے نام کا اعلان کیا جو دس سال پہلے مر چکا تھا......

اسپاٹ لائٹ بھی غائب ہو گئی اور پورے ہال میں گہرا اندھیرا چھا گیا۔

آرکسٹرا کا نغمہ اس اندھیرے میں کچھ عجیب سا لگ رہا تھا۔ اچانک ایک بڑی ڈراؤنی چیخ سے ہال کی محدود فضا گونج اٹھی اور ایک انسانی ہیولیٰ جس سے مدھم سی نیلگوں روشنی پھوٹ رہی تھی اسٹیج کے وسط میں نظر آیا۔

وہ سر سے پاؤں تک صرف ایک روشن ہیولیٰ تھا۔ اس کے خدوخال واضح نہیں تھے۔

اسٹیج سے پھر دو چیخیں منتشر ہوئیں......اور ہیولیٰ آرکسٹرا کی دھن پر رقص کرنے لگا......!

"بب......باپ رے....." قاسم ہکلایا!

"شش!" حمید نے اس کا بازو دبا کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا!

نہ جانے کیوں یہ سب کچھ اس کو محض "تفریح" نہیں لگ رہا تھا......! چھٹی حس نے کسی

قسم کے خطرے کی بو سونگھی تھی اور وہ اپنے اعصاب میں تناؤ سا محسوس کر رہا تھا۔

دفعتاً وہ ہیولیٰ نظروں سے اوجھل ہو گیا اور چشم زدن میں پھر ظاہر ہوا۔ اس نے کسی کو ہاتھوں پر اٹھا رکھا تھا۔ اسٹیج کے سرے پر پہنچ کر اس نے اسے ہال میں اچھ

ایک چیخ بلند ہوئی اور ساتھ ہی قاسم دھاڑا۔ ''ابے یہ کیا حرکت!''

دراصل وہ اچھالا ہوا آدمی براہ راست قاسم پر آ گرا تھا..... اور حمید بھی ا محفوظ نہ رہ سکا تھا......!

''بھبھ...... بھوت...... بھ بھ بھ......!'' قاسم کی گرفت میں جکڑا ہوا پوری کیے بغیر بے حس و حرکت ہو گیا۔

اس کے بعد پورے ہال میں کھلبلی پڑ گئی تھی۔ آرکسٹرا خاموش ہو گیا اور گونجتی رہیں۔

''لائٹ.....لائٹ.....روشنی.....روشنی......!''

اور جب روشنی ہوئی تو قاسم کی گرفت میں جکڑا ہوا بے ہوش آدمی پروگر ثابت ہوا۔ اس کے بعد دوسرے انکشافات کا دور شروع ہوا...... پروفیسر زیدان ہوش پڑا پایا گیا۔

اس کا اسسٹنٹ ہوش میں تو تھا لیکن اس کی گھگھی بندھ گئی تھی...... ایسا م جیسے گونگا ہو گیا ہو اور ایسی خوفزدہ نظروں سے ایک ایک کو دیکھ رہا تھا گویا ان میں کے لیے پروانۂ موت لایا ہو۔

پروفیسر زیدان کی طلب کردہ روح کا کہیں پتہ نہ تھا۔

پروفیسر اور مرتب کو ہوش میں لانے کی تدبیریں کی جا رہی تھیں۔

حمید پروفیسر زیدان کے اسسٹنٹ کی طرف متوجہ ہو گیا تھا!

''تم بولتے کیوں نہیں!'' اس نے اس کا شانہ ہلا کر کہا!

لیکن وہ ہونقوں کی طرح اس کی طرف دیکھ کر رہ گیا۔

''میں کیا پوچھ رہا ہوں......؟'' اس بار حمید کا لہجہ سخت تھا۔ لیکن جواب دی وہ بھی جھومتا ہوا گرا اور اپنے باس ہی کی طرح بے ہوش ہو گیا!

''اے...... بھائی......!'' قاسم نے حمید کا شانہ دبا کر کہا۔ ''قوئی گھپلا معلوم ہوتا ہے...... چپ چاپ نکل چلو......!''

ہال میں شور جاری تھا اور کلب کے منتظمین لوگوں کو اسٹیج پر چڑھ آنے سے باز رکھنے میں ناکام ہو گئے تھے۔

اچانک حمید کی نظر کلب کے سیکرٹری پر پڑی یہ ایک ریٹائرڈ فوجی آفیسر تھا..... حمید سے معمولی جان پہچان بھی رکھتا تھا۔ حمید اس کی طرف بڑھا......!

''اوہ..... کیپٹن......!'' اس نے حمید کی جانب مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔

''یہ کیا ہنگامہ ہے میجر صاحب......!''

''حماقت......!'' سیکرٹری نے برا سا منہ بنا کر کہا۔ ''لیکن آج کل کے لونڈے خود سے زیادہ عقلمند کسی کو سمجھتے ہی نہیں۔ یہ سب اسی احمق کا کیا دھرا ہے!''

سیکرٹری نے بے ہوش مرتب کی طرف اشارہ کیا تھا۔

''ہوا کیا ہے......؟''

''یہ پھر پوچھیے گا...... براہ کرم فی الحال اپنا اثر استعمال کر کے ہال خالی کرائیے۔'' سیکرٹری نے بے بسی سے کہا.....اور مائیک حمید کی طرف بڑھا دیا۔

دوسرے لمحے میں حمید کی آواز ہال میں گونجی!

''خواتین و حضرات کلب کی انتظامیہ معذرت خواہ ہے۔''

''بھوت کہاں ہے......بھوت کہاں ہے!'' بہت سی آوازیں آئیں۔

''غائب ہو گیا..... میں ایک ذمہ دار پولیس آفیسر کی حیثیت سے درخواست کرتا ہوں کہ براہِ کرم ہال خالی کر دیجیے......!''

''ہرگز نہیں.....بھوت.....بھوت......!'' آوازیں پھر آئیں۔

تین افراد کی زندگیاں خطرے میں ہیں۔ اچھے شہریوں کی طرح پولیس سے تعاون کیجیے..... جو کچھ بھی ہوا ہے۔ صبح کے اخبار میں پڑھ لیجیے گا۔

''کیا ہوا ہے......؟'' آوازیں آئیں۔

''فی الحال یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا..... ہال خالی کر دیجیے تا کہ اس سلسلے میں

چھان بین کی جا سکے!"

پانچ منٹ کے اندر ہی اندر ہال خالی ہوگیا۔ دروازے بند کرا دیئے گئے......!

اس دوران میں مرتب کو ہوش آ گیا تھا اور وہ اسٹیج پر چت پڑا مسلسل کراہے جا رہا تھا!

سیکرٹری نے حمید کو دوسروں سے الگ لے جا کر کہا۔ "میں نے سنا ہے جس وقت بھو نے اسے پکڑا ہے یہ ایک لڑکی کا بوسہ لے رہا تھا!"

"بوسے سے الرجک معلوم ہوتا ہے بھوت......!" حمید طنزیہ سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا

"کیا آپ میرا مذاق اڑانا چاہتے ہیں!" سیکرٹری نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔ "میں کہہ رہا تھا کہ بھوت بعد میں اسی لڑکی کو اٹھا کر غائب ہو گیا جس کا بوسہ لیا گیا تھا!"

"اوہو......!"

"اور وہ لڑکی......!" سیکرٹری طویل سانس لے کر خاموش ہو گیا۔

"پلیز میجر......ذرا جلدی کیجیے!"

"پیشہ ور فنکار نہیں تھی...... بلکہ شہر کے ایک معزز گھرانے سے تعلق رکھتی تھی!"

"مجھے اس سے سروکار نہیں! وہ غائب کس طرح ہو گیا!"

"لڑکی کو اٹھا لینے کے بعد تاریکی میں تحلیل ہو گیا تھا!"

"آپ نے خود دیکھا تھا!"

"جی نہیں......! مجھے دوسروں سے اطلاع ملی تھی...... میں تو اپنے آفس میں تھا۔"

"جن سے آپ کو اطلاع ملی تھی۔ انہیں طلب کیجیے! لیکن ٹھہریئے شاید وہ پوری طر ہوش میں آ گیا ہو!" حمید نے مرتب کی طرف دیکھ کر کہا۔

وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کے قریب پہنچا اور ایک گھٹنا فرش پر ٹیک کر بیٹھ گیا!

"کیا تم ہوش میں ہو میرے دوست!" اس نے آہستہ سے پوچھا!

پروگرام کے مرتب نے آنکھیں کھول دیں......!

"میری آواز سن رہے ہو!" حمید نے پھر پوچھا!

"سن رہا ہوں!" وہ نحیف سی آواز میں بولا۔

"جس نے تمہیں اٹھا کر پھینکا تھا...... کیا وہ کوئی آدمی تھا!"

"جہنم کا فرشتہ......" مرتب کراہا۔

"کیا مطلب......!"

"آگ تھا...... آگ...... آنچ نکل رہی تھی......!"

"کیا وہاں روشنی تھی!"

"ہلکی سی......!"

"کیا وہ اس روشنی میں بھی چمک رہا تھا!"

"ہاں...... کہہ تو دیا آگ......!"

اتنے میں پروفیسر زیدان بھی چنگھاڑتا ہوا اٹھ بیٹھا لیکن حرکات و سکنات مخبوط الحواسوں ے تھے۔ آنکھیں بند تھیں لیکن ہاتھ ہلا ہلا کر ایسے انداز میں تقریر شروع کر دی تھی جیسے اروں کے مجمعے سے مخاطب ہو۔

"خواتین و حضرات...... میں پروفیسر زیدان آپ سے مخاطب ہوں۔ اب آپ ان بیث ارواح کا رقص دیکھیں گے...... جو ہر لحظہ اس زمین کو تباہ کر دینے پر تلی رہتی ہیں لیکن ں نے انہیں اس طرح قابو میں کیا ہے کہ وہ میرے اشاروں پر ناچتی ہیں!"

پل بھر کے لیے خاموش ہوا پھر مخصوص انداز میں ہاتھ ہلا ہلا کر کوئی منتر پڑھنے لگا۔

"خبیث......!" سیکرٹری دانت پیس کر غرایا۔ "اب کیا کرنا چاہتے ہو!"

وہ پروفیسر کی طرف جھپٹا ہی تھا کہ حمید نے اس کا بازو پکڑ لیا۔

"میجر اکرام...... ذرا ٹھہریئے۔ میں اس کی خبیث روحوں کو قریب سے دیکھنا چاہتا ہوں!"

"کیا اب آپ اس عمارت کو تباہ کرانا چاہتے ہیں!" میجر دھاڑا۔

غالباً اس کی دھاڑ ہی سن کر پروفیسر زیدان نے آنکھیں کھول دی تھیں۔ قہر آلود نظروں سے روں طرف دیکھتا ہوا چیخنے لگا۔ "یہ کون تھا...... کس نے دخل اندازی کی...... کون ہے۔ سامنے آئے!"

"میں اسے ضرور ماروں گا......!" میجر اکرام نے پھر آگے بڑھنا چاہا۔ لیکن حمید نے سے ایسا نہ کرنے دیا...... ٹھیک اسی وقت ایک چیخ بلند ہوئی اور پروفیسر کا بے ہوش اسسٹنٹ کی ذبح کیے ہوئے مرغ کی طرح تڑپنے لگا...... یہ چیخ بھی اس کی تھی۔ پروفیسر اس سے تعلق بدستور چیخے جا رہا تھا۔

"میں سب سمجھتا ہوں۔ اگر کوئی مقابلے کا دعویٰ رکھتا ہو تو سامنے آئے۔ جلا دوں گا......!"

وہ چیختا رہا اور اس کے اسسٹنٹ کی حالت میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی۔ وہ مسلسل تھا اور لوگوں کی تمام تر توجہات اس کی طرف مبذول ہو گئی تھیں۔

اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس نے دم توڑ دیا۔

"مر گیا" کئی آوازیں سناٹے میں گونجیں۔ پروفیسر خاموش ہو چکا تھا۔ لیکن وہیں کھڑا رہا۔ پلکیں جھپکائے بغیر خلاء میں گھورے جا رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وپیش سے قطعی بے خبر ہو۔

حمید نے اس کا شانہ جھنجھوڑ کر کہا۔ "تمہارا اسسٹنٹ مر گیا۔"

"جو بھی میری راہ روکے گا مر جائے گا!" اس نے اپنی پوزیشن میں تبدیلی ک

حمید سوچ میں پڑ گیا کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔

وہ میجر اکرام کی طرف مڑا۔ لیکن اب وہ وہاں موجود نہیں تھا۔ اتنے میں پ مرتب غزالی بھی حمید کے قریب آ کھڑا ہوا۔

"یہ سب کیا ہو رہا ہے۔" اس نے کپکپاتی ہوئی آواز میں حمید سے پوچھا۔

"پہلے تم اپنی خیریت بتاؤ..... تمہاری ہڈیاں تو محفوظ ہیں!"

"مجھے خود بھی حیرت ہے کہ اپنے پیروں پر کیسے کھڑا ہوں!"

"خدا کا شکر ادا کرو کہ تم گوشت کے پہاڑ پر گرے تھے ورنہ ریڑھ کی ہڈی سلامت نہ

"میں آپ کو بتاتا ہوں۔" غزالی آہستہ سے بولا۔ "پروفیسر بے قصور ہے۔"

"کیا مطلب.....!" حمید چونک کر اسے گھورنے لگا اور پھر پروفیسر کی طرف اب بھی پہلے ہی کی طرح بے حس و حرکت کھڑا پلکیں جھپکائے بغیر خلاء میں دیکھے جا رہا

غزالی اس کے جواب میں کچھ کہنے ہی والا تھا کہ میجر اکرام آ گیا۔

"میں نے پولیس اسٹیشن فون کر دیا ہے۔" اس نے حمید کو اطلاع دی۔

"اچھا کیا.....!" حمید نے لاپروائی سے غزالی کی طرف متوجہ ہو گیا۔ لیکن اس سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے میجر اکرام کی موجودگی میں زبان کھولنے پر آمادہ نہ ہو

قاسم بھی ان سب کے ساتھ اسٹیج ہی پر موجود تھا۔ پولیس اسٹیشن کا نام سنتے ہی حمید کا پکڑ کر دوسری طرف کھینچ لے گیا۔

"ابے.....میں بھی بلقل الو کا پٹھا ہوں۔" اس نے اسے جھنجھوڑ کر کہا۔ "میں تمہارے میں جانا قیوں ہوں۔"

"بکواس مت کرو......!"

"میں جا رہا ہوں......!"

"جاؤ......!"

"اکیلے نہیں جاؤں غا.....تم بھی چلو..... پتا نہیں وہ سالا بھوت......!"

"تم نیچے جا کر کہیں بیٹھ جاؤ..... میں ابھی نہیں جا سکتا۔"

"میں بتاؤں.....تم کسی بزرگ سے اپنے لیے دعا تعویز کراؤ...... جہاں جاتے ہو، لاشیں گرنے لگتی ہیں۔ لونڈیا ہوتے تو نہ جانے قیا ہوتا۔"

"جاؤ.....وہاں بیٹھ جاؤ.....!" حمید نے اس کا شانہ تھپک کر ہال کی کرسیوں کی طرف کیا۔

"آیا ہوں تمہارے ساتھ تو بھگتوں گا..... موت کا فرشتہ کبھی نہیں بھولتا کہ تم سی۔ آئی۔ والے ہو۔"

"جاؤ.....شاباش.....!" اس نے قاسم کو اسٹیج کے سرے کی طرف دھکیلتے ہوئے کہا۔ دوران میں اس نے غزالی پر بھی نظر رکھی تھی۔

قاسم کے جاتے ہی وہ پھر اس کے پاس جا پہنچا۔

"وہاں تو تم کیا کہہ رہے تھے؟" اس نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"کچھ بھی نہیں......!"

"اس کا مطلب بتاؤ کہ پروفیسر بے قصور ہے......!"

"مم..... میں نے ایسی کوئی بات نہیں کہی تھی۔"

"سنو دوست..... حمید اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "تم کسی تماشائی سے گفتگو نہیں کر رہے.....!"

''مم......میں جانتا ہوں......آپ کون ہیں!''

''اور یہ بھی جانتے ہو گے کہ ہم لوگ دوسروں کے مقابلے میں زیادہ شائستہ اسکے کہ پولیس آئے...... مجھے سب کچھ بتا دو! شاید میں تمہیں کوئی معقول مشورہ بھی دے

وہ چند لمحے کچھ سوچتا رہا۔ پھر بولا۔ ''اچھا کہیں تنہائی میں چلئے!''

''جہاں مناسب سمجھو......لے چلو......!''

غزالی اسے عمارت سے باہر نکال لایا اور پام کے گملوں کے قریب رک گیا۔

''مم......میں یہ کہنا چاہتا تھا۔'' غزالی جملہ پورا کیے بغیر خاموش ہو گیا۔

''ڈرو نہیں......مجھے بتاؤ!''

''پروفیسر کا اسسٹنٹ......ہاغ......غ......غ......!'' طویل چیخ کے ساتھ رہا......یہاں اندھیرا تھا......حمید بوکھلا کر پیچھے ہٹا اور اب غزالی زمین پر تھا۔

دفعتاً عمارت سے شور اٹھا۔ ''پکڑو......پکڑو......جانے نہ پائے۔'' اندھیرے میں دور تک دوڑتے چلے گئے۔

حمید جھک کر غزالی کو اٹھانے لگا......لیکن وہ تو ایک اکڑی ہوئی لاش تھی۔

اتنے میں کسی نے چیخ کر کہا۔ ''روشنی......روشنی......ٹارچ لاؤ......پروفیسر زیدان نکل

پھر چمکا

کرنل فریدی کا موڈ بگڑ گیا تھا لیکن وہ حمید کی کہانی سنتا رہا۔ پھر جیسے ہی موت تک پہنچا۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر اسے خاموش کر دیا۔

حمید سوالیہ نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔

''تم وہاں ایک تماشائی کی حیثیت سے رکھتے تھے۔ دخل اندازی کی ضرورت آئی!'' فریدی نے چبھتے ہوئے لہجے میں سوال کیا۔

''سوال یہ ہے کہ اگر کوئی مجھے پتھر مارے تو کیا مجھے اس کا حق بھی نہیں پہنچتا کہ اس کی وجہ معلوم کر سکوں۔ غزالی ہم دونوں پر آ گرا تھا!''

''لہٰذا تم اس کی موت کا باعث بن گئے!''

''کیا مطلب......!''

''اگر تم اسے باہر نہ لاتے تو وہ شائد اس وقت زندہ ہوتا!''

''سوال تو یہ ہے کہ وہ مرا کیونکر؟ جسم پر کہیں کوئی خراش تک نہ تھی۔''

''احمقانہ سوال ہے! غالباً تم اونگھ رہے ہو!''

''کیوں......؟''

''تم نے جو سچویشن بتائی ہے اس کے مطابق وہاں اندھیرا تھا۔ پام کے گملوں کی اوٹ سے زہریلی سوئی بھی استعمال کی جا سکتی ہے!''

''ہوں......ہو سکتا ہے......خیر پوسٹ مارٹم کی رپورٹ سے یہ بھی معلوم ہو جائے گا!''

''بعض زہروں کے اثرات سسٹم پر نہیں ملتے۔ بہر حال غزالی تمہیں یہ بتانا چاہتا تھا کہ پروفیسر بے قصور ہے!''

''جی ہاں......اور باہر پہنچ کر اس نے اس کے اسسٹنٹ کے بارے میں کچھ کہنا ہی چاہا تھا کہ چیخ مار کر مجھ پر آ گرا۔''

''اس کے الفاظ دہراؤ......!''

''وہ اتنا ہی کہہ پایا تھا کہ پروفیسر کا اسسٹنٹ......!''

''اور اسسٹنٹ پہلے ہی مر چکا تھا!''

''جی ہاں۔''

''وہ جملہ بھی دہراؤ جو اسسٹنٹ کی موت کی اطلاع پر پروفیسر کی زبان سے نکلا تھا۔''

''اس نے کہا تھا، جو بھی میری راہ روکے گا مر جائے گا۔''

''لڑکی کون تھی جسے بھوت اٹھا لے گیا۔''

''میجر اکرام نے صرف اتنا ہی بتایا تھا کہ وہ شہر کے ایک معزز گھرانے سے تعلق رکھتی ہے۔''

''تم نے پہلے بھی کبھی کسی کلچرل شو میں پروفیسر زیدان کے روحانی کرتب دیکھے تھے!''

"کبھی اتفاق نہیں ہوا۔"

"میں اسے ایک پیشہ ور پامسٹ کی حیثیت سے جانتا ہوں۔" فریدی نے بجھا ہوا سگار سلگا کر کہا۔

"صورت سے تو وہ خود بھی بھوت ہی معلوم ہوتا ہے!"

فریدی کچھ نہ بولا! وہ کسی گہری سوچ میں تھا۔

رات کے بارہ بجے تھے! دفعتاً فون کی گھنٹی کی آواز سناٹے میں گونجی۔

فریدی نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا۔

"فریدی اسپیکنگ..... اوہ..... جی ہاں..... وہ موجود ہے..... ابھی ابھی مجھے اسی سے معلوم ہوا ہے..... اوہو!..... ہوں..... جی ہاں..... اچھا۔ بہت بہتر.....!"

ریسیور کریڈل پر رکھ کر وہ حمید کی طرف مڑا..... اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔

"کیوں؟ کیا وہ بھوت میں ہی تھا؟" حمید نے مضحکانہ انداز میں پوچھا۔

"جی نہیں اب آپ بھوت بن جائیں گے؟"

"کیا مطلب۔"

"جس لڑکی کو بھوت اٹھا لے گیا تھا۔ وہ بھی مر گئی.....!"

"اوہ.....! تو پھر..... تو پھر اس کی لاش کہاں ملی.....!"

"لڑکی ہی کی خوابگاہ میں۔"

"فون کس کا تھا۔"

"ڈی۔ آئی۔ جی صاحب تھے اور حمید صاحب سب سے زیادہ حیرت انگیز نکتہ یہ ہے کہ لڑکی کے خاندان والوں نے سرے سے اس بات کی تردید کر دی کہ وہ آج شام کلب گئی تھی.....!"

"تو پھر بھوت وہاں سے کسے لے گیا!"

"گھر والوں کو جب میجر اکرام نے اس وقوعے کی اطلاع دی تو انہوں نے کہا کہ لڑکی شام ہی سے اپنی خواب گاہ میں موجود ہے..... سر شام ہی یہ کہہ کر لیٹ گئی تھی کہ اسے رات کے کھانے کے لیے نہ جگایا جائے اس کی طبیعت ٹھیک نہیں!"

"تو پھر لاش.....!"

"میجر اکرام کی اطلاع پر گھر کے بعض افراد کو تشویش ہوئی اور انہوں نے خوابگاہ کا دروازہ پیٹ پیٹ کر اسے جگانے کی کوشش کی لیکن جب کوئی جواب نہ ملا تو دروازہ توڑ دیا گیا۔ لڑکی کی لاش کمرے میں موجود تھی۔ ڈی۔ آئی۔ جی کے اس گھرانے سے قریبی تعلقات ہیں!"

"تت..... تو پھر.....!"

"میں تو خود کو ہر وقت ڈیوٹی پر سمجھتا ہوں..... البتہ تمہاری یہ رات ضائع ہوئی۔"

"کیا مطلب.....!"

"ہمیں وہاں پہنچنا ہے۔ ڈی۔ آئی۔ جی صاحب نے وہیں سے فون کیا تھا!"

"اب میں گھر سے باہر ہی نہ نکلا کروں گا.....!" حمید نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

کچھ دیر بعد جب گاڑی کمپاؤنڈ سے باہر نکل رہی تھی۔ اس نے فریدی سے پوچھا۔ "یہ لوگ کون ہیں!"

"تم ان میں سے بعض افراد کو جانتے ہو گے۔ شہر کا مشہور بدخشانی خاندان.....!"

"اوہو..... میں اس گھرانے کی ایک لڑکی سے واقف ہوں..... شہلا بدخشانی۔"

"ٹھیک! غالباً مرنے والی اس کی چچازاد بہن ثریا بدخشانی تھی۔"

"میرے خدا..... میں اس سے بھی مل چکا ہوں..... واقعی وہ ایک اچھی رقاصہ تھی لیکن پچھلی رات کے کسی پروگرام میں شامل نہیں تھی..... میں نے اسے دیکھا ہی نہیں!"

فریدی کچھ نہ بولا۔

بدخشانی خاندان شہر کی ایک بڑی اور شاندار عمارت بدخشاں پیلس میں آباد تھا۔ اس کے افراد یا تو بڑے سرکاری عہدوں پر فائز تھے یا اعلیٰ پیمانے پر تجارت کرتے تھے۔

حمید کی شناسا شہلا بدخشانی ایک سرپھری اور آزاد خیال لڑکی تھی۔ اس حد تک سرپھری تھی کہ حمید کے قیاس کے مطابق اس غمناک موقع پر بھی وہ اپنی ہی کسی دھن میں مست ہو گی۔

بدخشاں پیلس میں کئی بڑے پولیس آفیسر نظر آئے۔

انہیں مرنے والی کی خوابگاہ میں پہنچا دیا گیا۔ ڈی۔ آئی۔ جی بھی ان کے ساتھ تھا۔

ثریا بدخشانی کی لاش بستر پر پڑی ہوئی تھی۔

"انہوں نے صرف دروازہ توڑا تھا۔ یہاں کی کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگایا گیا!" ڈی۔

آئی۔ جی نے فریدی سے کہا۔

فریدی لاش کی طرف توجہ دینے کی بجائے کمرے کا جائزہ لے رہا تھا۔ آخر کچھ دیر بعد اس نے کہا۔ ''میں خاندان کے ان افراد سے ملنا چاہتا ہوں جنہوں نے اسے آخری بار زندہ دیکھا تھا۔''

''صرف ایک لڑکی ہے...... مرحومہ کی چچازاد بہن۔ اسی کے حواس بجا ہیں۔ بقیہ لوگوں سے فی الحال اس مسئلے پر گفتگو نہ کی جائے تو بہتر ہوگا!''

یہ لڑکی حمید کی شناسا شہلا تھی......! حمید کو دیکھ کر مسکرائی لیکن فریدی پر نظر پڑتے ہی یک بیک بے حد سنجیدہ نظر آنے لگی۔

وہ مرنے والی کی خوابگاہ سے باہر آ گئے تھے۔

''آپ کا مرحومہ سے کیا رشتہ تھا!'' فریدی نے اس سے پوچھا۔

''چچازاد بہن۔''

''آخری بار آپ نے انہیں کس وقت دیکھا تھا۔''

''غالباً چھ بجے شام کو۔'' شہلا نے جواب دیا۔

''کیا وہ اس وقت اسی لباس میں تھیں......!''

''جی نہیں۔ شب خوابی کے لباس میں تھی اور اس نے کہا تھا کہ وہ سونے جا رہی ہے اسے ڈسٹرب نہ کیا جائے۔! رات کا کھانا بھی نہیں کھائے گی۔''

''کیا اس دوران میں ان پر کسی قسم کی پابندی عائد کی گئی تھی۔''

''مجھے علم نہیں۔''

''چھ بجے کے بعد سے آپ کہاں تھیں۔''

''آج میں باہر نہیں گئی تھی......!''

''بہت بہت شکریہ مس شہلا!'' فریدی نے کہا اور حمید کی طرف ایسے انداز میں دیکھا جیسے بقیہ پوچھ گچھ کی ذمہ داری اس پر ڈالنا چاہتا ہو۔

لیکن حمید سوچ میں پڑ گیا کہ وہ کس بہانے اس کے ساتھ کمرے سے باہر جا سکے؟ ڈی۔ آئی۔ جی کی موجودگی اسے محتاط رہنے پر مجبور کر رہی تھی...... عورتوں کے معاملے میں وہ

اوپر تک بدنام تھا۔ یہ بھی سوچ رہا تھا کہ اگر وہ پہلے چلی گئی تو پھر اتنی بڑی عمارت میں تلاش کر لینا آسان کام نہ ہوگا۔

لیکن اس کی یہ مشکل خود بخود آسان ہو گئی۔ شہلا دروازے میں رک کر مڑی اور اس نے کہا۔ ''کیا آپ میری ایک بات سنیں گے......!''

''ضرور......ضرور......!'' کہتا ہوا حمید آگے بڑھا اور اسکے ساتھ کمرے سے نکلا چلا آیا۔

''کوئی خاص بات نہیں ہے...... بہت بور ہو گئی ہوں۔'' شہلا بولی۔ ''یہاں اس وقت کوئی بھی میرا ساتھ نہیں دے گا۔''

''مجھے بے حد افسوس ہے۔''

''افسوس تو مجھے بھی ہے، لیکن جب میں ثریا کے لیے مر نہیں سکتی تو محض بور ہونے سے کیا فائدہ! آپ کافی پئیں گے یا چائے......!''

''اس اندوہناک موقعے پر......!''

''پلیز شٹ اپ کیپٹن حمید۔ اس وقت نہیں تو صبح پینی ہی پڑے گی..... میں ضرورت محسوس کر رہی ہوں..... چلئے سیدھے کچن میں چلتے ہیں۔''

حمید خاموشی سے اس کے ساتھ کچن میں پہنچا تھا! شہلا نے پانی اسٹوو پر رکھ دیا اور حمید کی طرف مڑ کر بولی۔ ''جن صاحب نے مجھ سے سوالات کئے تھے یقینی طور پر کرنل فریدی ہی ہوں گے!''

''کیا پہلے کبھی نہیں ملیں......!''

''نہیں......! میں سوچ رہی تھی کہ آپ جیسا خوش مزاج آدمی ایسے بور آدمی کے ساتھ کس طرح زندگی گزارتا ہوگا......!''

''گزر جاتی ہے کسی نہ کسی طرح..... ثریا کے والدین بے حد پریشان ہوں گے۔''

''خوش قسمت تھے کہ پہلے ہی دنیا سے چلے گئے ورنہ ضرور پریشان ہوتے۔''

''کیا مطلب......!''

''بچپن ہی میں دونوں انتقال کر گئے تھے! دادی جان نے پرورش کی تھی اس کی۔''

''ایک بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔ آپ لوگ بے حد آزاد خیال ہیں۔ پھر محترمہ ثریا پر

اس قسم کی پابندیاں کیوں تھیں۔"

"کس قسم کی پابندیاں۔"

"آخر انہیں اس کی کیا ضرورت تھی کہ طبیعت کی خرابی کا بہانہ کر کے خواب گاہ میں بند ہوئیں اور دوسری طرف سے کلب پہنچ گئیں۔"

"یہ کس طرح کہا جا سکتا ہے۔"

"خود آپ کا بیان ہے کہ کمرے میں بند ہونے سے پہلے آپ نے ان کے جسم پر خوابی کا لباس دیکھا تھا۔ لیکن اس وقت وہ ایسے ہی لباس میں ہیں جیسے باہر گئی ہوں۔"

"ہوسکتا ہے۔ باتھ روم کا ایک دروازہ کمپاؤنڈ کی طرف کھلتا ہے۔"

"پابندیوں ہی کی بناء پر ایسے قدم اٹھائے جا سکتے ہیں۔"

"مجھے علم نہیں..... میں دوسروں کے معاملات سے کوئی سروکار نہیں رکھتی۔"

"بھوت کی کہانی سنی آپ نے؟"

"بکواس.....!"

"نہیں.....! میں بھی کلب میں موجود تھا..... بھوت نے پہلے غزالی کو اٹھا کر باہر پھینکا۔ پھر اس لڑکی کو اٹھا کر غائب ہو گیا جو اس وقت غزالی کے ساتھ تھی۔"

"غزالی.....!" شہلا دانت پیس کر رہ گئی۔

"وہ بھی مر گیا۔"

"کیا.....؟" وہ متحیرانہ انداز میں حمید کی طرف مڑی۔

"غالباً آپ کو بالتفصیل کچھ نہیں معلوم.....!"

"پلیز مجھے بتایئے.....!" شہلا کی آواز کانپ رہی تھی۔

حمید نے ایک بار پھر "تفریح گاہ" کی کہانی چھیڑ دی اور شہلا کے چہرے کے چڑھاؤ کا بغور مشاہدہ کرتا رہا۔

اسکے خاموش ہوتے ہی شہلا نے پوچھا۔ "کیا ثریا نے بھی کسی پروگرام میں حصہ لیا"

"نہیں..... وہ مجھے اسٹیج پر نظر آئی تھیں۔"

شہلا نے اس دوران میں کافی کی پیالی حمید کے سامنے رکھ دی تھی اور اب حمید محسو

تھا جیسے شہلا کے چہرے سے خوشدلی اور بے فکری کا نقاب اتر گیا ہو..... وہ بے حد مضمحل نظر آنے لگی تھی۔

ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اب اسے ثریا کی موت کی اطلاع ملی ہو۔

دونوں نے خاموشی سے کافی ختم کی۔

"کیا تمباکو نوشی کی اجازت ہے.....!" حمید نے اس سے پوچھا۔

"ضرور..... ضرور..... لیکن اب میں سو جانا چاہتی ہوں۔" وہ اٹھتی ہوئی بولی۔

"میرا خیال ہے کہ غزالی کے ذکر پر آپ کو غصہ آ گیا تھا۔"

"نن..... نہیں تو..... ایسی کوئی بات نہیں۔"

"کیا ان دونوں کے قریبی تعلقات تھے۔"

"میرے سر میں اچانک شدید درد اٹھا ہے..... میں اس وقت معافی چاہتی ہوں، ہوسکتا ہے کل پھر ملاقات ہو۔"

"اچھا..... اچھا..... آپ آرام کیجئے!"

کچن سے نکل کر وہ کسی طرف چلی گئی تھی اور حمید اسی کمرے میں واپس آ گیا تھا جہاں ثریا کی لاش تھی۔

محکمے کے فوٹو گرافر مختلف مقامات کی تصاویر لے رہے تھے اور فریدی ڈی۔ آئی۔ جی سے آہستہ آہستہ کچھ کہہ رہا تھا۔ حمید دروازے کے قریب ہی رک کر ضابطے کی کارروائیوں کا جائزہ لیتا رہا۔

فریدی نے ایک بار اس کی طرف دیکھا تھا اور پھر گفتگو میں مصروف ہو گیا تھا.....!

تھوڑی دیر بعد ڈی۔ آئی۔ جی چلا گیا اور ضابطے کی کارروائیاں ختم ہو جانے کے بعد جب فریدی نے پوسٹ مارٹم کے لیے لاش اٹھوانی چاہی..... تو خاندان کے دوسرے افراد اس پر آمادہ نہ ہوئے..... فریدی نے انہیں نرمی سے سمجھانے کی کوشش کی لیکن جب اس سے کام نہ نکلا تو تیور بدلنے پڑے اور اس نے کسی قدر تلخ لہجے میں کہا۔

"ایک ذمہ دار آفیسر ہونے کی بناء پر میرا فرض ہے کہ آپ کو قانونی دشواریوں سے آگاہ کر دوں..... اگر شبہ بھی ہو جائے کہ موت قدرتی حالات میں نہیں ہوئی تو پوسٹ مارٹم ضروری ہو

جاتا ہے!''

''ڈی۔ آئی۔ جی نے تو اس پر زور نہیں دیا تھا۔'' خاور بدخشانی نے کہا۔
موجودہ سربراہ تھا۔

''دیکھیے! ڈی۔آئی۔جی صاحب اس سلسلے میں دم بخود رہنے کے علاوہ اور
سکتے۔ کیونکہ اس معاملے کا علم بہتیرے آدمیوں کو ہے ویسے میں ایک بات کی ضمانت
ہوں کہ اخبارات میں آپ کے خاندان کی واضح نشان دہی نہ ہونے پائے گی.....!

''مم..... میں..... یہی چاہتا ہوں.....!''

''پردہ پوشی کی حتی الامکان کوشش کی جائے گی!''

بہرحال جب لاش اٹھی تو معلوم ہوا کہ اس عمارت میں آدمی ہی رہتے ہیں۔
گیا سبھی رو رہے تھے۔

اسی دوران میں فریدی نے ''تفریح گاہ'' کے سیکرٹری میجر اکرام کو بھی فون کر
اس کے پہنچنے سے قبل وہاں کسی قسم کی تبدیلی عمل میں نہ لائی جائے۔

اور اب ان کی گاڑی ''تفریح گاہ'' ہی کی طرف جا رہی تھی۔

''غالباً تم نے بھی کچھ نہ کچھ کیا ہی ہوگا.....!'' فریدی نے حمید کو مخاطب کیا۔

''فی الحال میں یہ سوچ رہا ہوں کہ دنیا کی ساری خوبصورت عورتیں بیک وقت
نہیں مر جاتیں.....!''

''میں پوچھ رہا ہوں تم نے اس سے کیا معلوم کیا۔'' فریدی کے لہجے میں جھلا

''کچھ زیادہ نہیں..... لیکن میرا اندازہ ہے کہ اس کے علاوہ کسی اور سے
معلومات حاصل نہ ہو سکیں گی۔''

پھر اس نے وہ گفتگو دہرائی جو شہلا سے ہوئی تھی۔

''امکانات ہیں!'' فریدی نے اس کے خاموش ہونے پر طویل سانس

''لیکن غزالی تمہاری حماقت کی بناء پر ضائع ہو گیا۔''

''ضائع ہو گیا!'' حمید نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔ ''آپ تو اس طرح کہہ رہے
وہ آدمی نہیں تھا!''

''جب ہم تفتیش کے لیے نکلتے ہیں تو اس قسم کے لوگ ذریعہ کہلاتے ہیں اور بس ہمیں
اس سے سروکار نہ ہونا چاہیے کہ وہ آدمی ہیں یا جانور..... بہرحال ایک ذریعہ ضائع ہو گیا!''

''اور میں اپنی شامت کا ذریعہ ہوں..... دو بجنے والے ہیں۔ رات بھی ضائع ہوئی
لیکن میں بار بار ضائع ہونے کے لیے زندہ رہوں گا۔''

فریدی خاموش رہا! کچھ دیر بعد گاڑی تفریح گاہ کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی یہاں پولیس
کی کئی گاڑیاں موجود تھیں..... فریدی نے سب سے پہلے دونوں لاشوں کا جائزہ لیا.....
پروفیسر کے اسسٹنٹ کی لاش اسٹیج پر پڑی تھی اور غزالی کی لاش بھی پام کے گملوں کے پاس
سے ہٹائی نہیں گئی تھی۔

''یہ دیکھو!'' فریدی نے حمید کو متوجہ کیا۔ ''ان گملوں کے پیچھے سے ہونے والی کسی
کارروائی کا علم تمہیں نہیں ہو سکتا تھا!''

''مجھے اعتراف ہے کہ میں پوری طرح محتاط نہیں تھا۔''

''خیر..... ہاں تو پروفیسر کے لیے 'لیجنو پکٹریو' کا غلغلہ ٹھیک اسی وقت اٹھا تھا جب
غزالی گرا تھا۔'' فریدی نے سوال کیا۔

''جی ہاں.....!'' حمید نے کہا پھر چونک کر بولا۔ 'اوہو! اگر وہ اس دروازے سے نکل
کر بھاگا تھا تو اس کا گملوں کے پیچھے سے گزرنا یقینی ٹھہرا۔''

''اسٹیج کی طرف سے نکاسی کا صرف یہی ایک دروازہ ہے اور تمہارے بیان کے مطابق
وہ اس وقت اسٹیج ہی پر موجود تھا جب غزالی کو تم باہر لائے تھے!''

''جی ہاں.....!''

''خیر اب میجر اکرام سے بھی ملنا چاہیے!''

اکرام اپنے آفس میں تنہا تھا اور اس کے چہرے پر مردنی چھائی ہوئی تھی۔
انہیں دیکھ کر وہ کرسی سے اٹھ گیا۔

اتنے میں اس زون کا ایس۔ پی بھی کمرے میں داخل ہوا۔ فریدی کو دیکھ کر اس نے برا
سا منہ بنایا تھا اور ان کی طرف توجہ دیئے بغیر میجر اکرام سے بولا تھا۔

''پروفیسر! اپنی قیام گاہ پر نہیں پہنچا.....!''

’’آپ لوگ براہ کرم تشریف رکھئے!‘‘ میجر اکرام نے ان سے کہا۔

ایس۔پی بیٹھتا ہوا بولا۔’’مجھے حیرت ہے کہ ایسے حادثات کے بعد آپ لوگوں نے اسے اس حد تک نظر انداز کیوں کر دیا تھا کہ وہ نکل بھاگا۔‘‘

’’ذاتی طور پر میرے حواس بجا نہ تھے۔‘‘ میجر اکرام نے جواب دیا۔

پھر ایس۔پی اچانک حمید کی طرف دیکھ کر بولا۔’’غزالی کو آپ باہر لے گئے تھے!‘‘

’’جی ہاں......!‘‘

’’کس لیے......!‘‘

’’وہ اس سلسلے میں مجھے کوئی خاص بات بتانا چاہتا تھا!‘‘

’’کیا وہ آپ کو پہچانتا تھا۔‘‘

’’پہچانتا نہ ہوتا تو مجھے کیوں بتاتا۔‘‘

’’کیا بتایا تھا......!‘‘

’’کچھ بھی نہیں......ہم پام کے گملوں کے قریب پہنچے ہی تھے کہ کراہ کر مجھ پر آ گرا۔‘‘

’’کیا آپ کے اس سے پرانے تعلقات تھے......!‘‘

’’ضروری نہیں کہ اگر کوئی شخص مجھے پہچانتا ہو تو اس سے تعلقات بھی ہوں!‘‘

’’پروفیسر کے اسسٹنٹ سے بھی گفتگو ہوئی تھی!‘‘

’’جی نہیں......!‘‘

’’کچھ دیر تک وہ ہوش میں رہا تھا......!‘‘

’’ہاں میں نے دیکھا تھا......!‘‘

’’کیا اب لاشیں اٹھوائی جا سکتی ہیں......!‘‘ اچانک اس نے فریدی سے سوال کیا۔

’’اگر آپ ضابطے کی کارروائی مکمل کر چکے ہیں تو ضرور اٹھوا دیجئے۔‘‘ فریدی نے بے نرم لہجے میں جواب دیا۔

ایس پی اٹھ کر باہر چلا گیا......!

’’میں بڑی مصیبت میں پھنس گیا ہوں کرنل صاحب!‘‘ میجر اکرام نے گھٹی گھٹی سی آواز میں کہا۔

’’میں بھی یہی محسوس کر رہا ہوں۔‘‘

’’ثریا بدخشانی اپنی خوابگاہ میں مردہ پائی گئی ہے......!‘‘

’’نہیں......!‘‘ میجر بوکھلا کر کھڑا ہو گیا۔

’’جی ہاں......بیٹھ جائیے......! شاید آپ دل کے مریض بھی ہیں۔ مجھے بے حد افسوس ہے۔‘‘

’’میری حالت ٹھیک نہیں ہے کرنل!‘‘ وہ دھم سے کرسی پر گر گیا۔

’’وہ گھر والوں سے چھپ کر یہاں آئی تھی......!‘‘

’’تو اس میں ہمارا کیا قصور ہے!‘‘ میجر اکرام نے کہا۔

’’کیا وہ غزالی ہی کے لیے یہاں آتی تھی......!‘‘

’’غزالی......!‘‘ میجر اکرام دانت پیس کر رہ گیا۔

’’کیا آپ اسے پسند نہیں کرتے تھے۔!‘‘

’’وہ کلب کے لیے منفعت بخش ضرور تھا لیکن......!‘‘

’’ہاں......ہاں کہیے......!‘‘

’’قریب سے جاننے والے اسے پسند نہیں کرتے تھے۔‘‘

’’کوئی خاص وجہ......!‘‘

’’لڑکیوں میں مقبول تھا اور انہیں تباہ کرتا رہتا تھا......!‘‘

’’ثریا نے کبھی یہاں کے پروگراموں میں بھی حصہ لیا تھا......!‘‘

’’نہیں......مجھے یاد نہیں پڑتا......وہ غزالی سے دیرینہ مراسم کی بناء پر یہاں آتی تھی......!‘‘

’’ہر ہفتے......!‘‘

’’میرا خیال ہے کہ بہت عرصہ سے اس نے غزالی کا کوئی پروگرام مس نہیں کیا تھا۔‘‘

’’کسی ایسی لڑکی کا نام بتا سکیں گے، جو ثریا سے قبل اس کی منظور نظر رہی ہو۔‘‘

’’ثریا کی موجودگی ہی میں اس کی کئی منظور نظر تھیں۔ اگر آپ نوٹ کرنا چاہیں تو ایک فہرست ہے۔‘‘

اس نے حمید کو سات لڑکیوں کے نام اور پتے لکھوائے۔

''اب آیئے پروفیسر کی طرف......!'' فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ یہاں کون لایا تھا۔''

''خود غزالی......اپنا پروگرام وہ خود ہی مرتب کرتا تھا۔ آرٹسٹوں کا انتظام بھی ذمے تھا......!''

فریدی کچھ اور پوچھنے والا تھا کہ باہر سے شور کی آواز آئی۔

''وہ رہا......وہ رہا...... چمک رہا ہے۔''

یہ لوگ بھی اٹھ کر دروازے کی طرف جھپٹے......!

کمپاؤنڈ میں بھگدڑ ہو گئی تھی......چمکدار ہیولیٰ پھر دکھائی دیا تھا۔

وہ ایک درخت پر چڑھ رہا تھا......!

چھان بین

کمپاؤنڈ کے اس حصے میں گہری تاریکی تھی اور ہیولیٰ سے پھوٹنے والی نیلگوں بناء پر اسکے آس پاس اجالا سا ہو گیا تھا۔ درخت کا تنا جس پر وہ چڑھ رہا تھا صاف نظر آ

اچانک اسی حصے میں کوئی چیخنے لگا! ''میں تجھے فنا کر دوں گا......ہمیشہ کے لیے حدود سے باہر نہ نکل......عالم ارواح میں واپس چلا گیا......واپس چلا گیا۔''

''یہ......یہ......تو پروفیسر کی آواز ہے......!'' حمید بولا۔

فریدی کچھ کہنے ہی والا تھا کہ چمکدار ہیولیٰ......اندھیرے میں مدغم ہو گیا۔ لیکن کی چنگھاڑ بدستور جاری تھی......!

''آواز کی طرف بڑھو اور گھیرا ڈال دو!'' ایس پی نے چیخ کر اپنے ماتحتوں کو ہدایت

فریدی جہاں تھا......وہیں کھڑا رہا......حمید بے چین تھا کہ جو کچھ بھی ہونا ہو پر ہو جائے۔

''کیا خیال ہے......!'' اس نے فریدی کا بازو چھو کر کہا۔

''چپ چاپ کھڑے رہو......'' جواب ملا۔

میجر اکرام بھی ان کے قریب ہی موجود تھا! وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

''بے شک اللہ بڑی شان والا ہے۔ ہم ازلی کمینے ہیں۔ ثقافت کے نام پر ہزار ہا لعنتیں اپنے اوپر مسلط کر رکھی ہیں۔ بھوکا مر جاؤں گا لیکن اب اس دلدل میں پھنسا نہیں رہ سکتا۔''

حمید اس کی طرف متوجہ ہو گیا......پھر مڑا تو فریدی غائب تھا......اس وقت کچھ عجیب سا ماحول تھا۔ پروفیسر کی آواز بھی نہیں سنائی دے رہی تھی قبرستان کا سا سناٹا طاری تھا۔

غالباً پولیس کے جوان پروفیسر زیدان کو گھیرے میں لینے کے لیے بہت آہستگی سے آگے بڑھ رہے تھے۔

حمید جہاں تھا وہیں کھڑا رہا......ظاہر تھا کہ فریدی کو اس وقت اس کی ضرورت نہیں تھی ورنہ وہ اسے بھی ساتھ لے جاتا......!

''اتنا سناٹا......!'' اس نے میجر اکرام سے کہا۔ ''عقل سے کورے ہیں یہ لوگ اب پروفیسر شاید ہی ہاتھ آ سکے!''

''میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میرا کیا ہو گا......؟'' میجر اکرام نے حمید کا بازو پکڑ کر کہا۔

''سب ٹھیک ہی ہو گا......آپ خواہ مخواہ پریشان ہیں! ان اموات کی ذمہ داری آپ پر تو نہیں......!''

''مم......میں......اندر جا رہا ہوں میرے پیر کانپ رہے ہیں۔ سر چکرا رہا ہے...... اررر......مجھے سہارا دیجئے......! پلیز!''

حمید اس کا بازو تھام کر آفس کی طرف چل پڑا۔

میجر اکرام کے پیر لڑکھڑا رہے تھے......اندر پہنچ کر کرسی پر گر پڑا......اس طرح ہانپ رہا تھا جیسے کہیں سے دوڑتا ہوا آیا ہو۔ چہرہ پسینے سے بھیگ گیا تھا۔

حمید نے جھپٹ کر کولر سے پانی نکالا اور گلاس اس کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ ''لیجئے! خود پر قابو پانے کی کوشش کیجئے!''

میجر ایک ہی سانس میں پورا گلاس چڑھا گیا اور رومال سے چہرے کا پیسنہ خشک کرتا ہوا

بولا! ''میں ملازمت کبھی کی ترک کر دیتا...... لیکن مجبور ہوں دراصل ریٹائرمنٹ کے بعد میں
نے ایک اور شادی کر لی تھی......!''

''اوہو...... تو آپ ذوالقرنین ہیں......!''

''کیا مطلب......!''

''ایک بیوی ایک قرن ہوتی ہے......!''

''میں نہیں سمجھا......!''

''ایک بیوی کم از کم پچاس سال تک زندہ رہتی ہے دو بیویوں کا مطلب ہوا پورے
ایک سو سال یعنی دو قرن......!''

''ان باتوں سے آپ کی کیا مراد ہے......!''

''آپ کے ایک دل پر دو بوجھ ہیں۔ اسی لیے ابھی تک آپ کا ہارٹ فیلیور نہیں ہوا......!''

''کیا آپ میرا مذاق اڑا رہے ہیں!''

''قطعی نہیں! مجھے آپ پر غصہ آ رہا ہے!''

''کیوں......؟''

''آپ نے ابھی تک تیسری کیوں نہیں کی......!''

''پلیز......!'' وہ ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ''مجھے میرے حال پر چھوڑ دیجئے اور تشریف لے جائیے۔''

''آپ نے ظلم کیا ہے......!''

''کیا مطلب......! آپ ہوش میں ہیں یا نہیں!''

''اگر سارے مسلمان دو دو اور چار چار کر کے بیٹھ جائیں گے تو بے چاری طوائفوں
کیا ہو گا...... آخر انہیں بھی تو خدا ہی رزق دیتا ہے......!''

''آپ مذہب کا بھی مذاق اڑا رہے ہیں......!''

''جی نہیں...... اگر کم تنخواہ پر گزارا نہ ہو تو اوپر کی آمدنی پر قناعت کیجئے دوسری ملازمت
کی اجازت قانون نہیں دیتا۔''

''کیپٹن حمید......!'' میجر اکرام جھلا کر کھڑا ہو گیا......!

''بیٹھ جائیے...... آپ بالکل چغد ہیں......!''

''شٹ اپ......!''

''میں ایک ہی بیوی کے شوہروں کا جانی دشمن ہوں...... چہ جائیکہ دو دو!''

''نکل جاؤ......!'' وہ حلق پھاڑ کر دہاڑا اور ٹھیک اسی وقت کرنل فریدی آفس میں داخل ہوا۔

''کیوں......؟ یہ کیا ہو رہا ہے؟''

''لے جائیے...... اپنے اسسٹنٹ کو یہاں سے ورنہ میں اس کا خون کر دوں گا۔'' میجر
اکرام نے غصے سے کانپتے ہوئے کہا۔

''کیا بات ہے......؟'' فریدی غصیلے انداز میں حمید سے مخاطب ہوا۔

''کچھ بھی نہیں...... میں تو ان سے یہ کہہ رہا تھا کہ آدمی کو ہمیشہ آزاد رہنا چاہیے۔''

''آپ میرے نجی معاملات میں دخل دینے والے کون ہوتے ہیں!''

''جب تک آپ نے یہ نہیں بتایا تھا کہ آپ کے دو بیویاں ہیں، میں نے قطعی دخل نہیں دیا تھا۔''

''میں کہتا ہوں...... تم سے مطلب......!''

''مطلب کیوں نہیں! یہ کہاں کا انصاف ہے کہ آپ تو دو دو رکھیں اور ہم دونوں کے
درمیان ایک بھی نہ ہو!'' حمید نے فریدی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

''اٹھو......!'' فریدی نے حمید کا کان پکڑ کر اٹھاتے ہوئے کہا۔ ''شاید نیند کی زیادتی کی
وجہ سے حواس میں نہیں ہو۔''

وہ اسے میجر اکرام کے آفس سے نکال لایا۔

باہر پھر پہلی ہی سی ہلچل نظر آنے لگی تھی۔ ایس۔ پی اپنے ماتحتوں پر برس رہا تھا......!

''یہ کیا بے ہودگی شروع کر دی تھی! تم نے!'' فریدی نے ناخوشگوار لہجے میں پوچھا۔

''دو بیویاں ہیں اس کے!''

''تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا۔ اس وقت ان فضول باتوں کا کون سا موقع تھا......!''

''بیویاں موقع محل نہیں دیکھتیں......!''

''اب تھپڑ مار دوں گا......!''

''ہم دونوں تو آدھی آدھی بھی نہ برداشت کر سکیں۔ کہہ رہا تھا کہ میں نوکری اس لیے
نہیں چھوڑ سکتا کہ میں نے ایک شادی اور کر لی ہے۔''

''وہ تمہیں کیا باور کرانے کی کوشش کر رہا تھا۔''

''اس کے حواس کب درست ہیں کہ وہ کچھ باور کرانے کی کوشش کرتا.....اوٹ پٹانگ ہانک رہا تھا.....رو میں یہ بھی کہہ گیا کہ اس کے دو بیویاں ہیں!''

''اچھا بس اب خاموش رہو۔''

''پروفیسر پکڑ لیا گیا ہو تو چلئے اب سو جائیں.....!''

''وہ پھر غائب ہو گیا!''

''اور وہ بھوت جو درخت پر چڑھ رہا تھا.....!''

''ظاہر ہے کہ وہ تو پہلے ہی غائب ہو گیا تھا.....!''

''جہنم میں جائے.....اب ہم گھر ہی چلیں گے نا۔''

فریدی کچھ نہ بولا.....وہ خاموشی سے لنکن تک آئے۔

جب گاڑی کمپاؤنڈ سے نکل رہی تھی۔ پھاٹک پر کھڑے ہوئے سپاہیوں نے اسے روکنے کی کوشش کی۔

دفعتاً ان میں سے ایک بولا ''ہٹ جاؤ.....کرنل صاحب ہیں.....!''

اور پھر اس نے سیلوٹ بھی کیا تھا.....دوسروں نے اس کی تقلید کی۔

''یہ بُری بات ہے کہ سپاہی بھی ہمیں پہچاننے لگے ہیں!'' حمید بڑبڑایا۔

''میرا خیال ہے کہ تم پچھلی سیٹ پر سو جاؤ.....!''

''تو کیا گھر نہیں جا رہے.....!''

''نہیں.....!''

''تو پھر بہت بہت شکریہ.....!'' حمید نے کہا اور اگلی سیٹ کو پھلانگتا ہوا پیچھے چلا آیا۔

پھر آنکھ لگنے میں دیر نہیں لگی تھی..... پتہ نہیں کب تک سوتا رہا دوسری بار جھنجھوڑے جانے ہی پر اٹھا تھا۔ آنکھ کھلتے ہی اذان کی آواز سنائی دی.....!

''کک.....کہاں ہیں.....!''

''شہر سے ستر میل کے فاصلے پر قصبہ حلیم آباد میں.....!''

''اللہ مجھے غریق رحمت کرے.....اے مرد بزرگ اس میں کیا راز ہے۔''

''ایک بزرگ سے ملاقات کرنی ہے.....!'' فریدی نے جواب دیا۔

بعد نماز حمید نے دیکھا کہ وہ ایک ضعیف آدمی کے پاس جا بیٹھا ہے۔ حمید نے بھی اس کی تقلید کی۔

''میں شہر سے حاضر ہوا ہوں!'' فریدی اس سے کہہ رہا تھا۔ ''تھوڑی سی تکلیف دوں گا۔''

''فرمائیے.....فرمائیے.....!''

''ایک ایسے آدمی کے متعلق کچھ معلومات حاصل کرنی ہیں جو کسی زمانے میں آپ کے حلقۂ ارادت میں شامل تھا.....!''

''کون آدمی.....اگر یاد آ گیا تو ضرور بتاؤں گا.....!''

''آپ کو یاد ہوگا۔ کیونکہ آپ نے ناراضگی کے تحت اسے اپنی بیعت سے خارج کر دیا تھا۔''

''صرف ایک آدمی تھا ایسا میرے مریدوں میں.....عبدالوہاب.....اس کے علاوہ اور کسی نے کبھی مسلک سے ہٹنے کی کوشش نہیں کی۔''

''درست فرمایا آپ نے.....!''

''آپ اس کے بارے میں کیا جاننا چاہتے ہیں.....!''

''آپ نے کس بناء پر اس کی بیعت فسخ کر دی تھی!''

''فسق و فجور میں مبتلا تھا.....متعدد بار تنبیہ کے باوجود بھی اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتا تھا۔ علم نجوم کے ذریعے پیش گوئی کرتا تھا۔ جادو ٹونے اور کیمیا گری کے چکر میں بھی رہتا تھا۔''

''غالباً روحوں کو طلب کر لینے والے وظائف.....!''

''بس میاں.....!'' ان صاحب نے ہاتھ اٹھا کر فریدی کی بات کاٹ دی۔ ایسا کوئی عمل نہیں جس کے ذریعے روحوں کو طلب کیا جا سکے! عالم اجسام سے رشتہ ٹوٹنے کے بعد ارواح پوری طرح احکام الٰہی کے تابع ہوتی ہیں۔''

''درست فرمایا آپ نے.....لیکن میں صرف یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس قبیل کے لوگوں میں اس کا شمار کیا جا سکتا ہے، یا نہیں.....!''

''مجھے علم نہیں! میرے پاس تو وہ حصول علم کیمیا گری کے لیے آیا تھا۔ کسی سے یہ غلط اطلاع ملی ہوگی کہ میں کیمیا گری میں بھی دخل رکھتا ہوں۔ حلقے میں یہی کہتا رہا تھا کہ تزکیہ

نفس کے لیے آیا ہے......!''

''اس کی آج کی مصروفیات کے متعلق کچھ علم ہے آپ کو!''

''ہاں سنا ہے، شہر میں پروفیسر زیدان کے نام سے نجومی کا پیشہ اختیار کر رکھا ہے۔''

''بہت بہت شکریہ...... جناب عالی......!'' فریدی مصافحہ کر کے اٹھتا ہوا بولا۔

''ارے نہیں میاں! اب ناشتہ وغیرہ کر کے جائیے گا۔ مجھے میزبانی کا شرف حاصل کرنے کا موقع دیجیے!''

''بہت جلدی ہے جناب ورنہ میں خود سعادت حاصل کرتا۔ پھر بھی حاضر ہوں گا۔''

حمید نے محسوس کیا وہ صاحب اس جواب پر کچھ مغموم سے ہو گئے ہیں۔ واپسی پر فریدی نے حمید سے کہا! ''تم نے دیکھا! کس پائے کے بزرگ ہیں۔''

''مجھے تو کوئی خاص بات نظر نہیں آئی!'' حمید نے خشک لہجے میں جواب دیا۔

''انہوں نے ہم سے قطعی نہیں پوچھا کہ ہم کون ہیں اور زیدان کے بارے میں پوچھ گچھ کر رہے ہیں ہیں...... یہی ہے مردانِ خدا کی شان...! اپنے کام سے کام رکھتے ہیں''

''اور ہم شیطان کے چیلے ہیں کہ ہر ایک کی ٹوہ میں لگے رہتے ہیں۔''

''نہیں ہم بھی اپنے کام سے کام رکھتے ہیں۔ اس لیے شیطان کے چیلے نہیں ہیں۔''

''سوال یہ ہے کہ آپ زیدان کے متعلق اتنی ذرا سی بات پوچھنے دوڑے آئے تھے''

''بہت اچھے...... کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں چمکدار ہیولیٰ کو طلب کی ہوئی روح سمجھتا ہوں جو کسی وجہ سے آؤٹ آف کنٹرول ہو گئی......!''

''آپ کی اس پوچھ گچھ سے تو میں نے یہی اندازہ لگایا ہے۔ ویسے آپ کو کیونکر معلوم ہوا کہ وہ کبھی ان بزرگ سے بھی متعلق رہ چکا ہے......!''

''زیدان کا پورا ریکارڈ ہمارے پاس موجود ہے......!''

''اوہو تو کیا پہلے سے!''

''شہر کے سارے مشتبہ لوگوں سے متعلق تفصیلات محکمے کی تحویل میں ہیں......!''

''اتنا میں بھی جانتا ہوں...... سوال یہ ہے کہ وہ کس سلسلے میں مشتبہ تھا......!''

''اعلیٰ پیمانے پر فراڈ کرنے کے سلسلے میں! اس کے بارے میں خیال تھا کہ پاس

روحانی ہونا محض دکھاوا ہے...... اس کی آڑ میں وہ کوئی لمبا فراڈ کر رہا ہے لیکن کبھی کوئی واضح کیس سامنے نہیں آیا جس میں اس کا ملوث ہونا ثابت ہو سکتا۔''

''اور اب......!''

''اور اب بھی یہی صورت ہے کہ جب تک وہ روح ہمارے قبضے میں نہ آ جائے۔ زیدان محض ایک مسخرے کی سی حیثیت رکھتا ہے۔''

''تو کیا آپ اسے حراست میں نہیں لیں گے......!''

''اس کے اس کھیل کے بارے میں صرف تین شخصیتیں کچھ جانتی تھیں ان میں سے ایک بھی زندہ نہیں۔''

''اس سے کیا ہوتا ہے۔ ان کی اموات کی ذمہ داری اسی پر ہے...... کیا یہ اسے حراست میں لینے کے لیے کافی نہیں ہے۔''

''میں اس کے حق میں نہیں ہوں...... ویسے ایس۔ پی صاحب اسے کسی حال میں بھی نہیں چھوڑیں گے! اچھا بس...... اب تم اسٹیئرنگ سنبھالو...... میں بھی کچھ دیر سونا چاہتا ہوں...... تمہیں تارجام کی طرف چلنا ہے...... وہیں ناشتہ کریں گے......!''

''اب تارجام......!'' حمید کراہا۔ ''میں نے سوچا تھا کہ شہلا بدخشانی سے کچھ معلوم کرنے کی کوشش کروں گا!''

''جو کچھ اس سے معلوم کرنا چاہتے ہو...... مجھ سے پوچھ لو...... اس کی عمر بائیس سال ہے۔ غیر شادی شدہ...... زندگی بھر کنواری رہنے کا پروگرام بنائے بیٹھی ہے...... اور اسے علم تھا کہ ثریا غزالی کا پروگرام دیکھنے اسی طرح گھر سے باہر جاتی ہے۔ ہر ہفتے وہ شام کا کھانا کھائے بغیر طبیعت کی خرابی کا بہانہ کر کے خواب گاہ میں بند ہو جاتی ہے۔''

''آپ کو کیونکر علم ہوا کہ اسے علم تھا......!''

''خاور بدخشانی سے جو خاندان کا سربراہ ہے......! اس نے بتایا تھا......!''

''اس نے کہا تھا کہ شہلا جانتی تھی......!''

''نہیں! اس نے صرف یہ بتایا تھا کہ وہ ہر ہفتے اس طرح بیمار ضرور ہوا کرتی تھی......!''

''آپ نے کس طرح اندازہ لگایا کہ شہلا اس بیماری کی اصلیت سے واقف تھی......!''

''اس لیے کہ غزالی ثریا سے پہلے شہلا ہی میں دلچسپی لیتا رہا تھا......!''

''نہیں......!''

''ہاں......! شہلا غزالی کے لیے منتقمانہ جذبہ رکھی تھی......!'' فریدی نے کہا اور
سڑک کے کنارے روک دی...... پھر بولا!'' چلو......ادھر بیٹھو...... میں پیچھے جا رہا ہوں!''

جہاں گاڑی روکی تھی وہ جگہ تار جام والی کراسنگ سے زیادہ سے زیادہ سو گز کے فاص
رہی ہوگی۔ دفعتاً حمید چونک پڑا۔ ایک چھوٹی سی تیز رفتار گاڑی شہر سے تار جام کی طرف
دکھائی دی تھی......!

فریدی نیچے اتر کر پچھلی سیٹ کی طرف بڑھ رہا تھا کہ حمید ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ''ٹھہریے!''

''کیوں......؟''

''وہ تار جام کی طرف گئی ہے......!''

''کون......!''

''شہلا بدخشانی......!''

''اوہ......!'' فریدی پھر اگلی ہی سیٹ پر پلٹ آیا......!

''کیا وہ اس گاڑی میں تھی!'' اس نے پوچھا۔

''پورے یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں......خود ہی ڈرائیو کر رہی تھی۔''

سورج طلوع ہو چکا تھا......اور سڑک پر اکا دکا گاڑیاں دکھائی دینے لگی تھیں۔

لنکن آگے بڑھ کر تار جام والی سڑک پر مڑ گئی......!

''یہاں اس وقت موجودگی کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ اس نے رات ہی کے کسی
میں گھر چھوڑا ہوگا۔'' حمید بڑبڑایا۔

''وہاں کسی پر کوئی پابندی نہیں!''

''پھر ثریا کو بیماری کا بہانہ کر کے گھر سے نکلنے کی کیا ضرورت تھی!''

''ممکن ہے! وہ محض شہلا کی وجہ سے ایسا کرتی رہی ہو۔''

''لیکن آپ کے خیال کے مطابق شہلا کو اس کا علم تھا!''

''قیاس ہے......لیکن اس میں شبہے کی گنجائش نہیں کہ ثریا سے پہلے شہلا ہی سے غز

لیتی ہوئی تھی اور شہلا ہی کے ذریعے وہ ثریا سے متعارف ہوا تھا......!''

حمید کچھ نہ بولا۔ کچھ دور چلنے کے بعد شہلا کی گاڑی دکھائی دی۔ فریدی مناسب درمیانی
کا تعین کر کے ڈرائیو کرتا رہا۔

''آپ تار جام کیوں جانا چاہتے ہیں۔!''

''زیدان کی اصل جگہ تو وہی ہے......!''

''کیا مطلب......!''

''اس کا ایک دفتر تار جام میں بھی ہے۔ شہر میں اس کا بزنس زیادہ اچھا نہیں چلتا۔
ار جام صنعتی علاقہ ہے۔ مزدوروں کی بہتات ہے...... پیش گوئی والا بزنس کم پڑھے لکھے ہی
وں کی وجہ سے زیادہ کامیاب ہوتا ہے!''

''سونے کا ارادہ کیوں ترک کر دیا......؟''

''شہلا کی وجہ سے......لیکن اگر وہ شہلا نہ ہوئی تو......؟''

''بطور جرمانہ آپ کی بجائے میں پچھلی سیٹ پر جا کر سو جاؤں گا۔!''

''کھال اتار دوں گا کسی دن تمہاری......!'' فریدی بے ساختہ قسم کی مسکراہٹ کا گلا
گھونٹتا ہوا بولا۔

''اگر کوئی خاتون میری کھال کے دستانے پہننے پر رضا مند ہو جائیں تو اس پر بھی تیار ہوں۔''

''تم خود ہی پہنے رہو......کون روگ پالے گا......!''

''میں روگ ہوں......!''

''عورتوں کے لیے روگ ہی بن جاتے ہو گے......!''

''آپ یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتے۔ ایسا کوئی حکم لگانے سے پہلے عورت ہونا شرط ہے۔''

فریدی کچھ نہ بولا۔ اب وہ کسی گہری سوچ میں معلوم ہوتا تھا۔ آنکھیں ونڈ اسکرین پر لگی
ہوئی تھیں۔

تار جام پہنچ کر شہلا کی گاڑی ایک بڑے ہوٹل کی کمپاؤنڈ میں مڑ گئی۔

''بس اب تم یہیں اتر جاؤ!'' فریدی نے حمید سے کہا۔ ''میں تمہاری کال کا منتظر رہوں
گا۔ پولیس اسٹیشن کے نمبر رنگ کر کے پیغام دے دینا۔''

"کس وقت تک......!"

"ایک بجے تک ادھر ہی رکنے کا ارادہ ہے۔" فریدی نے کہا اور ہوٹل سے کچھ بڑھ کر گاڑی روک دی۔ حمید ٹھنڈی سانس لے کر اتر گیا۔ لیکن یہ مشورہ بے حد سود مند ہوا۔ آخر ناشتہ بھی تو کرنا تھا۔ اگر وہ ہوٹل کی بجائے کہیں اور جاتی تو کیا ہوتا......!

گاڑی آگے بڑھ گئی اور وہ ریڈی میڈ میک اپ والے اسپرنگ نتھنوں میں فٹ کرنے لگا تو بڑھا ہوا ہی تھا۔ بال بھی کسی قدر بکھرا لیے اور جھومتا ہوا ہوٹل کے پھاٹک کی طرف چل پڑا۔

شہلا کی گاڑی پارکنگ شیڈ میں کھڑی دکھائی دی...... وہ تیزی سے ڈائننگ ہال طرف بڑھا۔ شہلا کاؤنٹر پر کھڑی نظر آئی۔ فون کا ریسیور اس کے ہاتھ میں تھا اور وہ کسی گفتگو کر رہی تھی۔

جتنی دیر میں حمید کاؤنٹر تک پہنچا وہ ریسیور کریڈل پر رکھ کر قریب ہی کی ایک میز پاس جا بیٹھی۔ حمید نے اس کی پشت والی میز اپنے لیے منتخب کی......اور ویٹر کو ناشتے کی نوٹ کرانے لگا......!

ادھر شہلا کی میز کے قریب بھی ایک ویٹر کھڑا اس کا آرڈر نوٹ کر رہا تھا......ڈا ہال کی بہت کم میزیں آباد تھیں۔ اقامتی ہوٹل تھا اس لیے لوگ کم از کم ناشتہ اپنے کمرا میں طلب کرتے تھے۔

کچھ دیر بعد حمید نے محسوس کیا کہ شہلا دیدہ و دانستہ ناشتہ ختم کرنے میں دیر لگا رہی۔ وہ خود ناشتہ سے فارغ ہو کر سگریٹ رول کرنے لگا۔ ریڈی میڈ میک اپ میں پا استعمال کرنے کی بجائے پائپ کے تمباکو سے سگریٹ بنا لیتا تھا۔

کچھ دیر بعد ایک ادھیڑ عمر ملکی سفید فام عورت شہلا کی میز کے قریب آ کھڑی ہوئی۔ شہلا اسے دیکھ کر شاید احتراماً اٹھی تھی۔ آنے والی سامنے کی کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔

"کیا بات ہے۔" اس نے شہلا سے پوچھا۔ "تم کچھ پریشان نظر آ رہی ہو۔"

اس نے یہ سوال انگلش میں کیا تھا لیکن لہجے سے انگلش بولنے والے کسی بھی ملک کی نہیں معلوم ہوتی تھی۔

"تمہاری پیش گوئی غلط ثابت ہوئی!" شہلا کی آواز کانپ رہی تھی۔

"کیوں کیا ہوا......!"

"پچھلی رات وہ ایک حادثے کا شکار ہو کر مر گیا!"

"تمہارا محبوب......!"

"ہاں......!"

"یہ ناممکن ہے......اسے پھر تمہاری ہی طرف واپس آنا تھا۔"

شہلا وحشیانہ انداز میں ہنس پڑی......اور پھر بولی۔ "تم سب فراڈ ہو۔"

"بے ہودہ باتیں مت کرو......" غیر ملکی عورت جھلا کر کھڑی ہو گئی......!

حمید اس دوران میں اپنے ناشتے کی قیمت ادا کر چکا تھا۔

اس عورت کو بالائی منزل کے زینوں کی طرف جاتے دیکھ کر خود بھی اٹھا اور اس کے پیچھے چلنے لگا۔ وہ کمرہ نمبر گیارہ میں داخل ہوئی تھی......دروازہ بند ہو گیا تھا اور حمید نے کمرے میں اسی عورت کے قہقہے کی گونج سنی تھی......!

گیارہویں سڑک

کمرہ نمبر گیارہ کی مکین کے متعلق معلومات فراہم کیں اور آدھے گھنٹے بعد وہ فون پر فریدی سے رابطہ قائم کر کے کہہ رہا تھا۔ "مادام لیریاں اسی کمرے میں چھ ماہ سے مقیم ہے اور اس کا پیشہ بھی وہی ہے، جو پروفیسر زیدان کا ہے......خود کو فرانسیسی کہتی ہے......اور کیرو کی شاگرد ہونے کا دعویٰ رکھتی ہے۔ غالباً اس نے شہلا کو بتایا تھا......کہ غزالی دوبارہ اس کی طرف واپس آئے گا......لیکن اس وقت شہلا نے اسے غزالی کی موت کی اطلاع دے کر بدزبانی کی تھی اسے فراڈ کہا تھا۔ وہ خفا ہو کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔ پھر میں نے کمرے میں اس کے قہقہے کی آواز سنی تھی۔"

"شہلا کہاں ہے!" فریدی نے پوچھا۔

"جب میں نیچے آیا تھا تو ڈائننگ ہال میں موجود نہیں تھی۔ پارکنگ شیڈ میں گاڑی بھی

نہیں ملی۔"

"اچھا اب تم پولیس اسٹیشن پہنچ جاؤ!" فریدی نے کہہ کر دوسری طرف سے سلسلہ
کر دیا۔

حمید نے ایک جنرل اسٹور کے فون پر فریدی سے گفتگو کی تھی...... وہاں سے
سڑک پر آیا۔ پولیس اسٹیشن یہاں سے ڈھائی میل کے فاصلے پر تھا۔

ٹیکسی ملنے پر دیر لگی اور وہ آدھے گھنٹے سے پہلے پولیس اسٹیشن نہ پہنچ سکا! فریدی
موجود نہیں تھا! البتہ ایک پیغام اور گاڑی اس کے لیے چھوڑ گیا تھا جس کی کنجی اسٹیشن انچارج
سے مل گئی۔ تحریری پیغام میں اس جگہ کی نشاندہی کی گئی تھی جہاں حمید کو پہنچنا تھا۔

جیسے ہی لنکن مطلوبہ جگہ پر پہنچی۔ سڑک پر کھڑے ہوئے ایک اجنبی نے گاڑی کی طرف
بڑھ کر حمید کے ہاتھ میں براؤن رنگ کا لفافہ تھما دیا۔ حمید نے انجن بند نہیں کیا تھا! لفافہ
میں ڈال کر ایکسیلریٹر پر دباؤ ڈالا...... گاڑی آگے بڑھ گئی۔

کچھ دور چلنے کے بعد اس نے گاڑی پھر روکی تھی لیکن انجن بند نہیں کیا تھا لفافہ چاک
کر کے تحریر نکالی۔ فریدی نے لکھا تھا.....!

"شہلا اس وقت فیروز ہاؤز میں موجود ہے۔ یہ عمارت سٹی پوسٹ آفس کی پشت پر
ہے۔ تم شہلا سے اپنی اصل حیثیت میں مل سکتے ہو۔"

"پھر اس کے بعد کیا کروں گا جناب عالی!" حمید طویل سانس لے کر بڑبڑایا۔

"لیکن اس سے پہلے اگر آپ اجازت دیں تو شیو کر لوں......!"

گاڑی ایک درخت کے سائے میں لے جا کر روک دی اور انجن بند کر دیا...
ڈیش بورڈ کے ایک خانے سے الیکٹرک شیور اور چھوٹا سا آئینہ نکال کر داڑھی کھرچنے لگا۔
شیور سے شیو کرنے کو وہ "کھرچنا" ہی کہتا تھا۔

کچھ دیر بعد لنکن فیروز ہاؤز کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی۔ خاصی بڑی عمارت تھی۔
یہاں کوئی صنعت کار رہتا تھا۔

جیسے ہی گاڑی پورچ میں پہنچی ایک باوردی ملازم مؤدبانہ اس کی طرف بڑھا......!

"کیا مس شہلا بدخشانی تشریف رکھتی ہیں!" حمید نے اس سے پوچھا۔ شہلا کی
پورچ کے باہر کھڑی پہلے ہی دیکھ چکا تھا۔

"جی ہاں جناب...... شہلا بی بی کچھ دیر پہلے آئی ہیں۔" اس نے جواب دیا۔ اور حمید
نے اپنا کارڈ اس کی طرف بڑھا دیا......!

"اندر تشریف رکھئے۔" ملازم بولا۔

"پہلے کارڈ لے جاؤ اگر وہ ملنا چاہیں گی تو......!"

ملازم کارڈ لے کر اندر چلا گیا...... پھر ایک منٹ بھی نہیں گزرا تھا کہ شہلا خود باہر آ گئی۔
نہ صرف باہر آئی بلکہ حمید کو گاڑی میں بیٹھے رہنے کا اشارہ کرتی ہوئی دروازہ کھول کر خود بھی اس
کے برابر بیٹھ گئی......!

"شدت سے بور ہو گئی ہوں....! کسی طرف نکل چلو...!" اس نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

گاڑی پورچ سے نکل کر پھاٹک کی طرف بڑھ گئی۔

"کیا تم شہر ہی سے میرے پیچھے لگے چلے آئے تھے......!" شہلا نے پوچھا۔

وہ اس وقت پہلے سے بھی زیادہ بے تکلفی سے گفتگو کر رہی تھی۔ "آپ" کی جگہ "تم"
نے لے لی تھی۔

"کچھ دیر پہلے ادھر سے گزرا تھا اور تمہاری گاڑی فیروز ہاؤز میں داخل ہوتے دیکھی
تھی...... واپسی پر سوچا کہ دیکھتا چلوں۔"

"تمہیں مجھ کو یہاں دیکھ کر حیرت نہیں ہوئی۔"

"میں نہیں جانتا کہ فیروز ہاؤز میں کون رہتا ہے۔"

"میں تارجام کی بات کر رہی ہوں...... فیروز ہاؤز میری ایک خالہ کی ملکیت ہے۔"

"پھر حیرت کس بات پر ہونی چاہیے......!"

"بننے کی کوشش نہ کرو...... تم لوگ بدخشانی پیلس کے ہر فرد پر نظر رکھو گے!"

"اس حد تک بھی نہیں کہ باقاعدہ تعاقب شروع کر دیں...... ہم دراصل پروفیسر زیدان
کے سلسلے میں یہاں آئے ہیں۔"

"ہاتھ آیا کہ نہیں......!"

"بچ کر کہاں جائے گا...... اب بتاؤ کدھر چلیں......!"

"جہانگیر پارک...... وہاں سایہ بھی ملے گا اور کھلی فضا بھی...... دم گھٹ رہا ہے۔"

حمید فی الحال خود اس سے کچھ نہیں پوچھنا چاہتا تھا۔ ویسے غالباً فریدی کا خیال تھا
اس سے بہت کچھ معلوم کر سکے گا ورنہ پیغام اسی سے متعلق کیوں ہوتا۔

شہلا کچھ دیر خاموشی رہ کر بولی۔ "بھوت کی کہانی اس وقت تک ملک کے بچے بچے
زبان پر ہوگی۔ بڑی زبردست پبلسٹی کی گئی ہے لیکن شکر ہے کہ اس لڑکی کا نام اور پتہ اخبار
میں نہیں ملتا جسے بھوت اٹھا لے گیا تھا۔"

"کیا اس کا نام اور پتہ ہونا چاہیے تھا۔"

"اچھا ہی ہوا...... ورنہ......!" وہ کچھ کہتے کہتے رک گئی۔

"لیکن کچھ لوگوں کو علم ہے کہ لڑکی کون تھی......!"

"کیا فرق پڑتا ہے!" شہلا نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی۔

"کچھ لوگ یہ بھی جانتے ہیں کہ محترمہ ثریا ہر ہفتے کی شام کو بیمار ہو کر اپنی خوابگاہ
محدود ہو جاتی تھیں۔"

شہلا کچھ نہ بولی لیکن سر گھما کر حمید کو گھورنے لگی تھی۔

"کچھ لوگ یہ بھی جانتے ہیں......!"

"شٹ اپ! میں جانتی ہوں تم کیا کہنا چاہتے ہو......!" شہلا جھنجلا کر چیخی اور
طویل سانس لے کر رہ گیا۔

جہانگیر پارک پہنچ کر وہ ایک گھنے سایہ دار درخت کے نیچے گھاس پر جا بیٹھے......!

"کیا میری وجہ سے بور ہو رہی ہو۔!" حمید نے پوچھا۔

"نہیں تو...... بات ختم ہو چکی......!"

"جب تک ایک عورت بھی روئے زمین پر باقی ہے بات ختم نہیں ہو سکتی۔"

"کیا مطلب......!"

"بے چارہ مرد جھک مارتا رہے گا......!"

"کہنا کیا چاہتے ہو......!"

"وہ فیصلہ نہیں کر پاتا کہ اس کی محبت کا کیا معیار ہونا چاہیے۔"

"بے حد سڑا ایسا لفظ استعمال کیا ہے تم نے...... محبت...... ہونہہ!"

"چلو حماقت کہہ لو......!"

"سوال یہ ہے کہ اس موضوع پر ہی گفتگو کیوں کی جائے......!"

"اچھا تو پھر تم ہی کوئی موضوع تجویز کرو......!"

"کیا ہم خاموش نہیں بیٹھ سکتے......!"

"یہ میری زندگی کا عجیب ترین دن ہے......!"

"کیوں......؟"

"کوئی خاتون خاموش بیٹھی رہنے کی خواہش مند ہیں۔"

شہلا کچھ نہ بولی۔ دوسری طرف دیکھنے لگی تھی...... پھر دس منٹ خاموشی میں گزر گئے
حمید اس دوران میں پائپ کے ہلکے ہلکے کش لیتا رہا تھا۔

دفعتاً شہلا بولی۔ "تم سب کچھ جانتے ہو۔ پھر اب مجھ سے کیا پوچھنا چاہتے ہو......!"

"کچھ بھی نہیں......!"

"پھر فیروز ہاؤز کیوں آئے تھے......!"

"غالباً میں بتا چکا ہوں......!"

"میں اسے تسلیم نہیں کر سکتی......!"

"اچھا تو سنو! میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ پروفیسر کا اسسٹنٹ کیوں مر
گیا......! غزالی اور ثریا کی موت کی وجہ سمجھ میں آ سکتی ہے۔"

"میں پروفیسر کے اسسٹنٹ کو نہیں جانتی......!"

"اچھا تو یہی بتا دو کہ غزالی کو کس حد تک چاہتی تھیں......!"

"خوب تو کیا تم مجھے ان اموات کا ذمہ دار سمجھتے ہو۔"

"میں نے ایسی کوئی بات نہیں کہی۔"

"میں اس وہم میں مبتلا تھی کہ وہ کبھی نہ کبھی پھر میری طرف واپس آئے گا۔"

"ظاہر ہے کہ ثریا سے تمہیں شدید نفرت ہو گئی ہوگی۔"

"مجھے اس کا اعتراف ہے! میں یہ بھی جانتی تھی کہ وہ محض مجھ سے چھپ کر غزالی سے

ملتی ہے...... ورنہ اس پر کسی قسم کی بھی پابندی نہیں تھی لیکن کیپٹن حمید میں نے کبھی
معاملات میں دخل اندازی نہیں کی۔ اس پر یہ ظاہر ہی نہیں ہونے دیا کہ مجھے غزالی
کے تعلقات کا علم ہے۔''

''میرے علاوہ اور کسی سے بھی اس قسم کی باتیں نہ کرنا۔'' حمید اسے گھورتا ہوا بولا

''کیوں......؟''

''اس طرح تم اپنے خلاف ثبوت فراہم کرو گی...... خیر...... اس سلسلے میں
رہنا...... ہاں یہ مادام لیریاں تک تمہاری رسائی کس طرح ہوئی تھی۔''

''خدا کی پناہ......تم یہ بھی جانتے ہو......!''

''میرا چیف دنیا کا باخبر ترین آدمی ہے......! اس کا کہنا ہے کہ تم مادام لیریاں
بہت زیادہ ملتی رہی ہو......!''

''غزالی ہی نے ایک موقع پر اس سے تعارف کرایا تھا اور اس کے بعد اتفاقاً
ملاقاتیں ہوتی رہی تھیں......اس نے پیش گوئی کی تھی کہ غزالی دوبارہ میری طرف ضرور
گا۔ لہٰذا آج صبح میں اسے اطلاع دینے آئی تھی کہ اس کی پیشین گوئی غلط نکلی......!''

''تم نے اسے فراڈ بھی تو کہا تھا......اور وہ بگڑ کر فوراً اٹھ گئی تھی......!''

''واقعی بڑی اپٹوڈیٹ معلومات ہیں!'' وہ اسے تحسین آمیز نظروں سے دیکھتی ہوئی

''مگر سوال یہ ہے کہ وہ اپنے کمرے میں پہنچ کر قہقہے کیوں لگانے لگی تھی!''

''کیا ایسا ہوا تھا......!'' شہلا چونک کر حمید کو گھورنے لگی۔

''ہاں......!''

''میں نہیں سمجھ سکتی۔''

''میرا خیال ہے کہ اس نے صرف تمہارا دل رکھنے کے لیے اس قسم کی پیش گوئی کی تھی

''اسے بھی جہنم میں جھونکو......اب میں اپنے ذہن کو ٹٹولتی ہوں تو محسوس ہوتا ہے
غزالی کی محبت میں خراب و خوار نہیں تھی بلکہ غصہ اس بات پر تھا کہ اس نے مجھ پر ثریا کو
فوقیت دی...... میں یہ بھی جانتی تھی کہ وہ دوسری لڑکیوں سے بھی فلرٹ کرتا ہے اس پر
کبھی غصہ نہیں آیا۔''

''ثریا تم سے زیادہ خوبصورت بھی نہیں تھی......!'' حمید نے کہا۔

شہلا اس ریمارک پر کچھ نہ بولی۔

حمید نے کچھ دیر بعد کہا۔ ''غزالی بدقسمت تھا کہ اس نے تم جیسی گریٹ لڑکی کی قدر نہ کی۔''

''شکمن......!'' وہ حمید کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔

''یقین کرو تم ہر اعتبار سے گریٹ ہو......!''

''شکریہ......کیا تم مجھ سے محبت کرنا پسند کرو گے......!''

''تم تو اس طرح کہہ رہی ہو گویا نہیں کرتا۔''

''فراڈ......!'' وہ اسے شوخ نظروں سے دیکھتی ہوئی بولی! ''جیسے میں تمہیں جانتی ہی
نہیں......غزالی بے چارہ تمہارے مقابلے میں کیا تھا۔''

''اس کے باوجود تم نے مجھے ہمیشہ تنہا دیکھا ہوگا۔''

''یہ بھی سچ ہے......اس کی وجہ بتاؤ گے؟''

''عورتیں مجھے حقیقتاً پسند نہیں کرتیں......انہیں محض میرے قہقہوں سے دلچسپی ہے!''
حمید نے دردناک لہجے میں کہا......اور اس کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ خواہ مخواہ۔

''وہ عورتیں نہ ہوں گی...... یاد رکھو کہ صرف دردمندی کا نام عورت ہے!'' وہ اسے ترحم
آمیز نظروں سے دیکھتی ہوئی بولی۔ ''دردمندی ہی مجھے غزالی کی طرف لے گئی تھی......میں سمجھی
تھی کہ وہ پیار کا بھوکا ہے......ماں کی طرف سے اسے ماتا کا اتنا حصہ نہیں مل سکا جس قدر
اسے درکار تھا۔''

''تم بہت اچھی ہو......!''

''یقیناً......میں بُری نہیں ہوں......!''

''تم کبھی پروفیسر زیدان سے بھی ملی تھیں......!''

''نہیں کبھی نہیں! مادام لیریاں سے چونکہ شناسائی ہو چکی تھی۔ اس لیے......!''

وہ جملہ پورا کیے بغیر خاموش ہو کر کسی سوچ میں پڑ گئی۔

حمید اسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتا رہا۔ اچانک وہ موضوع بدل کر بولی۔ ''تم نے
اب تک کتنی لڑکیوں سے عشق کیا ہے۔''

''عشق......!'' حمید ہنس پڑا۔

''کیوں اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے۔''

''بہت گاڑھا لفظ ہے۔ حلق میں پھنس جاتا ہے میری سات پشتوں میں بھی کبھی کسی نے عشق نہ کیا ہوگا۔''

''میں نے تو بہت کچھ سن رکھا ہے!''

''دشمنوں نے اڑائی ہوگی۔ دو اور دو صفر والا آدمی ہوں!''

''اچھا...... چلو اٹھو...... کسی اچھی جگہ دوپہر کا کھانا کھائیں گے۔'' وہ اٹھتی ہوئی بولی

ایک بار پھر وہ اسی ہوٹل میں پہنچے جہاں حمید نے مادام لیریاں اور شہلا کی گفتگو سنی تھی۔ اس وقت ڈائننگ ہال خاصا آباد تھا...... انہیں وسط میں جگہ ملی کارنرز کی ساری میزیں تصرف میں تھیں۔

حمید نے ویٹر کو لنچ کی تفصیل لکھوائی...... اور اس کے چلے جانے پر شہلا سے

''آج کل لوگ مشرق بعید کے کھانوں کے خبط میں مبتلا ہیں!''

''ٹیسٹ کی بات ہے۔ مجھے بھی مشرق بعید کے کھانے پسند ہیں!''

''لیکن میں نے تو دیسی ہی منگوا لیے ہیں......!''

''دیسی بھی ناپسند نہیں ہیں!''

دفعتاً حمید کو قریب کی میز پر ایک جانی پہچانی سی شکل نظر آئی...... ذہن پر زور دیا کہ کب اور کہاں دیکھا تھا...... اکثر ایسی صورتیں نظر سے گزرتی تھیں اور وہ ان کی طرف خاص طور پر توجہ نہیں دیتا تھا لیکن یہ آدمی...... نہ جانے کیوں اس نے اسے اپنی یادداشت کریدنے پر مجبور کر دیا تھا۔ کیا اس سے متعلق کوئی ذہنی خلش تھی۔ بعض چہرے ایک خاص قسم کی ذہنی خلش میں بھی مبتلا کر دیا کرتے ہیں......!

''تم کس سوچ میں گم ہو۔'' اچانک شہلا بولی اور چونک پڑا۔ شہلا کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ تھی۔ اس نے حمید کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ ''اس معاملے میں جتنا جانتی تھی بتا چکی ہوں۔ اس سے زیادہ اور کچھ نہیں جانتی۔''

''مجھے یقین ہے......! میں تو پروفیسر کے اسسٹنٹ...... حمید جملہ پورا نہ کر سکا

قریب والی میز کی شناسا سی شخصیت پوری طرح ذہن میں واضح ہوگئی...... اس نے اس کو پچھلی رات پروفیسر کے اسسٹنٹ کی لاش کے قریب دیکھا تھا۔

اور اب حمید یہ بھی محسوس کر رہا تھا کہ خود وہ آدمی پوری طرح اسکی طرف متوجہ ہو گیا ہے۔ شہلا سر جھکائے بیٹھی تھی۔ حمید کی طرف بھی نہیں دیکھ رہی تھی۔ وہ آدمی کبھی حمید کو دیکھنے لگتا تھا اور کبھی شہلا کو اور حمید ایسا بن گیا تھا جیسے وہ خود اس کے وجود سے بے خبر ہو۔

یک بیک شہلا آہستہ سے بولی۔ ''کیا ہم کسی دوسری میز پر نہیں بیٹھ سکتے!''

''کیوں......؟''

''بس یونہی......!''

''کیا تم اسے جانتی ہو......!''

''کیا مطلب......!''

''جس کی وجہ سے یہاں نہیں بیٹھنا چاہتیں!''

''سنو! ہم ایسا کیوں نہ کریں کہ لنچ پیک کرا کے لے چلیں اور کسی دوسری جگہ کھائیں!''

''تم مجھے کچھ خائف سی نظر آ رہی ہو......!''

''اوہ...... ہاں...... شاید...... لاحول ولاقوۃ!'' وہ ہنس پڑی...... ہنستی رہی اور پھر بولی۔ ''سب جائیں جہنم میں...... مجھے کیا......!''

''وہ کون ہے......!''

''غزالی کا ایک دوست...... اسے ہمارے تعلقات کا علم تھا......!''

''نام اور پتہ......!''

''شاہد جمیل...... جمیل اینڈ جیمسن کا منیجنگ ڈائریکٹر...... اس کا آفس ٹمپل روڈ پر ہے!''

''کیا اب بھی لنچ باہر لے چلو گی!''

''ہرگز نہیں...... شہلا ایک منفرد اکائی ہے!''

''اکائی منفرد ہی ہوتی ہے......!''

اتنے میں ویٹر لنچ کا سامان لے آیا اور اسے میز پر لگانے لگا۔

شاہد جمیل اب بھی انہی کی طرف نگراں تھا۔

حمید یہ بھی محسوس کر رہا تھا کہ شہلا اس کی طرف نظر نہیں اٹھا رہی...... ادھر شاہد
کے انداز سے معلوم ہوتا تھا جیسے وہ اس وقت مل بیٹھنا چاہتا ہو۔

انہوں نے لنچ ختم ہی کیا تھا کہ صدر دروازے میں کرنل فریدی دکھائی دیا۔

''اوہو......'' حمید کی زبان سے بے ساختہ نکلا۔

''کیا بات ہے!'' شہلا چونک پڑی۔

''مائی چیف......!''

شہلا نے مڑ کر دیکھا اور حمید سے بولی۔ ''یہ کیا بوریت...... اچھا میں سمجھی تم لوگ منظم
طور پر میری نگرانی کر رہے ہو!''

فریدی نے ان کی طرف آنے کی بجائے ایک دور افتادہ خالی میز کا رخ کیا تھا......!

''دراصل ہمیں تمہاری خیریت خداوند کریم سے نیک مطلوب ہے!''

''پھر بھی میں اس صورت حال کو برداشت نہیں کر سکتی۔ جا رہی ہوں!''

وہ اٹھتی ہوئی بولی۔ اس کے لہجے میں شدید غصہ مترشح تھا......!

پھر قبل اس کے کہ حمید کچھ کہتا وہ دروازے کی طرف بڑھتی چلی گئی۔

پھر وہ دروازے سے نکلی ہی تھی کہ حمید نے شاہد جمیل کو بھی اٹھتے دیکھا اس کے بقیہ
ساتھی...... بدستور بیٹھے رہے۔ اس کے اس طرح اٹھ جانے پر حمید نے ان میں کوئی تبدیلی
بھی محسوس نہیں کی تھی۔ کسی کے چہرے پر بھی ایسے آثار نہ دکھائی دیئے کہ اس کا اچانک
جانا ان کے لیے غیر متوقع رہا ہو......!

خود حمید کی یہ پوزیشن تھی کہ اس نے ابھی تک لنچ کے بل کی ادائیگی بھی نہیں کی تھی۔

اس نے جھنجھلا کر فریدی کی طرف دیکھا...... دونوں کی نظریں ملیں...... اور حمید
جھنجھلاہٹ میں مزید اضافہ ہو گیا کیونکہ فریدی کے ہونٹوں پر ایسی ہی مسکراہٹ تھی جیسے
اسے چڑا رہا ہو۔

شہلا اور شاہد جمیل باہر جا چکے تھے...... فریدی اپنی جگہ سے اٹھ کر حمید کے پاس آیا۔
شاہد جمیل کے دونوں ساتھی ان دونوں سے قطعی طور پر لاتعلق نظر آرہے تھے......!

''میں نہیں سمجھ سکتا......!'' حمید نے کچھ کہنا ہی چاہا تھا کہ فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ''

تمہیں اس کا علم ہے کہ یہ اس وقت سے تمہارا تعاقب کرتا رہا تھا جب تم اسے فیروز ہاؤز سے
لے کر نکلے تھے۔''

''نہیں......!''

''پھر اس کا علم ہونے کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ جہانگیر پارک میں تمہاری پشت پر
بھی موجود تھا!''

''کہاں......!''

''تم کراٹا کی باڑھ ہی کے قریب تو بیٹھے تھے......!''

''ہاں...... آں......!''

''باڑھ کی دوسری طرف لیٹا وہ تمہاری گفتگو بخوبی سنتا رہا تھا۔''

حمید نے طویل سانس لی اور فریدی کہتا رہا...... ''تمہارے یہاں داخل ہونے کے بعد
وہ بھی داخل ہوا تھا......!''

''میں سمجھا تھا شاید وہ پہلے ہی سے موجود تھا......!''

''وہ غالباً شہر ہی سے اس کا تعاقب کرتا ہوا یہاں آیا تھا......!''

''لیکن کوئی اور گاڑی نہیں دکھائی دی تھی......!''

''ہوسکتا ہے...... وہ آگے رہا ہو......! بہرحال......! میں یہی چاہتا تھا کہ تم اب شہلا
سے الگ ہو جاؤ......!''

''کیا مطلب......!''

''کچھ دیر بعد معلوم ہو سکے گا...... مطلب......!'' فریدی اسکی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

''کیا یہ دونوں بھی اسکے ساتھ تھے!'' حمید نے کنکھیوں سے دوسری میز کی طرف اشارہ کیا۔

''نہیں......!''

''تو شاید اب یہ دونوں ہمارا تعاقب کریں......!''

فریدی کچھ نہ بولا۔ اس کے بعد حمید نے اسے اپنی اور شہلا کی گفتگو کے بارے میں
بتاتے ہوئے کہا۔ ''آخر یہ شخص شاہد جمیل شہلا کا پیچھا کیوں کر رہا ہے۔''

فریدی خاموش ہی رہا۔ اتنے میں ویٹر برتن اٹھانے لگا تو حمید نے اس سے جلد از جلد

بل لانے کو کہا اور فریدی سے بولا۔ "وہ اپنی گاڑی فیروز ہاؤز ہی میں چھوڑ آئی تھی.....!"

"فکر نہ کرو..... مسٹر شاہد جمیل اب اسے اپنی گاڑی میں لے گئے ہوں گے اور یہ اچھا ہوا.....!"

"کیا مطلب.....!"

"کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ وہ شاہد جمیل کے رحم وکرم پر چھوڑ دی گئی ہے!" بل کی ادائیگی کے بعد دونوں اٹھ گئے۔

لنکن جب کمپاؤنڈ سے باہر نکل رہی تھی۔ فریدی نے ڈیش بورڈ کے ٹرانسمشن والے سے ماؤتھ پیس نکال کر کسی کو کال کرنا شروع کیا۔ "ہیلو..... بلیک تھرٹین..... ہیلو بلیک تھرٹین"

"یس سر.....!" ڈیش بورڈ کے خانے سے آواز آئی۔

"کیا پوزیشن ہے!"

"لڑکی اسی کی گاڑی میں ہے اور وہ گیارہویں سڑک پر مغرب کی سمت جا رہے ہیں!"

"تعاقب جاری رکھو.....! اوور اینڈ آل.....!" فریدی نے کہا اور ماؤتھ پیس میں رکھ دیا۔

کچھ دور چلنے کے بعد، لنکن بھی گیارہویں سڑک پر موڑ دی گئی اور اب اس کی رفتار پہلے سے بھی تیز تھی.....! حمید کو دور تک کہیں کوئی دوسری گاڑی نہ دکھائی دی..... لیکن وہ بیٹھا اپنے طور پر حالات کا تجزیہ کرنے کی کوشش کرتا رہا۔

پھر شاید پندرہ منٹ بعد ایک گاڑی سڑک کے کنارے کھڑی دکھائی دی اور یہ خالی تھی..... فریدی نے اس کے قریب پہنچ کر پورے بریک لگائے۔

"کک..... کیا..... یہ گاڑی شاہد جمیل کی ہے....." حمید نے پوچھا۔

"نہیں..... بلیک تھرٹین کی!" فریدی نے پرتشویش لہجے میں کہا اور لنکن کا انجن بند کئے بغیر نیچے اتر کر دوسری گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔

نئے اشارے

گاڑی صحیح وسالم تھی! اس قسم کی کوئی علامت نہ ملی جس کی بناء پر کہا جا سکتا کہ اسے زبردستی روکا گیا ہوگا۔

فریدی اسٹیئرنگ کی طرف والے دروازے پر جھکا ہوا کچھ دیکھ رہا تھا۔ دفعتاً اس نے سر اٹھا کر حمید سے کہا۔ "اپنی گاڑی کا انجن بند کر کے آ جاؤ۔"

حمید حسب ہدایت جب قریب پہنچا تو اس چیز پر نظر پڑی جس پر فریدی کی توجہ پہلے سے مرکوز تھی۔ یہ ایک لمبا سا تنکا تھا جو ہینڈل کے قفل کے سوراخ سے باہر نکلا ہوا تھا۔

"آپ کی تعریف.....!" حمید نے مخصوص مضحکانہ لہجے میں سوال کیا؟

"ایک حقیر سا تنکا۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "جو بالآخر ہماری رہنمائی کرے گا..... بس اسی تنکے کے رخ پر سیدھے چلے آؤ!"

وہ سڑک کے کنارے والی گھنی جھاڑیوں کی طرف بڑھا تھا.....!

لمبی گھاس کی شکل کی قد آدم جھاڑیاں تھیں جن کا سلسلہ دور تک پھیلا ہوا تھا.....!

"آج تم مخصوص حالات میں بلیک فورس کی مخصوص کارکردگی کا بھی مشاہدہ کر سکو گے!" فریدی نے کہا اور جھاڑیوں میں گھس پڑا لیکن آگے بڑھتے رہنے کی بجائے رک گیا تھا۔

"یہ دیکھو.....!" وہ حمید کی طرف مڑ کر بولا۔ "اس تنکے کی سیدھ میں یہ نشان موجود ہے!"

ایک جگہ کئی شاخیں اکٹھی کر کے گرہ لگا دی گئی تھی۔

"اس کا مطلب ہے سیدھے چلے جاؤ۔" فریدی آگے بڑھتا ہوا آہستہ سے بولا۔

ایسے ہی نشانات کئی جگہ ملے پھر دفعتاً فریدی رک گیا اور بولا۔ "یہ دیکھو دوسری علامت یہاں سے ہمیں بائیں جانب مڑنا ہے۔"

یہاں ایک شاخ دائرے کی شکل میں موڑ کر اس طرح پھنسا دی گئی تھی کہ دائرہ قائم ہو گیا تھا۔

وہ بائیں جانب مڑ گیا اور اب رفتار پہلے سے زیادہ تیز تھی..... خود حمید کو جھاڑیاں ہٹا ہٹا

کر چلنے میں خاصی دشواری پیش آ رہی تھی۔ اچانک ایک جگہ اس نے فریدی کو دوڑ
دیکھا...... یہاں جھاڑیوں کا سلسلہ ڈھلان میں اترتا چلا گیا تھا......!

حمید انتہائی کوششوں کے باوجود بھی فریدی سے بہت پیچھے رہ گیا لیکن جب اس جگہ پہنچ
جہاں سے فریدی نے دوڑ لگائی تھی تو اس کے قدم غیر ارادی طور پر رک گئے۔

نیچے ڈھلان کے اختتام پر جھاڑیوں میں کسی گاڑی کی چھت نظر آ رہی تھی اور فرید
وہاں پہنچ چکا تھا۔ حمید آہستہ آہستہ نیچے اترنے لگا......!

''اوہو......!'' گاڑی کے قریب پہنچ کر وہ بے ساختہ اچھل پڑا...... اگلی سیٹ پر شاہد جمیل
اور شہلا بے ہوش پڑے تھے۔ گاڑی کی دوسری جانب ایک آدمی نظر آیا جس کا چہرہ ٹھوڑی سے
آنکھوں تک رومال سے ڈھکا ہوا تھا۔

وہ فریدی سے کہہ رہا تھا۔ ''جہاں آپ نے میری گاڑی کھڑی دیکھی تھی...... وہاں سے
قریباً دو سو گز پیچھے اس نے اپنی گاڑی جھاڑیوں کی طرف موڑ دی تھی...... اور میں آگے نکل آ
گیا تھا۔ وہاں سے پلٹا تو یہی گاڑی اسی حال میں ملی...... دونوں بے ہوش تھے......!''

''ٹھیک ہے...... اب تم جا سکتے ہو!'' فریدی نے اس سے کہا...... ''وہیں سڑک پر انتظا
کرو۔!''

وہ چلا گیا اور حمید نے طویل سانس لے کر کہا! ''کیا پردہ صرف مجھ سے ہے۔ ظاہر
آپ کے لیے تو رومال لپیٹا نہ گیا ہوگا!''

''فضول باتوں میں نہ پڑو......!'' فریدی نے کہا اور گاڑی کا دروازہ کھول کر ان دونو
پر جھک پڑا۔

شاہد جمیل کے بازو پر کاغذ کا ایک ٹکڑا پن کیا ہوا تھا...... اس نے اسے نکال کر پڑھا
حمید کی طرف بڑھا دیا۔ پرچے پر تحریر تھا......!

''ان دونوں اور دوسرے متعلقہ لوگوں کو مطلع کیا جاتا ہے کہ فی الحال
میرے پیچھے نہ پڑیں۔ اس آوارہ روح کو قابو میں کیے بغیر کسی کے ہاتھ نہ
آؤں گا...... یہ میرا ذاتی مسئلہ ہے...... اگر مجھے گرفتار کرنے کی کوشش کی گئی
تو یہ روح بڑی تباہ کاری پھیلائے گی کیونکہ میرے علاوہ اور کوئی اسے قابو

میں نہیں کر سکے گا۔ فقط۔ پروفیسر زیدان''

حمید پھر فریدی کی طرف متوجہ ہو گیا...... وہ ان دونوں کو ہوش میں لانے کی تدبیریں کر
...اس میں تین یا چار منٹ صرف ہوئے تھے، شاہد جمیل کو پہلے ہوش آیا۔

''م...... میں کہاں ہوں......!'' وہ چاروں طرف دیکھتا ہوا ہکلایا۔

''کہاں ہونا چاہیے......!'' فریدی نے اسے گھورتے ہوئے سوال کیا۔

''ہم ایگل بیچ جا رہے تھے......!''

''لیکن یہ ایگل بیچ تو نہیں ہے!''

''آپ کون ہیں...... اوہو......'' وہ حمید کو دیکھ کر چونک پڑا۔ پھر بھرائی ہوئی آواز میں
''غالباً مس شہلا آپ ہی کے ساتھ تھیں......!''

''درست فرمایا!'' حمید نے تلخ لہجے میں کہا۔ ''انہوں نے میرا تعارف انشورنس ایجنٹ
حیثیت سے کرایا ہوگا!''

''جی نہیں...... ایک پولیس آفیسر کی حیثیت سے......!''

''سوال یہ ہے کہ آپ ادھر کہاں۔'' فریدی نے دخل اندازی کی۔

''مجھے صرف اتنا یاد ہے کہ ایک جگہ گاڑی خود بخود جھاڑیوں کی طرف مڑ گئی تھی۔
رنگ اور بریک دونوں فیل ہو گئے تھے۔ مس شہلا چیخنے لگی تھیں...... اور میری آنکھیں بند
جا رہی تھیں...... پھر مجھے کچھ بھی یاد نہیں کہ کیا ہوا......!''

''کیا شہلا نے ایگل بیچ جانے کی خواہش ظاہر کی تھی۔''

''یقیناً...... میرے خدا کیا آپ لوگ مجھ پر کوئی الزام لگائیں گے...... براہِ کرم انہیں
میں لا کر تصدیق کر لیجیے......!''

ذرا دیر بعد شہلا کو بھی ہوش آ گیا اور اس نے اس حد تک اس کے بیان کی تصدیق کر
ایگل بیچ چلنے کی خواہش اسی نے ظاہر کی تھی۔

''لیکن تم......!'' وہ شاہد جمیل پر دانت پیستی ہوئی بولی! ''یہ کیا حرکت تھی۔''

''بریک اور اسٹیئرنگ فیل ہو گئے تھے۔ مس بدخشانی۔'' وہ کانپتی ہوئی آواز میں بولا......!

''اچھا...... آپ دونوں نیچے اتر آئیے میں دیکھتا ہوں۔'' فریدی نے کہا اور وہ گاڑی

سے اتر گئے۔

فریدی نے شاہد کی گاڑی اسٹارٹ کی اور اسے حرکت میں لا کر اسٹیرنگ اور
جائزہ لیا۔ پھر انجن بند کر کے نیچے اتر آیا۔

شاہد بے بسی سے اس کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔

حمید کو اندازہ تھا کہ نہ تو گاڑی کے بریک فیل ہوئے ہیں اور نہ اسٹیرنگ ہی ڈھیلا ہ

دفعتاً فریدی نے حمید سے کہا۔ ''تم مس بدخشانی کو فیروز ہاؤز پہنچا دو..... م
صاحب کے ساتھ ہوں!''

حمید شہلا کو سڑک پر لایا..... اب بلیک تھرٹین کی گاڑی لنکن سے بہت دور کھڑی نظ

''میں بہت شرمندہ ہوں!'' شہلا گاڑی میں بیٹھتی ہوئی بولی۔ ''اس میں شک
میں ایگل بیچ جانا چاہتی تھی لیکن کچھ دور چلنے کے بعد ہی مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ مجھ
نظر سے دیکھتا ہے!''

حمید کچھ نہ بولا، گاڑی اسٹارٹ کر کے اسے تارجام کی طرف موڑنے لگا۔

''کیا تم مجھے جھوٹی سمجھتے ہو.....!'' شہلا جھلا کر چیخی۔

''کان کے پردے پھٹ جائیں گے..... جھوٹا سمجھتا ہوتا تو تعاقب کیوں کرتا
نیچر سے واقف ہوں۔ اچھی طرح جانتا تھا کہ اس وقت جھلاہٹ میں شاہد کی ہر پیشکش
کر لو گی..... ویسے یہ بتاؤ کہ اس جگہ تک پہنچنے سے قبل تم دونوں کے درمیان کس قسم
ہوتی رہی تھی.....!''

''اس کی باتوں سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ مجھے بھی غزالی کی موت کا ذمہ دار سمجھتا

''کیا اس نے یہ بات کھل کر کہی تھی۔''

''نہیں.....!''

''پھر تم نے کیسے اندازہ لگایا۔''

''دراصل یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کیا پروفیسر زیدان سے بھی میرے مراسم رہے

''کیا اس وقت اس نے بریک یا اسٹیرنگ فیل ہونے کی شکایت کی تھی۔ جب
جھاڑیوں کی طرف مڑی تھی!''

''مجھے یاد نہیں..... البتہ مجھ پر غشی سی طاری ہونے لگی تھی!''

حمید کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر بعد شہلا نے کہا۔ ''تم لوگ بروقت نہ پہنچتے تو پتہ نہیں کیا ہوتا!''

''کچھ بھی نہ ہوتا..... کیونکہ ہمیں تو تم دونوں ہی بے ہوش ملے تھے!''

اس پر شہلا نے حیرت کا اظہار کیا جو حمید کی دانست میں محض اداکاری نہیں ہو سکتی تھی۔

پھر شہلا ہی کی خواہش پر وہ اسے فیروز ہاؤز پہنچانے کی بجائے سیدھا شہر لیتا چلا آیا تھا۔
اسے بدخشاں پہنچا کر اس نے گھر کی راہ لی۔ گھر پر شام کے اخبارات اس کے منتظر تھے
جن میں تینوں لاشوں کے پوسٹ مارٹم کی رپورٹ شائع ہو چکی تھی۔

اس کے مطابق تینوں اموات الیکٹرک شاک لگنے کی بنا پر واقع ہوئی تھیں۔

''نئی الجھن.....'' حمید طویل سانس لے کر بڑبڑایا۔ ''اب مزید تلخ ہو جائے گی زندگی...
الیکٹرک شاک..... بھوت ہونہہ.....!''

پھر شام کی چائے کے ساتھ اس نے اتنا کھا لیا تھا کہ اطمینان سے لمبی تان کر سو سکے۔
ان خیالات ذہن سے جھٹک کر بیڈ روم میں پہنچا اور لباس تبدیل کر کے گہری نیند سو گیا۔
ایسے مواقع پر وہ عموماً فون کا ریسیور کریڈل سے ہٹا کر میز پر ڈال دیا کرتا تھا لیکن آج
وہ ایسا نہ ہو سکا۔ لہٰذا قریباً ساڑھے آٹھ بجے فون کی گھنٹی بجنی شروع ہوئی اور اس وقت تک
بجتی رہی جب تک حمید جھلا کر اٹھ کھڑا نہیں ہوا.....!

''ہیلو.....'' وہ ماؤتھ پیس میں دہاڑا۔

''کون ہے.....!'' دوسری طرف سے آواز آئی۔

''وہی بدنصیب جس پر تم عذاب کی طرح نازل کیے گئے ہو!'' حمید پہلے ہی جیسے انداز
میں دہاڑا۔ ''اب بتاؤ کہ تم کون ہو!''

''قق..... قاسم.....!'' دوسری طرف سے آواز آئی۔ غالباً وہ حمید کی آواز نہیں پہچان سکا تھا!

''کیوں ہو..... وجہ بتاؤ.....؟''

''اچھا..... اچھا..... ہی ہی ہی..... سمجھ غیا..... موڈ خراب معلوم ہوتا ہے میں صرف یہ
پوچھنا چاہتا ہوں کہ تیسری لاش کس کی تھی..... میرے سامنے تو دو ہی تھیں.....!''

''تیسری لاش میری تھی..... اور میں اس وقت قبرستان سے بول رہا ہوں.....!'' حمید

نے کہا اور ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔

ٹھیک اسی وقت کسی نے دروازے پر دستک دی.....! وہ جھلا کر دروازے کی طر

باہر ایک ملازم کھڑا نظر آیا... غالباً حمید کے تیور دیکھ کر اس کی روح فنا ہو گئی

سے بول پڑا۔ "ایک صاحبہ ڈرائنگ روم میں آپ کا انتظار کر رہی ہیں!"

"دفع ہو جاؤ.....!" حمید ہاتھ اٹھا کر بولا... اور اسے بھاگتے ہی بن پڑی۔

یہ کون صاحبہ ہو سکتی ہیں۔ اس نے لباس تبدیل کرتے وقت سوچا۔ کیا شہلا

علاوہ اور کون ہوگا..... صد فیصد کریک لڑکی ہے! جی بہلنے کے دوسرے ذرائع تلاش کر

ناکام ہو کر پھر اسی کی طرف رخ کیا ہوگا.....!

لباس تبدیل کر کے وہ ڈرائنگ روم کی طرف چلا ہی تھا کہ اچانک پوری عما

اندھیرا ہو گیا۔

"یہ کیا ہوا.....؟" وہ غضبناک آواز میں دھاڑا..... لیکن یہ غضبنا کی دوسر

میں غائب ہو گئی، کیونکہ کتوں نے آسمان سر پر اٹھا لیا تھا..... اس کا اندازہ تھا کہ

کے سارے ہی کتوں نے بیک وقت بھونکنا شروع کر دیا ہے۔

وہ پھر تیزی سے اپنی خوابگاہ کی طرف پلٹا اور دروازہ کھولا اور.... ٹٹولتا ہوا سا

طرف بڑھنے لگا۔

دراز سے پستول اور ٹارچ نکال کر دوڑتا ہوا راہداری طے کرنے لگا اب وہ

چیخیں بھی سن رہا تھا.....!

وہ انہیں آوازیں دیتا ہوا آگے بڑھتا رہا..... اور پھر اچانک رک جانا پڑا.....!

پروفیسر زیدان والا بھوت بیرونی برآمدے میں چہل قدمی کر رہا تھا۔

گھور اندھیرے میں اس کے جسم سے پھوٹنے والی روشنی قریباً چھ فٹ کے

ایک چمکدار ہالہ سا بنائے ہوئی تھی۔

حمید جہاں تھا وہیں رک گیا اور پھر دفعتاً اس نے رکھوالی کے دو کتوں کو اس

پر جھپٹتے دیکھا۔ نہ صرف جھپٹتے دیکھا، بلکہ جھلستے بھی دیکھا..... جیسے ہی وہ اس

پھوٹنے والی روشنی کے حلقۂ انعکاس میں پہنچے تھے۔ جھلس کر فرش پر آ رہے تھے۔ ان

چیخیں بڑی کربناک تھیں.....!

حمید نے کسی قدر پیچھے ہٹ کر فائر کر دیا..... پھر تو ایسا معلوم ہوا جیسے آسمان سے بجلی گری ہو..... ویسی ہی گرج اور چمک سے سابقہ پڑا تھا.....!

اس کے بعد اسے ہوش نہیں کہ پھر کیا ہوا تھا..... زمین شق ہو گئی تھی یا آسمان ٹوٹ پڑا تھا!

ہوش آنے پر خود کو بڈ روم میں پایا اور فریدی اس پر جھکا ہوا تھا۔

حمید نے بوکھلائے ہوئے انداز میں اٹھنے کی کوشش کی.....!

"لیٹے رہو.....!" فریدی نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "تم زخمی نہیں ہو..... مطمئن رہو..... صرف بے ہوش ہو گئے تھے!"

"کیوں بے ہوش ہو گیا تھا.....!"

"اپنی حماقت سے!" فریدی مسکرا کر بولا... "کہیں بھوتوں پر گولیاں چلائی جاتی ہیں...!"

"تت..... تو..... آپ نے بھی دیکھا تھا.....!"

"نہیں..... میں ذرا دیر سے پہنچا تھا! میرے دو بہترین السیشین ضائع ہو گئے..... اور برآمدے کا ایک ستون چور چور ہو گیا ہے.....!"

"کیا مطلب....!" حمید اس بار اٹھ ہی بیٹھا۔

"ساری علامات ایسی ہی ہیں جیسے بجلی گری ہو....!"

"مم..... میں کتنی دیر بے ہوش رہا ہوں....!"

"شاید ڈیڑھ گھنٹے.....!"

"ملازموں میں سے کسی کا ہارٹ فیل تو نہیں ہوا......!"

"نہیں....!"

حمید کچھ دیر خاموش رہ کر بولا۔ "اب یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ پوسٹ مارٹم کی رپورٹ الیکٹرک شاک کی کہانی کیوں سنا رہی ہے!"

"یعنی تمہارا خیال ہے کہ اس بھوت سے قربت کا نتیجہ الیکٹرک شاک لگنے کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے!"

"پھر اور کیا کہا جا سکتا ہے.....!"

"اگر یہ بات ہے تو غزالی اسی وقت کیوں نہیں مر گیا تھا جب بھوت نے اسے اٹھا کر پھینکا تھا!"

"اوں.....ہوں.....یہ بات تو ہے.....!"

فریدی اسے مزید آرام کرنے کا مشورہ دیتا ہوا خواب گاہ سے باہر نکل گیا.....اس کے بعد بوڑھا نصیر اس کی خدمت گزاری کے لیے حاضر تھا۔

دفعتاً حمید کو یاد آیا کہ اس روشن ہیولی کے نمودار ہونے سے پہلے اسے کسی خاتون کی آمد کی اطلاع ملی تھی۔ اس نے نصیر سے اس کے بارے میں پوچھا۔

"صاحب.....شکور آیا تھا آپ کے پاس!" نصیر نے جواب دیا۔ "آپ نے اسے ڈانٹ کر بھگا دیا تھا..... اس نامراد نے جا کر ان بی بی سے کہہ دیا کہ صاحب نہیں ملنا چاہتے..... مجھے مارنے دوڑے تھے.....وہ بیچاری مجھے اپنا کارڈ دے کر واپس چلی گئی تھیں..... ان کی گاڑی پھاٹک سے باہر نکلی ہی تھی کہ بجلی غائب ہو گئی!"

"کارڈ کہاں ہے!"

"میں نے صاحب کو دے دیا تھا.....!"

حمید نے خاتون کا حلیہ پوچھا.....اور نصیر کے جواب سے یہی نتیجہ اخذ کیا کہ وہ شہلا بدخشانی کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتی۔

"صاحب.....! یہ سب کیا تھا" نصیر نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

"وہی بھوت جس کے بارے میں آج کے اخبارات بھرے پڑے تھے!"

"اس کا یہاں کیا کام.....!"

"ٹھیک کہتا ہے.....بھوتوں کے مسکن میں کسی باہری بھوت کا کیا کام!" حمید نے کہا اور بستر سے اٹھ گیا۔

"آپ لیٹے رہیے صاحب!" نصیر بولا۔

"شٹ اپ.....!"

وہ خود میں کسی قسم کی بھی کمزوری محسوس نہیں کر رہا تھا.....!

برآمدے میں پہنچ کر اس نے ستون کا ملبہ دیکھا جو فریدی کے بیان کے مطابق ڈاکٹر

...بھوت کی چیرہ دستیوں کا شکار ہوا تھا۔

نصیر اس کے پیچھے پیچھے آیا تھا۔ حمید نے مڑ کر اس سے پوچھا۔ "گرج اور چمک کے ...ہوا تھا!"

"یہی ہوا ہو گا صاحب!" نصیر نے ملبے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "یہاں ہوش کس ...تھا!"

"صاحب کتنی دیر بعد آئے تھے.....!"

"لائٹ آ جانے کے بعد.....لائٹ بھی خود بخود غائب ہوئی تھی۔ صاحب جب آئے تو کچھ بھی نہیں تھا!"

"یہ ملبہ ہٹواؤ یہاں سے.....!"

"صاحب کہہ گئے ہیں کہ اسے ہاتھ بھی نہ لگایا جائے.....!"

حمید پھر کچھ نہ بولا.....وہ سوچ رہا تھا کہ اگر بھوت کے نمودار ہونے سے قبل شہلا ہی آئی تھی تو اس کا کیا مطلب ہو سکتا ہے.....وہ شاہد جمیل کے ساتھ کار میں بے ہوش پائی گئی اور ان دونوں کی بے ہوشی کا سبب ڈاکٹر زیدان کی تحریر سے ظاہر ہوا تھا۔ پھر شہلا سے معلوم ہوا کہ شاہد اس سے ڈاکٹر زیدان ہی کے بارے میں پوچھ گچھ کرتا رہا تھا! تو گویا.....

دفعتاً خیالات کا سلسلہ ایک ملازم کی آمد سے ٹوٹ گیا.....اس نے فون پر کسی کال کی اطلاع دی تھی! حمید ڈرائنگ روم میں آیا۔ کلاک پر نظر پڑی۔ رات کے گیارہ بجے تھے۔ اس نے ریسیور اٹھایا۔

دوسری طرف سے آواز آئی! "کون صاحب بول رہے ہیں!"

"کیپٹن حمید.....!"

"اوہ.....گڈ.....کیپٹن! میں میجر اکرام ہوں.....اپنی قیام گاہ سے بول رہا ہوں..... ابھی.....مم.....میں نے اپنے فرنٹ گارڈن میں وہی روشن ہیولی دیکھا ہے.....!"

"اس کے ساتھ کوئی لڑکی تو نہیں ہے!" حمید نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

"نہیں.....تو.....!"

"بس تو پھر اسے جھک مارنے دیجیے!"

"کک.....کیا مطلب......!"

"وہ تین بیویوں کا شوہر ہوگا.....اسی لیے چمکنے لگا ہے!"

"آپ پھر میرا مذاق اڑا رہے ہیں!"

"اچھا تو پھر بتایئے کیا کروں......!"

"جہنم میں جایئے!" دوسری طرف سے آواز آئی اور سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔

حمید کو اس پر ہنسی آ گئی تھی۔ اس نے ریسیور رکھا ہی تھا کہ پھر گھنٹی بجی.....اس با
کی کال تھی وہ کہہ رہا تھا۔ "جتنی جلد ممکن ہو.....گھر سے باہر آ جاؤ۔"

"کیوں؟ کیا بات ہے!"

"بس یونہی.....اپنی گاڑی نکالو.....اور آرلکچنو پہنچ جاؤ!"

"ابھی ابھی میجر اکرام کی کال آئی تھی۔ اس نے اپنے پائیں باغ میں وہی بھ
ہے!"

"کیا اس نے ہمیں بلایا ہے......!"

"نہیں! مجھے جہنم میں بھیجا ہے کیونکہ میں نے بیویوں کا ذکر چھیڑ دیا تھا۔"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو جانے کی آواز سن کر حمید نے ریسیور رکھ دیا
فریدی کی ہدایت کے مطابق گھر چھوڑ دینے کی تیاری کرنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد اس کی گاڑی آرلکچنو کی طرف جا رہی تھی۔

لیکن خود فریدی آرلکچنو میں تو نہیں تھا۔ اس نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش د
رات کا کھانا بھی تو نہیں کھایا.....یہی سہی.....!

وہ ایک میز منتخب کر کے بیٹھا ہی تھا کہ ایک آدمی اس سے لگ کر کھڑا ہو گیا اور
اپنے بائیں شانے پر کسی سخت چیز کی چبھن محسوس کی..... کنکھیوں سے دیکھا.....اجنبی
کی داہنی جیب سے پستول کی نال کا دباؤ اس کے شانے پر پڑ رہا تھا۔

"اٹھو.....اور میرے ساتھ چلو!" اجنبی آہستہ سے بولا۔

لیکن دوسرے ہی لمحے میں حمید کی کرسی الٹ گئی اور ساتھ ہی اس کی لات اجنبی
پر پڑی تھی.....وہ اچھل کر سامنے والی میز پر جا پڑا.....اور پھر حمید اس پر سوار تھا.....اس

میا اجنبی کی جیب سے پستول نکل کر دور جا گرا۔

تیسری دھمکی

حمید آرلکچنو میں جانا پہچانا آدمی تھا۔ اس لیے اس کے ہاتھوں پٹنے والے کا وہاں سے بچ نکلنا مشکل ہی تھا.....سارے ملازمین دوڑ پڑے اور اجنبی کو گھیرے میں لے لیا۔

ٹھیک اسی وقت فریدی بھی وہاں پہنچ گیا۔ کسی نے حملہ آور کے پستول کی طرف بھی توجہ دلائی جو ایک میز کے نیچے پڑا ہوا تھا۔

اجنبی پکڑا گیا لیکن حمید نے فریدی کی آنکھوں میں کچھ ایسا تاثر دیکھا جیسے یہ کارروائی اسے پسند نہ آئی ہو.....!

کچھ دیر بعد وہ وہاں سے روانہ ہوئے۔ قیدی فریدی کی گاڑی میں تھا۔ حمید کی گاڑی آرلکچنو ہی میں چھوڑ دی گئی تھی! فریدی قیدی کے برابر بیٹھا تھا.....اور حمید ڈرائیو کر رہا تھا۔

"تم حمید کو کہاں لے جانا چاہتے تھے؟" دفعتاً فریدی نے قیدی سے سوال کیا۔

"مم.....میں کچھ نہیں جانتا.....!"

"اس کی دودھ کی شیشی شاید آرلکچنو ہی میں رہ گئی ہے۔" حمید بول پڑا۔ "کچھ بھی نہ پوچھیے۔ اس سے تو میں نپٹوں گا!"

"کیا کرو گے......!"

"دونوں کلائیوں کی ہڈیاں توڑ کر روزنامچے میں لکھوں گا کہ آرلکچنو کے ملازمین اس سے لپٹ پڑے تھے۔ لہٰذا ٹوٹ پھوٹ کا خیال نہیں رکھا جا سکا!"

"مم.....میں.....بتاتا ہوں.....پپ پروفیسر زیدان نے مجھے بھیجا تھا!" قیدی نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔

"وہ کہاں ہے......!"

''زینت منزل.....سرکلر روڈ.....!''

''تمہارا اس سے کیا تعلق ہے.....!''

''اس کا ملازم ہوں! لیکن ملازمت کی مدت ایک ہفتے سے زیادہ نہیں۔''

''اس سے پہلے کیا کرتے تھے!''

''کچھ بھی نہیں۔''

''ہسٹری شیٹر ہوگا...!'' حمید نے کہا۔

''کیوں.....؟''

قیدی کچھ نہ بولا لیکن کچھ دیر بعد اسے اعتراف کرنا ہی پڑا.....کہ وہ ہسٹری شیٹر ہے اور اس کا ریکارڈ پرنسٹن کے پولیس اسٹیشن پر موجود ہے۔

پھر پرنسٹن کے پولیس اسٹیشن سے اس کی تصدیق ہو جانے کے بعد اسے وہیں کی حوالات میں دے دیا گیا۔

آدھے گھنٹے کے اندر ہی اندر زینت منزل پر پولیس کا چھاپا پڑا۔ لیکن عمارت میں کوئی بھی موجود نہیں تھا.....البتہ وہاں بھی فریدی کے لیے پروفیسر زیدان کی ایک تحریر ملی جس کے ذریعے اسے متنبہ کیا گیا تھا وہ اس کی تلاش سے باز آجائے ورنہ نتیجے کا خود ذمہ دار ہوگا....!

حمید نے فریدی کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ دیکھی تھی اور اس نے وہ تحریر بڑی لاپروائی سے ایک طرف ڈال دی تھی۔

واپسی پر رات کے ڈھائی بج چکے تھے۔ فریدی نے حمید کے استفسار پر بتایا کہ اس نے اسے یونہی خواہ مخواہ آرلکچنو نہیں بھیجا تھا۔ حمید خاموشی سے سنتا رہا۔

''دو آدمی تھے! جب میں گھر سے نکلا تو ایک نے میرا تعاقب شروع کر دیا تھا اور دوسرا وہیں رہ گیا تھا پھر وہ تمہارا تعاقب کرتا ہوا آرلکچنو پہنچا.....اس طرح ہم زینت منزل تک پہنچے۔''

فریدی خاموش ہو گیا اور حمید ہنس کر بولا۔ ''لیکن وہاں صرف دھمکی ملی۔''

''سنو.....'' فریدی آہستہ سے بولا۔ ''یہ معاملہ ابھی تک میرے ذہن میں صاف نہیں ہو سکا۔''

''اب اور کتنی صفائی چاہیے.....کیا آپ چاہتے ہیں پوری کوٹھی پر بجلی گر پڑے.....!''

''بھوت کا وجود اپنی جگہ پر.....لیکن یہ پروفیسر.....کیا وہ پاگل ہو گیا ہے۔''

''میں نہیں سمجھا.....!''

''ظاہر ہے کہ ابھی تک وہ ہماری گرفت میں نہیں آیا.....خاموش ہو بیٹھے۔ ان دھمکیوں کا مقصد کیا ہو سکتا ہے!''

''میرا خیال ہے.....!'' حمید کچھ کہتے کہتے خاموش ہو گیا۔

''ہوں کیا خیال ہے.....!''

''کک.....کچھ بھی نہیں.....مم.....میرا دم گھٹ رہا ہے.....!''

''کیوں....کیا بات ہے....!'' فریدی نے دفعتاً گاڑی کی رفتار کم کرتے ہوئے پوچھا۔

''کچھ نہیں.....الجھن.....وحشت.....زبان ہلانے کو بھی جی نہیں چاہتا!''

''اوہ.....میں سمجھا شاید.....تم بھی شاہد جمیل اور شہلا ہی کی طرح بے ہوش ہونے والے ہو....!'' فریدی نے کہا اور حمید نے محسوس کیا جیسے وہ یک بیک چونک پڑا ہو.....!

''صرف ایک بات.....!'' فریدی دوبارہ بولا۔ ''تم کہتے ہو کہ وقوعے والی رات کو تم نے سارے تماشائیوں کو ہال سے باہر نکال دیا گیا تھا.....پھر شاہد جمیل وہاں کیسے رہ گیا تھا!''

''چونکہ وہ اسٹیج پر موجود تھا.....اس لیے میں اسے منتظمین میں سے بھی سمجھ سکتا تھا۔ لہٰذا اس کا جواب میجر اکرام ہی دے سکے گا کہ وہ اسٹیج پر کیوں موجود تھا!''

''ہوں.....اوں.....!'' فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا! ''اگر تمہیں نیند آ رہی ہو تو تمہارے سونے کا انتظام کہیں اور کر دیا جائے.....فی الحال ہم گھر واپس نہیں جائیں گے!''

''بہت خوب.....! بھاگتے بھوت کی لنگوٹی والی ضرب المثل سنی تھی.....لیکن سراغرسانوں کی دربدری میرے لیے بالکل نئی چیز ہے۔'' حمید ہنس پڑا۔

فریدی نے اس جملے کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ ''اچھی بات ہے چلے جاؤ، پچھلی سیٹ پر.....تم گاڑی ہی میں سوؤ گے.....!''

''اور آپ.....؟''

''میری فکر نہ کرو.....ایک آنکھ سے سوؤں گا اور دوسری سے جاگتا رہوں گا!''

پچھلی سیٹ پر پہنچ کر دو منٹ کے اندر اندر وہ گہری نیند سو گیا تھا.....! پھر خود بخود ہی آنکھ کھل گئی تھی۔ پرندوں کی ندا سی آوازیں کانوں میں آئیں۔ سرد ہوا کے جھونکوں کے ساتھ نہ

جانے کدھر سے بڑی لطیف خوشبو چلی آ رہی تھی.... وہ آنکھیں ملتا ہوا اٹھ بیٹھا۔

"خداوندا.....!" بے اختیار زبان سے نکلا تھا۔

لنکن کسی جنگل میں کھڑی تھی..... آغازِ سحر کا دھندلکا چاروں طرف بکھرا ہوا تھا.....!

"کیا مصیبت ہے...." وہ بڑبڑاتا ہوا گاڑی سے اتر آیا۔ فریدی کا کہیں پتہ نہ تھا۔ وہ پھر خاموشی سے گاڑی میں آ بیٹھا۔ ویسے اسکا اندازہ تھا کہ گاڑی لڑکال جنگل میں کھڑی ہوئی ہے۔

آہستہ آہستہ اجالا پھیلتا رہا۔ پرندوں کے شور سے فضا گونجی ہوئی تھی۔ وہ دم بخود بیٹھا جماہیاں لیتا رہا۔

آخر یہاں کہاں..... وہ سوچ رہا تھا۔ کیا پروفیسر زیدان نے اس جنگل میں پناہ لی ہے....؟ کیا فریدی پچھلی رات کسی کا تعاقب کرتا ہوا یہاں تک پہنچا تھا.....؟ لیکن اسے اس طرح سوتا کیوں چھوڑ گیا....؟ اس جنگل میں اگر وہ قتل بھی کر دیا جاتا تو کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوتی؟ کیا فریدی اتنا ہی عاقبت نا اندیش ہو سکتا ہے؟

وہ سوچتا اور نیم غنودہ ذہن کے ساتھ گردوپیش کا جائزہ لیتا رہا..... کچھ دیر بعد قدموں کی چاپ سنائی دی اور وہ چونک کر آواز کی جانب متوجہ ہو گیا۔

آنے والا فریدی ہی تھا، لیکن بہت جلدی میں معلوم ہوتا تھا۔ اس نے اسے اسٹیرنگ کے سامنے سے ہٹاتے ہوئے کہا۔ "تم بڑی جلدی اٹھ بیٹھے!"

پھر حمید کچھ کہہ بھی نہیں سکا تھا کہ اس نے گاڑی اسٹارٹ کی اور اسے بیک کر کے ایک صاف راستے پر ڈال دیا.....!

سڑک تک پہنچنے میں دو تین منٹ سے زیادہ نہیں لگے تھے..... اور اب گاڑی کا رخ مشرق کی جانب تھا۔

سورج طلوع ہو رہا تھا..... نارنجی شعاعیں آہستہ آہستہ درختوں پر رینگ رہی تھیں۔

"کیا ہم لڑکال جنگل میں تھے۔" حمید نے پوچھا۔

"ہاں.....!" مختصر سا جواب ملا۔

"لہٰذا ناشتے میں برگد کے پتوں کا سلاد ملاحظہ فرمائیے!"

"بکو مت ذرا دیر بھوک کی سہار نہیں ہو سکتی!"

"بدنصیبی ہے کہ بھوکوں مرنے کے لیے زندہ رہ گیا ورنہ کیا بڑی بات تھی۔ سوتے میں ہی مار دیتا!"

"پیچھے مڑ کر دیکھو....." فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔

حمید مڑا..... دو ڈھائی سو گز کے فاصلے پر ایک گاڑی نظر آئی اور فریدی نے کہا۔ "تم تنہا نہیں تھے!"

"لیکن لڑکال جنگل کیوں؟"

"شاہد جمیل کا تعاقب کرتا ہوا یہاں تک آیا تھا..... شاہد جمیل غائب ہو گیا اور اب اسی کار میں ایک عورت واپس جا رہی ہے.....!"

"کیا آپ یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ وہی عورت شاہد جمیل نہیں ہے!"

"کیا بکواس ہے!"

"آج کل جنس تبدیل ہوتے دیر نہیں لگتی جہاں کسی مرد پر تفکرات کا دورہ پڑا۔ اس کی کٹ سے بدل جاتی ہے!"

فریدی نے سختی سے ہونٹ بھینچ لیے اور پھر حمید اس سے کچھ بھی نہ سن سکا۔

ظاہر ہے کہ اس کے بعد اسے اپنے رویئے پر افسوس ہی ہوا ہوگا پوری بات سنے بغیر زبان کو بے لگام نہ کرنا چاہیے تھا۔

غالباً تین میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد آگے سڑک پر ایک گاڑی دکھائی دی۔ حمید نے پہچان لیا۔ یہ وہی گاڑی تھی جس میں پچھلے دن شہلا اور شاہد جمیل بیہوش پائے گئے تھے۔

لنکن کی رفتار کچھ اور تیز ہوئی اور حمید کو اس عورت کی پشت دکھائی دی جو اگلی کار کو ڈرائیو کر رہی تھی۔

فریدی گاڑی کی رفتار بڑھاتا ہوا آگے نکال لے گیا۔ اس طرح حمید کو اس عورت کی جھلک نصیب ہو گئی تھی اور اسی ایک جھلک سے اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ عورت نہ صرف غیر ملکی ہے بلکہ خاصی دلکش بھی ہے۔

"اس طرح نکل بھاگنے سے کیا فائدہ.....!" حمید نے پھر چھیڑ چھاڑ شروع کی۔

"اس لیے کہ تم اسکی شکل دیکھ سکو! پشت دیکھ دیکھ کر اختلاج قلب میں مبتلا ہو جائے!"

"تو پھر مجھے صحت مند رہنے دیجئے۔ ذرا آہستہ چلیئے نا!"

"شٹ اپ!"

ذرا ہی سی دیر میں وہ گاڑی اتنی پیچھے رہ گئی کہ اسے نظروں سے اوجھل ہو جانا پڑا۔

حمید ٹھنڈی سانس لے کر پشت گاہ سے ٹک گیا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں اور وہ
تھا کہ بہت دنوں کے بعد پھر کسی گردش کا شکار ہونے والا ہے۔ پروفیسر زیدان کا بھ
کوئی چلتا پھرتا ایٹمی ری ایکٹر نہ ثابت ہو۔

وہ پھر اونگھنے لگا۔ دو راتوں کی نیند اس پر ادھار رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد
اس قسم کے نعرے لگاتا۔

"کافی ود کریم..... انڈوں کے سینڈوچ..... آرینج جوس!"

گھر پہنچ کر حمید تو ناشتے پر ٹوٹ پڑا تھا اور فریدی ڈرائنگ روم میں فون کے قر
بیٹھا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ ڈائننگ روم میں آیا۔ حمید شکم سیر ہو جانے کے بعد کافی کی
لے رہا تھا۔

فریدی کے چہرے پر اس نے غضبناکی کے آثار دیکھے۔

"کیا بات ہے......!" اس نے متحیرانہ لہجے میں پوچھا۔

"سب ڈفر ہیں! میں نے پچھلی رات خاص طور پر سارے پولیس اسٹیشنوں کو مت
تھا کہ اگر وہ بھوت کہیں دکھائی دے تو اس پر فائر نہ کیے جائیں.....!"

"تو پھر......!"

"ہماری عدم موجودگی میں ایک پٹرول دھماکے سے پھٹ گیا اور دور دور تک آگ
گئی۔ پٹرول پمپ کے قریب بھوت نظر آیا تھا۔ ایک گشتی دستے نے اس پر فائرنگ شر
دی جس کا نتیجہ بہت بڑی آتشزدگی اور اموات کی صورت میں ظاہر ہوا۔"

"آخر یہ بھوت ہے کیا بلا......!"

فریدی کچھ نہ بولا۔ خاموشی سے ناشتہ کرتا رہا......!

اتنے میں ایک ملازم نے پھر کسی فون کال کی اطلاع دی۔ فریدی کافی کی پیالی
میں لیے ہوئے اٹھ گیا۔ اس بار حمید بھی اس کے ساتھ ڈائننگ روم میں آیا تھا۔

فون کال مختصر تھی۔ آخر میں فریدی نے کسی کو ہدایت دی تھی.... "نگرانی جاری رکھو!"

ریسیور رکھ دیا تھا۔

"کس کی نگرانی......؟" حمید نے سوال کیا۔

"اسی عورت کی..... کیا تم سمجھتے ہو کہ اسے مقدرات کے حوالے کر آیا ہوں۔"

"اوہ..... ہاں..... اچھا..... ہمارے پیچھے بھی تو ایک گاڑی تھی!" حمید بولا۔

فریدی خاموش رہا۔

وہ آفس پہنچے تو ڈی۔ آئی۔ جی کے روم میں طلبی ہوئی۔

اس نے ایک لفافہ فریدی کی طرف بڑھا دیا..... یہ پروفیسر زیدان کا خط تھا جس میں
ی۔ آئی۔ جی سے استدعا کی گئی تھی کہ بھوت پر فائر نہ کیے جائیں ورنہ پورا شہر تباہ ہو جائے
خود اس کے علاوہ اور کوئی بھی اسے دوبارہ عالم ارواح میں واپس نہ بھیج سکے گا۔ لہٰذا فی
الحال نہ اسے تلاش کیا جائے اور نہ بھوت کو چھیڑا جائے.....!

"اب تک کی رپورٹ......!" ڈی۔ آئی۔ جی نے فریدی کے پُرتفکر چہرے پر نظر
جماتے ہوئے مطالبہ کیا۔

مختصراً زبانی رپورٹ پیش کرتے ہوئے فریدی نے کہا۔ "شاہد جمیل میرے ذہن میں
کھٹک رہا تھا لہٰذا پچھلی رات میں نے فیصلہ کیا کہ اس پر پوری طرح نظر رکھی جائے، یہ تو پہلے
سے معلوم تھا کہ وہ سینچر کی رات عموماً ہائی سرکل نائٹ کلب میں گزارتا ہے۔ لہٰذا میں نے
بجے اسے وہیں جا لیا..... اس وقت وہ وہاں سے رخصت ہو رہا تھا..... تنہا تھا۔ وہیں سے
تعاقب کرتا ہوا لڑکال جنگل تک پہنچا لیکن پھر اس کی کار ہی ہاتھ لگ سکی تھی..... جتنی دیر میں
اپنی گاڑی کسی مناسب جگہ کھڑی کر کے اس تک پہنچتا وہ غائب ہو چکا تھا۔ کچھ دیر اس کی
تلاش میں سرگرداں رہ کر صرف گاڑی ہی پر نظر رکھنا مناسب سمجھا..... لیکن صبح ہوتے ہوتے
گاڑی پر شاہد جمیل کی بجائے ایک عورت نظر آئی۔ وہی اسے ڈرائیو کر رہی تھی اور شاہد جمیل
کا کہیں پتہ نہ تھا۔"

فریدی خاموش ہو گیا۔

"وہ عورت کون تھی؟" ڈی۔ آئی۔ جی نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

"جلد ہی معلوم ہو جائے گا!" فریدی نے کہا۔ "لیکن اب اس روشن ہیولے
میں احتیاط برتی جانی چاہیے!"

"آخر یہ ہے کیا بلا!"

"فی الحال وہ صرف ایک دیکھنے کی چیز ہے!"

ڈی۔ آئی۔ جی نے اس ریمارک پر فریدی کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "تو ا
مطلب ہے کہ تم کسی حد تک اسے سمجھ سکے ہو!"

"کوشش کر رہا ہوں کہ پوری طرح سمجھ میں آ جائے۔ ویسے میرا خیال ہے کہ
زیدان بھی مر چکا ہے!"

"میں نہیں سمجھا!"

"اور ہمیں یقین دلانے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ وہ زندہ ہے۔"

فریدی نے زیدان کے خط کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"غزالی مرنے سے قبل حمید کو بتانا چاہتا تھا کہ پروفیسر اس معاملے میں قطعی
ہے۔ پھر جب اس نے اس کی وضاحت کے لیے پروفیسر کے اسسٹنٹ کا ذکر شرو
فوری طور پر اس کی موت واقع ہو گئی۔ اسسٹنٹ پہلے ہی مر چکا تھا، ثریا بدخشانی بھی
جانتی تھی اس لیے اسے بھی مرنا پڑا!"

"چلو! یہی تسلیم کیے لیتے ہیں..... لیکن مقصد....!"

"مقصد ہی کی تلاش میں سرگرداں ہوں۔ ویسے شاید آپ کو علم نہ ہو کہ اس بھوت
گولی حمید نے چلائی تھی!"

ڈی۔ آئی۔ جی چونک کر حمید کو گھورنے لگا اور فریدی نے وہ کہانی بھی دہرائی.....

پھر ڈی۔ آئی۔ جی نے سکوت اختیار کر لیا۔

وہاں سے واپسی پر حمید نے کہا۔ "پوری رپورٹ میں کہیں آپ کی بلیک فورس کا
نہیں آنے پایا تھا!"

"برخوردار حمید سلمہٗ..... بلیک فورس میرے اور صدر مملکت کے درمیان ایک راز کا نام

"اوہو..... تو آپ نے مجھے کیوں بتا دیا!"

"تاکہ اگر تمہیں کبھی کسی آفیسر کو رپورٹ دینی پڑے تو تم محتاط رہو۔ ویسے ابھی تک تو
تمہاری زبان پر بھی کسی اور کے سامنے یہ نام نہیں آیا!"

فریدی اپنے آفس میں پہنچ کر تھوڑی ہی دیر بیٹھا تھا اور پھر حمید کو وہیں رہنے کی ہدایت
کرتا ہوا باہر چلا گیا تھا۔ وہاں حمید کی موجودگی کی ضرورت اس لیے پیش آئی تھی کہ فریدی کو
فون پر کسی اہم پیغام کا انتظار تھا۔

فریدی کو گئے تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ لیڈی انسپکٹر ریکھا کمرے میں داخل ہوئی۔

چند لمحے حمید کو پیار بھری نظروں سے دیکھتی رہی پھر بولی۔ "آج اتنے خوبصورت کیوں
لگ رہے ہو!"

"شکریہ! جو کچھ پوچھنا چاہتی ہو پوچھو۔ خوبصورت نہ لگنے کے باوجود بھی بتا دوں گا!"

"شہلا بدخشانی پر کیوں عنایت ہو گئی ہے!"

"کوئی دوسری نہیں ملتی اس لیے......!"

"سچ بتاؤ کہ کیا وہ کسی طرح اس کیس میں ملوث ہو سکتی ہے۔"

"پتہ نہیں تم کس کیس کی بات کر رہی ہو۔"

"غزالی اور ثریا والا کیس!"

"ثریا کو غزالی سے کیا سروکار......!"

"ہونہہ..... تو گویا میں نہیں جانتی کہ وہ لڑکی کون تھی!"

"اگر جانتی ہو تب بھی شہلا بدخشانی کا نام خصوصیت سے کیوں لیا!"

"کبھی وہ بھی غزالی کی فیورٹ تھی!"

"اب میری ہے۔ کوئی وہ غزالی کے باپ کی جاگیر تو نہیں ہے!"

"ارے تو اس میں خفا ہونے کی کیا بات ہے تم اسکے باوجود بھی خوبصورت لگ رہے ہو!"

"اب کیا پوچھنا چاہتی ہو!"

"بھوت کے متعلق کرنل صاحب کا کیا نظریہ ہے!"

"شش....." حمید نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر کہا! "[illegible] سے کہنا، کہ آپ بڑے خوبصورت
لگ رہے ہیں!"

''یقین نہیں کر سکتی کہ تم دونوں کے درمیان اس سلسلے میں گفتگو نہ ہوئی ہو۔''

''ہم دونوں تو عموماً پیار محبت کی گفتگو کیا کرتے ہیں۔ الزبتھ ٹیلر انہیں بہت پسند ہے
کہتے ہیں اس سے شادی ہو جاتی تو کپڑے بھی مفت سل جایا کرتے۔''

''اور تمہیں کون پسند ہے؟''

''گرموں میں آم اور سردیوں میں امرود!''

دفعتاً فون کی گھنٹی بجی اور حمید نے ریسیور اٹھا لیا۔

دوسری طرف سے کسی نے پوچھا۔''یور آئی ڈنٹیٹی پلیز.....؟''

''کیپٹن حمید.....!''

''نوٹ کیجئے.....!'' دوسری طرف سے آواز آئی اور حمید نے پنسل اٹھا کر پیڈ پر لک
شروع کیا..... آخر میں وہ بے ربط الفاظ اور ہندسوں کا ایک مجموعہ لیے بیٹھا تھا۔

ریکھا اس کے شانے پر سے جھک کر دیکھتی رہی تھی۔

''ملاحظہ فرماؤ.....!'' حمید نے مڑ کر پیڈ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

''یہ کیا ہے.....؟''

''کوڈ میں کوئی پیغام.....!''

''میں ڈی کوڈ کر سکتی ہوں.....!''

''کوشش کرو۔''

ریکھا پندرہ بیس منٹ تک دماغ لڑاتی رہی لیکن ایک لائن بھی ڈی کوڈ نہ کر سکی۔

اسی دوران میں فریدی آ گیا اور ریکھا بوکھلا کر کھڑی ہو گئی۔ لیکن فریدی اس کی طر
توجہ دیئے بغیر اپنی میز کی جانب بڑھ گیا۔ پھر جتنی دیر میں وہ مڑ کر کرسی پر بیٹھتا، ریکھا کم
سے باہر نکل چکی تھی۔

''کیا ہو رہا تھا۔'' فریدی نے حمید کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

''یہ پیغام ڈی کوڈ کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔'' حمید نے پیڈ فریدی کی طرف بڑھا
ہوئے کہا۔

''تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا!''

''اب کیا کروں..... آ کر میرے حسن کی تعریف کرنے لگی لہٰذا مروّت میں.....!''

''شٹ اپ.....!'' فریدی کا لہجہ اچھا نہیں تھا۔ لیکن وہ فوری طور پر پیغام کی طرف
ہو گیا۔ کچھ دیر بعد اچانک اٹھا اور تیزی سے دروازے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔''میرے
آؤ!''

پھر حمید کو گاڑی تک پہنچنے کے لیے دوڑ ہی لگانی پڑی تھی۔

قربانی کا بکرا

لنکن نے بڑی تیز رفتاری سے پارکنگ شیڈ چھوڑا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے فریدی
جلدی میں ہو..... لیکن اس کے چہرے پر ناخوشگوار تاثرات تھے۔

حمید اس کے برابر ہی بیٹھا تھا۔ وہ محسوس کر رہا تھا کہ ریکھا والے معاملے کی بناء پر
فریدی کا موڈ خراب ہوا ہے لہٰذا وہ آہستہ آہستہ کہنے لگا۔''وہ اس وقت میرے قریب ہی
موجود تھی۔ جب میں پیغام نوٹ کر رہا تھا۔ کہنے لگی میں اسے ڈی کوڈ کر سکتی ہوں!''

''اور تم نے اس کے حوالے کر دیا۔'' فریدی غرایا۔

''میں جانتا تھا کہ نہ کر سکے گی..... آپ سے متعلق جو کچھ میں نہیں جانتا اس کا علم محکمے
کے کسی دوسرے فرد کو بھی نہیں ہو سکتا!''

''اس کے باوجود سختی سے منع کر دیا کرو!''

''وہ میرے حسن کی تعریف کر رہی تھی۔'' حمید نے ٹھنڈی سانس لی۔''مرد کی سب سے
بڑی کمزوری..... جب کوئی عورت کسی مرد کے حسن کی تعریف کرتی ہے تو وہ خوشی کے مارے الو
کا پٹھا ہو جاتا ہے!''

''دراصل وہ اس کیس سے متعلق آپ کا نظریہ معلوم کرنا چاہتی تھی اور ہاں اسے علم ہے
کہ غزالی کے سلسلے میں مرنے والی لڑکی کون تھی!''

''ہونا ہی چاہیے۔ شہلا بدخشانی سے اس کی پرانی جان پہچان ہے!''

''مجھے اس کا علم نہیں تھا!''

''وہ یہ معلوم کرنا چاہتی ہوگی کہ شہلا کی کیا پوزیشن ہے!''

''ہوسکتا ہے..... لیکن اس وقت ہم کہاں جا رہے ہیں..... وہ کس قسم کا پیغام تھا.....!''

''اسی عورت سے متعلق جو شاہد کی گاڑی میں لڑکال جنگل سے آئی تھی!''

''تو کیا وہ چھان بین کرنے پر مرد ثابت ہوئی ہے.....!''

''کیا بکواس ہے.....!''

''آپ بالکل ایسے ہی انداز میں دفتر سے روانہ ہوئے تھے!''

''اس کے ساتھ جو مرد دیکھا گیا ہے وہ نگرانی کرنے والوں کے خیال کے مطابق ڈاکٹر زیدان بھی ہوسکتا ہے!''

''ڈاکٹر زیدان.....'' حمید نے حیرت سے کہا۔ ''لیکن آپ نے تو خیال ظاہر کیا تھا کہ وہ بھی مر چکا ہے!''

''میرے قیاس کر لینے سے اگر لوگ مر جایا کرتے تو بڑی زحمتوں سے بچا رہتا.....!''

''اب ان دونوں سے کہاں ملاقات ہوسکے گی!''

''ابھی معلوم ہو جائے گا.....!''

''شاہد جمیل کے بارے میں کیا سوچا.....!''

''لڑکال جنگل میں اس کی تلاش جاری ہے.....!''

''اس بار آپ صرف اپنے بلیکیٹر سے کام لے رہے ہیں.....!''

تین چار منٹ بعد اس نے ایک جگہ گاڑی روکی تھی اور حمید کو بیٹھے رہنے کا اشارہ کر کے خود اتر گیا تھا۔ پھر حمید نے اسے ایک جنرل اسٹور میں داخل ہوتے دیکھا۔ واپسی میں دیر نہیں لگی تھی۔ اس کے ہاتھ میں پرنس ہنری کے تمباکو کا ڈبہ تھا۔

''اوہو..... پرنس ہنری!'' حمید نے حیرت سے کہا۔

''وہ تمہارے لیے خریدا ہے!'' فریدی گاڑی میں بیٹھتا ہوا بولا اور ڈبے کا ڈھکن کھول کر کاغذ کا ایک ٹکڑا نکالا جس پر تحریر تھا۔ ''نیاگرا تین بج کر پندرہ منٹ!''

''اب تین بج کر پچیس منٹ ہوئے ہیں۔'' فریدی گھڑی پر نظر ڈالتا ہوا بڑبڑایا۔

''یہ آخری اطلاع تھی!''

''میں کچھ نہیں سمجھا!''

''تین بج کر پندرہ منٹ پر وہ دونوں نیاگرا ہوٹل پہنچے ہیں!''

فریدی نے تمباکو کا ڈبہ حمید کے زانوں پر رکھتے ہوئے کہا اور گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

''تو اب ہم..... نیاگرا جائیں گے.....!''

''ہاں..... یہ بھی اچھا ہی ہوا..... تمہیں بھوک لگ رہی ہوگی کیونکہ آج بھی دوپہر کا کھانا مقدر میں نہیں تھا!''

''سوال یہ ہے کہ اگر نیاگرا پہنچتے پہنچتے وہ دونوں وہاں سے بھی چل دیئے تو کیا ہوگا.....!''

''پرنس ہنری کا ڈبہ خریدنے کا یہی مقصد تھا کہ اب مجھے گاڑی ہی میں بیٹھے بیٹھے اطلاعات حاصل ہوتی رہیں گی.....!''

حمید نے ٹرانسمیٹر والے خانے پر نظر ڈالتے ہوئے ٹھنڈی سانس لی۔

گاڑی شہری آبادی سے نکل کر نیاگرا کی طرف جا رہی تھی۔

''شاہد کو کس خانے میں فٹ کیا جاسکتا ہے!'' حمید نے تھوڑی دیر بعد پوچھا۔

''شہلا اور خود اس کے بیان کے مطابق پہلے یہ نظریہ قائم کیا تھا کہ وہ بھی پروفیسر کی تلاش میں ہے لیکن اب.....!'' فریدی جملہ پورا کیے بغیر خاموش ہو گیا۔

''لیکن اب.....!''

''فی الحال کچھ نہیں کہہ سکتا.....!'' فریدی نے ونڈ اسکرین پر نظر جمائے ہوئے کہا۔

گاڑی نیاگرا جا پہنچی۔ اس دوران میں ٹرانسمیٹر پر کوئی پیغام موصول نہیں ہوا تھا۔

حمید نے ڈائننگ ہال میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔ ''ذرا بھاری قسم کی چائے چلے گی..... ورنہ شاید رات کا کھانا بھی نصیب نہ ہوسکے!''

''یہ آخر کھانے کے معاملے میں تم روز بروز قاسم کیوں ہوتے جا رہے ہو؟'' فریدی بولا۔

''مل گئی..... وہ رہی'' حمید نے بائیں جانب اشارہ کیا۔

حالانکہ ہال میں اور بھی کئی غیر ملکی عورتیں موجود تھیں لیکن حمید نے فریدی کے خیال میں

صحیح نشاندہی کی تھی۔

"کمال ہے!" وہ سر ہلا کر بولا۔ "تم نے صرف ایک ہی جھلک دیکھی تھی!"

وہ اسی جانب چلے گئے۔ ہال میں زیادہ تر میزیں خالی تھیں۔

"لیکن یہ تو تنہا ہے۔" حمید آہستہ سے بولا۔

"فکر نہ کرو......!"

اس کے قریب کی ایک میز انہوں نے اپنے لیے منتخب کی۔

اب حمید نے اسے غور سے دیکھا۔ بڑی دلکش عورت تھی..... عمر چھبیس ستائیس سال سے زیادہ نہ رہی ہوگی۔

"اوہو......!" دفعتاً فریدی چونک پڑا.....اور حمید اس کی طرف متوجہ ہو گیا..... وہ عورت کی پشت پر بیٹھے ہوئے نیگرو کو گھورے جا رہا تھا۔

"مقدر ہی میں نہیں ہے.....!" حمید بڑبڑایا۔

"کیا مطلب....." فریدی کی گھورتی ہوئی آنکھیں اس کی طرف مڑیں۔

"اتنی حسین عورت کی موجودگی میں آپ اس صورت حرام حبشی کو گھور رہے ہیں....!"

"کیا بکواس کر رہے ہو.....ذرا غور سے دیکھو.....!"

"آپ ہی دیکھے جائیے..... میں اتنا بدنصیب نہیں ہوں.....!"

"وہ ڈاکٹر زیدان ہے۔"

"شاید بھوت نہیں چھپا ہوا آپ کو گھور رہا ہے!"

"حمید صاحب وہ زیدان ہی ہے..... ڈاڑھی مونچھوں کا صفایا کر دینے کے بعد نیگرو سی شکل نکل آئی ہے.....!"

حمید نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی اور ویٹر کو مطلوبہ اشیاء کی فہرست لکھوا دی۔ چائے کے ساتھ کھانے کی کئی چیزوں کی فرمائش کی تھی۔

"ہاتھوں کو چھپانے کے لیے اس نے اس موسم میں دستانے پہن رکھے ہیں۔" فریدی بولا۔ نیگرو نے سفید رنگ کے دستانے بھی پہن رکھے تھے۔

"اگر یہ بات ہے تو دونوں ایک ہی میز پر کیوں نہیں ہیں۔ اس طرح اجنبی بنے کیوں

بیٹھے ہیں.....اونہہ جہنم میں جائیں لیکن ہاتھوں کو چھپانے کی کیا ضرورت ہے......!"

"داہنے ہاتھ کا انگوٹھا غیر معمولی بناوٹ کا ہے۔ ہو سکتا ہے کبھی اس میں چوٹ آئی ہو.....!"

"میں کہتا ہوں! اس نابنجار کا ذکر کر کے میرا رومانس چوپٹ نہ کیجیے..... ہے ہے..... کتنی حسین آنکھیں ہیں......!"

فریدی کچھ نہ بولا۔

عورت کافی کا کپ سامنے رکھے سگریٹ کے کش لے رہی تھی اور نیگرو بے حس و حرکت بیٹھا خلا میں گھورے جا رہا تھا۔ اس کی میز پر کھانے پینے کی کوئی چیز موجود نہیں تھی۔

حمید سوچ رہا تھا کہ اگر دونوں ساتھ ہی یہاں آئے تھے تو الگ الگ جگہوں پر بیٹھنے کا کیا مقصد ہو سکتا ہے؟

فریدی ان دونوں کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا۔ جب ویٹر کافی سرو کر چکا تو اس نے حمید سے کہا۔ "تم اس عورت کی آنکھوں میں کھوئے رہو میں جا رہا ہوں......!"

"کک.....کیا مطلب کہاں....." حمید چونک پڑا۔

"بس جو کچھ دیکھنا تھا دیکھ لیا..... گاڑی چھوڑے جا رہا ہوں.....عیش کرو.....!"

فریدی چلا گیا اور حمید دل ہی دل میں ہنستا رہا.....ضروری نہیں کہ ہر تیر نشانے ہی پر بیٹھے وہ سوچ رہا تھا جب وہ اس نیگرو کو ڈاکٹر زیدان تسلیم کرنے پر تیار نہیں تو بلیک فورس کا کوئی ممبر اسے کیونکر پہچان سکا..... جناب کرنل صاحب چونکہ اس اطلاع پر دوڑتے چلے آئے تھے بہرحال بات تو بنانی ہی ہوئی.....خیر اب سچ مچ عیش کرو۔

اچھی طرح پیٹ بھر لینے کے بعد اس نے پائپ سلگایا اور کرسی کی پشت گاہ سے ٹک کر ہلکے ہلکے کش لیتا رہا۔ اس دوران میں اس نے محسوس کیا تھا کہ عورت بھی تھوڑے تھوڑے وقفے سے اس کی طرف دیکھنے لگی تھی۔

دفعتاً وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور اس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھتی ہوئی بولی۔ "اس توقع پر کہ تمہیں کوئی اعتراض نہ ہوگا!"

"نہیں نہیں! ہرگز نہیں....." حمید نے سیدھے ہو کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"میں تمہارے ملک میں اجنبی ہوں......!"

"میں تمہیں خوش آمدید کہتے ہوئے میزبانی کا شرف ضرور حاصل کروں گا۔"

"ایسی کوئی بات نہیں! میں صرف خائف ہوں اور تم مجھے کوئی شریف آدمی معلوم ہوتے ہو!"

"شکریہ.....! میرے لائق کوئی خدمت.....!"

"وہ کالا.....آدمی.....دوپہر سے میرا پیچھا کر رہا ہے۔" اس نے آنکھوں کے اشارے سے نیگرو کی طرف توجہ دلائی۔

"اُوہو.....!" حمید نیگرو کو گھورتا ہوا بولا، چند لمحے اس کو دیکھتا رہا پھر عورت سے پوچھا۔

"تمہارا قیام کہاں ہے!"

"ہوٹل ڈی فرانس میں!"

"چلو تو میں تمہیں وہاں پہنچا دوں۔ کیا تمہارے پاس گاڑی ہے!"

"نہیں ٹیکسی سے آئی تھی.....اور اس نے بھی ٹیکسی ہی میں بیٹھ کر میرا تعاقب کیا تھا.....!"

"فکر نہ کرو...میں دیکھ لوں گا!"

عورت نے حمید کو بتایا کہ وہ مشرق کے عشقیہ گیت اکٹھا کرنے کے لیے سفر کر رہی ہے۔

"کیا یہ نیگرو تمہارے لیے اجنبی ہے۔" حمید نے پوچھا۔

"بالکل.....آج سے پہلے میں نے اس کی شکل بھی نہیں دیکھی...میرا نام ڈوروتھی میکار ہے....تم مجھے ڈورا کہہ سکتے ہو!"

"میں زیٹو ہوں...ڈاکٹر زیٹو.....!"

"شکریہ...تم بہت اچھے دوست ثابت ہو سکتے ہو!"

بل کی ادائیگی کے بعد حمید نے پھر اسے اسکے ٹھکانے پر پہنچا دینے کی پیشکش کا اعادہ کیا تھا۔

وہ دونوں باہر نکلے....حمید نے لنکن میں بیٹھتے وقت احتیاطاً الیکٹرانک بگ کا سوئچ آن کر دیا تھا تاکہ تعاقب کرنے والوں کو آسانی ہو۔ اب وہ سوچ رہا تھا کہ فریدی کا اس طرح اچانک اٹھ جانا خالی از علت نہیں ہو سکتا۔

گاڑی نیاگرا کی کمپاؤنڈ سے باہر نکلی.....عورت حمید کے برابر ہی بیٹھی تھی.....!

کچھ دور چل کر وہ مڑی اور مضطربانہ انداز میں بڑبڑائی۔ "تو اس مردود نے ٹیکسی روک رکھی تھی!"

"کیا بات ہے.....کیا وہ اب بھی تعاقب کر رہا ہے!"

"ہاں.....مجھ سے حماقت ہوئی تھی.....!"

"کیسی حماقت.....!"

"مجھے ادھر نہ آنا چاہئے تھا۔ میں نے شہر میں محسوس کیا تھا کہ وہ میرا تعاقب کر رہا ہے۔ خیال آیا ممکن ہے واہمہ ہو.....لہٰذا یہ یقین کر لینے کیلئے کہ وہ تعاقب تو نہیں کر رہا، میں نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا تھا کہ کسی ایسے ہوٹل میں لے چلے جو شہر کے باہر ہو....وہ مجھے یہاں لے آیا اور مجھے یقین کر لینا پڑا کہ وہ منحوس نیگرو میرا ہی تعاقب کر رہا ہے!"

"اچھی بات ہے، اب میں اس منحوس نیگرو کو خوفزدہ کروں گا۔" حمید نے کہتے ہوئے گاڑی کی رفتار کم کر دی اور باہر ہاتھ نکال کر پیچھے والی ٹیکسی کو آگے بڑھ جانے کا اشارہ کیا۔

"یہ کیا کر رہے ہو!"

"بس دیکھتی رہو.....!"

ٹیکسی آگے نکل گئی۔ اب حمید اس کا تعاقب کر رہا تھا۔

"اس سے کیا فائدہ!" عورت بے چینی سے پہلو بدلتی ہوئی بولی۔

"اب میں پہلے اس منحوس کو گھر پہنچاؤں گا پھر تمہیں ہوٹل ڈی۔ فرانس چھوڑ آؤں گا!"

حمید نے محسوس کیا جیسے عورت اس جواب سے مطمئن ہو گئی ہو.....! ٹیکسی کی رفتار بڑھتی رہی اور حمید بھی لنکن رفتار بڑھاتا رہا....تھوڑی دیر بعد اسے اندازہ ہو گیا کہ ٹیکسی لڑکال جنگل کے راستے پر مڑ گئی ہے۔

"یہ شہر کی طرف تو نہیں جا رہا....." عورت منمنائی۔

"کہیں بھی جا رہا ہو.....!"

"اب تو مجھے تم سے بھی خوف معلوم ہونے لگا ہے.....کہیں تم سب ایک ہی نہ ہو! اُوہ.....تمہاری میز پر بھی تو ایک اور آدمی تھا۔"

"ہاں وہ میرا آفیسر تھا.....اپنی ڈیوٹی پر چلا گیا۔"

لفظ آفیسر پر وہ چونکی تھی اور حمید نے اسے بتایا تھا کہ اس کا تعلق پولیس سے ہے۔ مزید اطمینان کے لیے اپنا کارڈ بھی اس کے ہاتھ میں پکڑا دیا تھا۔

'' اب میں مطمئن ہوں.... بالکل مطمئن!'' عورت نے طویل سانس لی اور حمید دل ہی
دل میں ایک طویل قہقہہ لگا کو سوچنے لگا۔ کتیا کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ میں ڈان ژوان ہوں
ارے میرا باس مجھے قربانی کا بکرا بنا کر تمہارے حوالے کر گیا ہے۔ چلو کہاں چلتی ہو۔

گاڑیوں کی دوڑ جاری رہی حتیٰ کہ سورج غروب ہونے لگا۔

'' تم میرے لیے کتنی تکلیف اٹھا رہے ہو!'' عورت اٹھلائی۔

'' میں ڈیوٹی پر ہوں اور تمہاری شکایت پر کسی بدمعاش آدمی کا تعاقب کر رہا ہوں''
حمید نے جواب دیا۔

'' تم بہت دلکش بھی ہو۔ میں تمہیں ہمیشہ یاد رکھوں گی......!''

'' میرے حسن کی تعریف نہ کرو..... ورنہ میرے ہاتھ پاؤں پھول جائیں گے اور میں
کچھ بھی نہ کرسکوں گا....!''

'' یہ کیا بات ہوئی....!''

'' اپنے حسن کی تعریف کسی عورت کی زبان سے سن کر کبھی کبھی تو بالکل پاگل ہو جاتا
ہوں! پچھلے سال امریکہ میں ایک عورت سے یہی غلطی سرزد ہوگئی تھی لہٰذا میں پاگل ہو کر اس
عمارت میں جا گھسا جہاں عالمی مقابلہ حسن ہو رہا تھا۔ وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ صرف عورتیں
ہی اس میں حصہ لے سکتی ہیں..... بہرحال وہاں کے منتظمین نے زبردستی مجھے کپڑے پہنائے
تھے اور وہاں سے نکال دیا تھا!''

'' خوش مزاج بھی ہو.....!'' وہ ہنس پڑی۔

ٹیکسی لڑکال جنگل کی حدود میں داخل ہو چکی تھی..... اور اب ایک کچے راستے پر چل رہی تھی۔

'' میں خطرہ محسوس کر رہی ہوں۔ مجھے ساتھ نہ لانا چاہئے تھا۔'' عورت بڑبڑائی۔

دونوں گاڑیاں آگے پیچھے چل رہی تھیں۔ یہ راستہ اتنا کشادہ نہیں تھا کہ اچانک واپسی
کے لیے کوئی بھی گاڑی مخالف سمت موڑی جاسکتی۔

یک بیک ٹیکسی رک گئی اور حمید کو بھی پورے بریک لگانے پڑے۔ ٹھیک اسی وقت
بائیں جانب کی جھاڑیوں سے دھوئیں کے ایک کثیف بادل نے دونوں گاڑیوں پر یلغار کر
دی..... حمید کو اپنا دم گھٹتا سا محسوس ہونے لگا..... اور پھر اسے اتنی مہلت بھی نہیں مل سکی تھی

کہ گاڑی کا انجن ہی بند کر دیتا..... اس دھوئیں میں خود اسے اپنا وجود بھی تحلیل ہوتا محسوس ہو رہا
تھا..... اور پھر وہ گرد و پیش سے بے خبر ہوگیا۔

بے خبری اور ہوشیاری کا درمیانی وقفہ شاید جہنم میں گزرا تھا کیونکہ آنکھ کھلتے ہی جھلسا
دینے والی گرمی کا احساس ہوا..... کیا وہ تپش ہی اسے دوبارہ ہوش میں لائی تھی.....؟

اوہو..... وہ چونک پڑا..... اپنے پیروں کو تکلیف دیئے بغیر دوڑا جا رہا تھا..... اور روشن
ہیولیٰ اس کا تعاقب کر رہا تھا۔

یہ بھی عجیب دوڑ تھی..... وہ اسے دیکھ بھی رہا تھا اور اس سے دور بھی ہوتا جا رہا تھا۔

کیا ہوا میں اڑ رہا تھا..... اس کی ٹانگیں کیا ہوئیں.....؟

'' میری ٹانگیں.....؟'' دفعتاً وہ حلق پھاڑ کر چیخا۔

'' خاموش رہو.....!'' اس نے فریدی کی غراہٹ سنی اور پوری طرح ہوش میں آ گیا۔

وہ دراصل فریدی کے کاندھے پر پڑا ہوا تھا..... اور بھوت فریدی کا تعاقب کر رہا تھا۔

اس وقت اس متحرک مجسمے سے پھوٹنے والی روشنی دور دور تک پھیل رہی تھی لیکن وہ اتنی
تیزی سے نہیں دوڑ رہا تھا کہ فریدی کو پا سکتا۔

پھر یکایک چاروں طرف گہری تاریکی چھا گئی۔

روشن ہیولیٰ اس طرح غائب ہو گیا تھا جیسے اسے اندھیرے نے نگل لیا ہو۔

حمید نے سوچا اب اگر اس اندھیرے میں فریدی اس رفتار سے دوڑتا رہا تو دونوں ہی
[illegible] ہوں گے.....! اس نے کچھ کہنا چاہا لیکن آواز حلق میں گھٹ کر رہ گئی۔

اچانک پشت پر ایک ٹارچ روشن ہوئی اور اس کی روشنی فریدی کے آگے پھیلتی چلی
گئی..... حمید کا رخ ٹارچ ہی کی طرف تھا۔

'' فکر نہ کرو.....!'' اس نے فریدی کو کہتے سنا۔ '' یہ اپنے ہی لوگ ہیں۔'' اور پھر
آہستہ آہستہ وہ معمولی رفتار پر آ گیا۔

'' بائیں طرف کرنل!'' پشت سے آواز آئی..... فریدی بائیں جانب مڑ گیا کچھ دور چل
کر وہ ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں گھنی جھاڑیوں کے درمیان جگہ صاف کر کے تین
چھولداریاں نصب کی گئی تھیں۔ فریدی نے حمید کو کاندھے سے اتار دیا۔

پھر ٹارچ اس وقت تک روشن رہی تھی جب فریدی نے ایک چھولداری میں
نہیں روشن کر دی تھی۔

حمید پیال کے بستر پر لیٹ گیا اس کے حواس ابھی تک بجا نہیں ہوئے تھے۔

"پانی پیو گے!" فریدی نے نرم لہجے میں پوچھا۔

"دیجیے....." وہ نحیف سی آواز میں بولا۔

فریدی نے اسے آدھے دھڑ سے اٹھایا اور پانی کی بوتل ہونٹوں سے لگا دی۔
پہلے ہی گھونٹ نے اچھا اثر دکھایا۔ آنکھیں کھلتی چلی گئیں۔ کچھ دیر بعد فریدی نے
سے کہا "یہاں آرام سے لیٹو..... چاروں طرف اپنے آدمی بکھرے ہوئے ہیں.....
کرنا.... میں ابھی آیا.....!"

آدھے گھنٹے تک حمید پڑا رہا۔ بار بار غنودگی طاری ہونے لگی تھی۔ اس دھوئیں
اعصاب پر عجیب سا اثر ڈالا تھا۔ پورا جسم شل ہو کر رہ گیا تھا۔

وہ کوشش کرنے لگا کہ اسے نیند نہ آنے پائے۔

بالآخر کچھ دیر بعد قدموں کی چاپ سنائی دی اور فریدی جھک کر چھولداری میں داخل

"کیا تم جاگ رہے ہو.....؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں....." حمید کے حلق سے پھٹی پھٹی سی آواز نکلی..... "لیکن اب سو جانا چاہتا
قربانی کا بکرا۔"

"اچھا سو جاؤ....." فریدی اس کے سرہانے بیٹھتا ہوا نرم لہجے میں بولا اور اس
سہلانے لگا۔

پھر حمید کی آنکھ دوسری صبح ہی کو کھلی تھی۔

فریدی موجود تھا۔ دوسری چھولداری سے وہ اس کے لیے ناشتہ لایا اور حمید ہنس پڑا

"شکر ہے..... تم ہنسے تو....." فریدی مسکرا کر بولا۔

"ایسی ہی خدمت کرنے کا وعدہ کریں تو میں روزانہ قربانی کا بکرا بننے کو تیار ہوں

فریدی کچھ نہ بولا۔ لیکن اسکی آنکھوں میں حمید کے لیے شفقتوں کا سمندر موجیں مار

"کیا آپ دیر سے پہنچے تھے....." حمید نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

"نہیں.....! کچھ ایسی زیادہ دیر بھی نہیں ہوئی تھی..... لیکن تمہارے علاوہ اور کوئی نہ مل سکا۔
ٹیکسی ڈرائیور کا کہیں پتہ تھا اور نہ انہی دونوں کا!"

"اور..... وہ..... دھواں جس کی بناء پر میں بے ہوش ہوا تھا.....!"

"دھواں..... نہیں تو.....!"

"بائیں طرف کی جھاڑیوں سے دھواں ہی تو اٹھا تھا.....!" حمید نے کپ میں کافی
انڈیلتے ہوئے کہا۔ "اسے بھی گولی ماریئے..... آپ کے بلیکنیر نے آپ کو اطلاع دی تھی کہ وہ
دونوں ساتھ دیکھے گئے ہیں..... لیکن عورت نے مجھے تعاقب کی کہانی سنائی تھی!"

حمید سے پوری روداد سن لینے کے بعد فریدی بولا۔ "نیاگرا پہنچنے سے پہلے نہ صرف وہ
دونوں ساتھ تھے بلکہ پروفیسر کے چہرے پر ڈاڑھی بھی موجود تھی ایک آدمی اور بھی ان کے ساتھ
تھا۔ وہ تینوں ایک باربر شاپ میں داخل ہوئے تھے اور پھر پروفیسر وہاں سے نیگرو بن کر نکلا تھا۔
اسی جگہ سے عورت الگ ہو گئی تھی اور دوسرے آدمی نے ٹیکسی ڈرائیور کا رول ادا کیا تھا!"

"تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ وہ آپ کے آدمیوں کے ذریعے ہونے والی نگرانی سے واقف
تھے..... اچھا تو اس سے یہی سمجھا جا سکتا ہے کہ وہ ہمیں گھیرنے کی کوشش کر رہے تھے!"

"ہوں..... اور اسی لیے میں تم سے الگ ہو گیا تھا..... لیکن سوال تو یہ ہے کہ جب تمہیں
یونہی چھوڑ جانا تھا تو پھر گھیرنے کا مقصد..... بہرحال تمہیں ہوش میں لانے کی تدبیریں کی جا
رہی تھیں کہ اچانک وہ بھوت نمودار ہو گیا تھا!"

"آخر اس کا کوئی علاج بھی ہے.....!"

"علاج..... علاج میں دریافت کر چکا ہوں۔" فریدی کے چہرے پر سفاک سی مسکراہٹ
نمودار ہوئی۔

آخری حملے

حمید حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا..... فریدی نے جیب سے لکڑی کا چھوٹا سا ٹکڑا نکالا

جس پر سرخ رنگ سے کچھ لکیریں کھینچی گئی تھیں۔

''یہ ہے....اس کا علاج!''

حمید کو ہنسی آ گئی....اس نے اس لکڑی کے ٹکڑے کو الٹ پلٹ کر دیکھا۔ جس میں سرخ لکیروں کے علاوہ اور کوئی خاص بات نظر نہ آئی۔ فریدی نے اسے اس کے ہاتھ سے لے کر چھولداری سے باہر پھینک دیا۔

''میں فی الحال لطیفوں سے محظوظ ہونے والی حس کھو بیٹھا ہوں۔'' حمید نے لاپرواہی سے کہا! اور کافی پینے لگا۔

پھر شاہد جمیل کی بات چھڑ گئی۔ حمید نے کہا۔ ''میرا خیال ہے کہ پروفیسر کی پہلی وارننگ کا اس پر کوئی اثر نہ ہونے کی بناء پر ہی وہ کسی دوہری مصیبت میں مبتلا ہو گیا!''

''میں نہیں سمجھا تم کیا کہنا چاہتے ہو......!''

''ہوسکتا ہے کہ وہ پروفیسر ہی کی تلاش میں ادھر آیا ہو!''

''ممکن ہے!'' فریدی نے کہا اور سگار سلگانے لگا۔ پھر کچھ دیر بعد بولا۔ ''پچھلی رات یہاں سے غائب ہو جانے کے بعد اس نے شہر میں خاصی چہل قدمی کی تھی.....لوگ ڈر ڈر کر بھاگتے رہے.....کسی نے بھی قریب جانے کی ہمت نہیں کی تھی.....پھر وہ سنٹرل جیل کے قریب پہنچ کر غائب ہو گیا تھا!''

''سنٹرل جیل کے قریب۔'' حمید کے لہجے میں حیرت تھی۔

''ہاں.....اور اب میں ایک بڑے خطرے کی بو سونگھ رہا ہوں!''

''کیا مطلب......!''

''زیرولینڈ.....نانوتہ[1] کی رہائی کے لیے تیسری ناگن نمودار ہوئی تھی، لیکن وہ بھی کام آ گئی اب یہ کوئی تیسرا ان دونوں کی رہائی کی فکر میں ہے۔''

''کیا وہ سینٹرل جیل ہی میں ہیں......!''

''نہیں.....تم نے یہ سوال کیوں کیا!'' فریدی نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

[1] ان کہانیوں کے لیے جاسوسی دنیا کے ناول 'تباہی کا خواب' مہلک شناسائی، خونی ریشے، تیسری ناگن اور ریگم بالا پڑھیے۔

''اوہو....تو کیا اب اپنے سائے سے بھی بھڑکیں گے۔ مجھے افسوس ہے کہ بے خیالی میں زبان سے نکل گیا تھا!''

فریدی کچھ نہ بولا۔ پُرتفکر انداز میں سگار کے کش پر کش لیے جا رہا تھا۔ کچھ دیر بعد بولا۔ ''سوال تو یہ ہے کہ ان تین اموات کو کس خانے میں فٹ کیا جائے!''

''سوچے جایئے......!''

کچھ دیر بعد وہ دونوں ساتھ ہی جنگل میں بھٹکتے پھر رہے تھے....حمید محسوس کر رہا تھا کہ ان کے آس پاس کچھ اور لوگ بھی موجود ہیں، لیکن اس گھنے جنگل میں جہاں زیادہ تر اونچی اونچی چٹانوں کے ٹکڑے جا بجا پھیلے ہوئے تھے۔ نہایت آسانی سے خود کو چھپائے رکھا جا سکتا تھا!

''اب آپ کیا تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔'' حمید نے بالآخر تھک ہار کر پوچھا۔

''بھوت کی قیام گاہ!''

''آپ یقین کے ساتھ کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ وہ یہیں مقیم ہو گا!''

''حالات.....شاید اب بساط میرے ہی قابو میں ہے!''

''میں نہیں سمجھا!''

''کل جو کھیل ہمارے لیے ہوا تھا.....وہی آج ہم ان کی خدمت میں پیش کریں گے....ذرا اندھیرا پھیلنے دو!''

وہ جھیل کے قریب پہنچ چکے تھے! فریدی نے ایک بہت بڑے ٹیلے کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا ''تمہیں یاد ہو گا کہ ایک بار تم نے ایسے ہی ایک ٹیلے کے اندر کی تعمیرات میں کچھ وقت گزارا تھا!''

''لیکن بعد میں وہ ٹیلا.....تباہ کر دیا گیا تھا!''

''ہوسکتا ہے کہ اس ٹیلے میں بھی جبرالڈ شاستری[1] کی زیرزمین دنیا کا کچھ حصہ باقی رہ گیا ہو...بچے کچھے سارے ہی ٹیلے برباد کر دیئے جانے چاہئیں!''

''اسی وقت......!'' حمید نے بوکھلا کر پوچھا۔

''کسی وقت بھی!'' فریدی نے کہا اور گلے میں لٹکی ہوئی دوربین آنکھوں کے برابر

[1] جبرالڈ شاستری کی داستان جاسوسی دنیا کے ناول 'جنگل کی آگ' اور 'موت کی چٹان' میں ملاحظہ فرمائیے۔

اٹھائی۔ کچھ دیر ٹیلے کا جائزہ لیتا رہا، پھر حمید کی طرف مڑ کر بولا۔ ''آج رات یہیں رُک
دیکھنا ہے کہ وہ روشن ہیولیٰ کدھر سے نمودار ہوتا ہے!''

''میرے والدین نے مجھے پیدا کر کے ایک بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔'' حمید
ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ ''لیکن مجھ سے ایسی غلطی ہرگز سرزد نہ ہوگی!''

''ٹسوے بہانے لگے اکتائی ہوئی لڑکیوں کی طرح!''

''زندہ باد..... اگر آپ بیچ بیچ لڑکیوں کا ذکر بھی کرتے رہیں تو پھر یہ ذرہ بیمقد
بوریت کیوں محسوس کرے!''

شام ہو رہی تھی۔ فریدی نے ایک مناسب سی جگہ تلاش کر کے وہیں رکنے کا فیصلہ کیا۔
رات کے آٹھ بج گئے..... دفعتاً فریدی کے جیبی ٹرانسمیٹر پر صوتی اشارہ سنائی دیا.....
آواز آئی..... ''بائیں جانب قریباً دو سو قدم کے فاصلے پر۔''

''ٹھیک ہے.....'' فریدی نے جواب دیا..... اور حمید کا بازو پکڑ کر اٹھاتا ہوا بولا۔ ''جلدی کرا
لیکن وہ اٹھے ہی تھے کہ روشنی میں نہا گئے..... بھوت غالباً ان سے تھوڑے ہی فاصلے
موجود تھا۔

''لل..... لیکن.....!'' حمید ہکلایا۔ ''علاج تو آپ وہیں پھینک آئے تھے!''

''فکر نہ کرو..... بہت بڑے بڑے علاج موجود ہیں!''

وہ چھلانگیں لگا کر جھاڑیوں سے باہر آ گئے یہاں نسبتاً کچھ کھلی جگہ تھی۔
بھوت ان سے پچاس قدم کے فاصلے پر رہ گیا تھا۔ اچانک حمید نے فریدی کو بھوت
طرف جھپٹتے دیکھا..... اس کے ہاتھوں میں ایک لمبا سا ڈنڈا بھی نظر آیا تھا.....!

''ارے..... ارے.....'' حمید کی زبان سے بیساختہ نکلا.....! لیکن اتنے میں بھ
غائب ہی ہو گیا..... پھر پہلے ہی کی سی تاریکی چھا گئی۔

حمید نے فریدی کی للکار سنی۔ ''گھیرو..... اسے خطرے کا احساس ہو گیا ہے، جا
پائے..... روشنی کرو.....!''

متعدد ٹارچیں روشن ہو گئیں اور انہیں سیاہ رنگ کا ایک ہیولیٰ نظر آیا۔
فریدی نے جھپٹ کر اس پر ڈنڈے سے حملہ کیا۔ وہ لڑکھڑایا اور پھر روشن ہو گیا۔

طرف بڑھنے کی بجائے اب دوسری طرف بھاگ رہا تھا۔
اس بار ڈنڈے کی ضرب ٹانگوں پر پڑی تھی..... وہ گرا اور پھر تاریک ہو گیا۔
اچانک جھیل کی طرف سے فائرنگ شروع ہو گئی۔

''لائٹ آف.....'' فریدی چیخا! اور ٹارچیں بجھ گئیں۔
دوسرے لمحے میں ادھر سے بھی فائرنگ شروع ہو گئی۔ فریدی نے ٹھیک اسی جگہ دو تین
فائر لگائیں، جہاں بھوت گرا تھا۔

''بس..... بس.....!'' آواز آئی۔ ''گرفتار کر لو..... مارو نہیں.....!''

''مر جاؤں گا..... مر جاؤں گا.....!''

حمید چونک پڑا..... آواز کچھ جانی پہچانی سی تھی۔

''اچھی بات ہے.....!'' فریدی کی آواز سنائی دی۔ ''اب اس لباس کے میکینزم کو نہ
..... چپ چاپ پڑے رہو.....!''

''نہیں چھیڑوں گا.....'' جواب ملا۔

''کیا مطلب.....!'' حمید بڑبڑایا۔ ''یہ تو شاہد کی آواز ہے!''

کچھ دیر فائرنگ کی آوازوں سے جنگل گونجتا رہا۔ پھر سناٹا چھا گیا۔
حمید نے فریدی کی پنسل ٹارچ کی روشنی کی باریک سی لکیر ہیولیٰ کی طرف رینگتی دیکھی۔
اس وقت ہیولیٰ بھی چیخنے لگا۔ ''بچاؤ..... بچاؤ..... میجر اکرام..... میجر اکرام.....!''
ہیولیٰ کے پیروں سے ایک شعلہ بھڑکا تھا اور پھر پورے مجسمے سے آگ کی لپٹیں اٹھنے لگی تھیں۔
ذرا ہی سی دیر میں اس کی جگہ راکھ کا ڈھیر نظر آیا۔ وہ سب خاموش کھڑے تھے۔ اچانک
کسی نے نعرہ لگایا..... ''ڈنڈہ زندہ باد.....!''

''خاموش رہو.....!'' فریدی کے لہجے میں جھلاہٹ تھی۔
وہ ڈنڈے سے خاک کے اس ڈھیر کو کرید رہا تھا..... لیکن کچھ بھی ہاتھ نہ لگا۔

''اس نے میجر اکرام کو پکارا تھا!'' حمید آہستہ سے بولا۔

''ہوں.....'' فریدی اس کی طرف مڑا۔
ساری ٹارچیں بجھ گئیں..... جنگل سائیں سائیں کر رہا تھا۔

فریدی کا خیال تھا کہ فائرنگ اسی ٹیلے سے ہوئی تھی جس کے متعلق وہ دوپہر کو گفتگو کرتے رہے تھے۔ فریدی نے بلیک فورس کے ممبروں کو اس بارے میں کچھ ہدایات اور اسی وقت شہر کی طرف چل پڑا.... حمید کے استفسار پر اس نے بتایا کہ اب وہ میجر ا... فکر میں ہے۔

''تو شہر کی طرف کیوں؟'' حمید بولا۔ ''ہوسکتا ہے.... وہ بھی وہیں موجود ہو جہاں فائرنگ ہوئی تھی!''

''نہیں.... وہ اپنی کوٹھی میں موجود ہے..... اس کی نگرانی تو حادثات والی رات ہی شروع کرادی تھی!''

''تو پھر خاک ہو جانے والے نے یہاں میجر اکرام کو کیوں پکارا تھا!''

''کسی نہ کسی مرحلے پر اس کا جواب بھی مل جائے گا!''

ایک بجے کے قریب وہ شہر پہنچے تھے.... لیکن میجر اکرام کی کوٹھی کی طرف بڑھتی چلی گئی
میجر اکرام شاید ابھی تک سویا نہیں تھا کیونکہ ان کی آمد کی اطلاع پر خود ہی برآمد نکل آیا تھا.... شب خوابی کے لباس میں بھی نہیں تھا۔

''اوہو.... کرنل.... تشریف لائیے!'' وہ لہک کر بولا۔ ''میں ابھی ابھی کلب ... ہوں.... چلئے اندر چلئے.... غالباً آپ گرما گرم کافی پسند کریں گے!''

''تکلیف کی ضرورت نہیں.... میں آپ کو ایک خوشخبری سنانے آیا ہوں!''

''اوہو.... اچھا....!''

وہ ڈرائنگ روم میں آئے.... بیٹھ گئے.... لیکن فریدی خاموش رہا۔ میجر اکرام سوالیہ نشان بنا فریدی کو دیکھے جارہا تھا۔

''آپ کو علم ہوگا میجر اکرام کہ اس بھوت نے شہر میں کیسی سنسنی پھیلا رکھی تھی۔''

''جج.... جی ہاں.... مجھے علم ہے.....! لیکن پھیلا رکھی تھی کا کیا مطلب.... کیا آپ پروفیسر زیدان کو پکڑ لیا ہے.....!''

''کل شام وہ ہمیں شہر میں دکھائی دیا تھا۔ ہم اس کا تعاقب کرتے ہوئے لڑکال پہنچے.... اندھیرا ہوگیا تھا۔ اچانک وہ بھوت نمودار ہوا.... حمید بے ہوش ہوگیا تھا۔ ...

...ے پر لاد کر بھاگا.... لیکن میں تنہا تو نہیں تھا۔ میجر اکرام میرے ہی کچھ آدمی وہاں موجود ...نہوں نے میرے پروگرام کے مطابق اس بھوت پر ایک تجربہ کیا.....!''

فریدی خاموش ہو کر سگار سلگانے لگا۔ میجر اکرام اسے عجیب نظروں سے دیکھے جارہا تھا۔

''ہاں تو میجر اکرام!'' وہ کچھ دیر بعد بولا۔ ''بھوت میرا تعاقب کر رہا تھا اور میرے آدمی ...ے پیچھے تھے! انہوں نے اس پر لکڑی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے پھینکے تھے۔ بھوت ...ہو گیا۔ صبح کو وہ ٹکڑے تلاش کئے گئے جو صحیح وسالم حالت میں ملے.....!'' فریدی پھر ...ش ہو گیا اور حمید نے مضطربانہ انداز میں پہلو بدل کر کہا۔ ''تو وہ سرخ لکیریں!''

''جادو کی لکیریں نہیں تھیں..... محض اس لیے بنائی گئی تھیں کہ بعد میں انہیں تلاش کرنے ...شواری نہ ہو.... ان ٹکڑوں کو صحیح وسالم مل جانے پر میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ وہ بھوت ...ان کونڈکٹر آف ہیٹ قسم کی اشیاء سے مار کھا سکتا ہے..... لہٰذا تمہیں سن کر ہنسی آئے گی ...رات میں نے اسے ڈنڈے سے مار گرایا....!''

''نہیں....!'' میجر اکرام بوکھلا کر کھڑا ہو گیا۔

''بیٹھو.... بیٹھو.....!'' فریدی نے ریوالور نکال کر اس کا رخ میجر اکرام کی طرف کرتے ...کہا۔ ''تم اب..... دو بیویوں کا ذکر چھیڑ کر کیپٹن حمید کی ہمدردیاں حاصل نہ کرسکو گے۔ شاہد جمیل زندہ گرفتار ہوا ہے!''

''خداوندا....!'' میجر دھڑام سے کرسی پر گر گیا۔

''اٹھو.... اور.... میرے ساتھ لڑکال جنگل چلو.....!''

''کک.... کیوں.... میں.... نن.... نہیں....!''

''گٹ اپ!''

''مم.... کک.... کبھی لڑکال جنگل نہیں گیا.....!''

''تو پھر بتاؤ؟ پروفیسر زیدان کہاں قید ہے!''

''شاہد سے پوچھو.... میں کچھ نہیں جانتا....!''

''شاہد کہتا ہے کہ تم جانتے ہو....!''

''جھوٹا ہے..... دغا باز ہے..... مجھ سے صرف اتنا قصور سرزد ہوا ہے کہ کلب کی عمارت

میں اس دوہرے ڈرامے کی اجازت دے دی تھی!''

''میں نہیں سمجھا.....!''

''شاہد غزالی کے گہرے دوستوں میں سے تھا۔ اس نے ہی اس دوہرے ڈرامے اسکیم بنائی تھی لیکن غزالی کو اس کا علم نہیں تھا کہ حقیقتاً کیا ہونے والا ہے۔''

''دوہرے ڈرامے سے کیا مراد ہے!''

''دراصل پروفیسر کو غزالی اور پروفیسر کے اسسٹنٹ نے بیوقوف بنایا تھا۔ پر ہے ہی بیوقوف قسم کا آدمی پبلسٹی کے لالچ میں اس فراڈ پر بھی آمادہ ہو گیا تھا۔ اسسٹنٹ اور غزالی نے اس سے کہا تھا کہ وہ اسٹیج پر آ کر صرف اس رقص کا اعلان کر رقص کا انتظام وہ لوگ خود کر لیں گے۔ اسکیم یہ تھی کہ پروجیکٹر کے ذریعے بھوت کے فلم اس طرح دکھائی جائے کہ لوگ دھوکہ کھا جائیں۔ شاہد اس کی آڑ میں کچھ اور کر تھا..... جیسے ہی پروفیسر نے رقص کا اعلان کیا بھوت نمودار ہو گیا اور اندھیرے میں پر ایسا انجکشن دے دیا گیا جس سے وقتی طور پر اس کا دماغ الٹ جائے۔ اس کے بعد گیا تھا کہ وہ تینوں آدمی ختم کر دیئے جائیں جو پروجیکٹر اور فلم والے راز سے واقف تھے بدخشانی کو بھی شاید اس کا علم تھا اس لیے وہ بھی ماری گئی..... میں قطعاً نہیں جانتا تھا کہ مار ڈالے جائیں گے..... ورنہ کبھی ان لوگوں کا ساتھ نہ دیتا!''

''ان لوگوں سے کیا مراد ہے تمہاری..... کیا شاہد کے علاوہ اور کوئی بھی ہے؟''

فریدی نے میجر اکرام کو تیز نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں..... آں..... شاہد کا نیا بزنس پارٹنر جس نے اس کے بزنس میں بہت منافع پر ایک بڑی رقم لگائی ہے!''

''وہ کون ہے.....؟''

''ایم..... فرینک..... ایک غیر ملکی، خود کو اینگلو جاپانی کہتا ہے..... خدوخال چینیوں ہیں..... لیکن اتنا لمبا چینی یا جاپانی میری نظروں سے نہیں گزرا، بے حد دبلا پتلا ہے مگر طاقت کا اندازہ اسی سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس نے غزالی جیسے جوان کو ہاتھوں پر اٹھا میں پھینک دیا تھا!''

''کہاں رہتا ہے!''

''شاہد نے اپنی کوٹھی کا ایک حصہ اسے رہنے کو دے دیا.....!''

زیدی نے حمید کی طرف دیکھ کر کہا۔ ''کور کرو.....!''

حمید نے اپنا ریوالور نکال کر میجر اکرام کی طرف تان لیا اور فریدی اٹھ کر باہر چلا گیا!

میجر اکرام کا پورا جسم کانپ رہا تھا۔ حمید نے ہنس کر کہا۔ ''مجھے حیرت ہے کہ تم جیسے ڈرپوک آدمی کو انہوں نے اپنا ساتھی کیسے بنا لیا تھا۔''

''مم..... میں..... ڈرپوک نہیں ہوں..... اپنی حماقت پر پچھتا رہا ہوں!''

''کیسی حماقت.....!''

''لالچ میں ان لوگوں کے جال میں پھنس گیا..... فرینک کا کہنا تھا کہ کچھ دن شہر والوں کو خوفزدہ کرنے کے بعد دولت مندوں کی تجوریاں خالی کرنا شروع کر دیں گے!''

''کیوں؟..... یہی تھی نا اسکیم.....؟''

''ہاں..... یہی بات ہے؟''

اتنے میں فریدی واپس آ گیا۔ اس کے ساتھ دو آدمی تھے! حمید نے انہیں پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ گھنی ڈاڑھی اور مونچھوں نے آدھے چہرے بالکل ڈھک لیے تھے۔

ایک نے آگے بڑھ کر میجر اکرام کے ہتھکڑیاں لگا دیں۔

''وارنٹ.....!'' میجر نے خود کو سنبھالتے ہوئے مطالبہ کیا۔

''فکر نہ کرو..... عدالت میں مجھ سے نپٹ لینا۔'' فریدی بولا۔

میجر اکرام باہر لایا گیا اور وہ دونوں آدمی اسے ایک جیپ میں بٹھا کر کہیں لے گئے۔

''حمید صاحب..... اب بہت محتاط رہنا۔'' فریدی نے لنکن میں بیٹھتے ہوئے کہا۔

''کیوں.....؟ کوئی خاص بات!''

''کیا تم نے میجر اکرام کا بیان کردہ فرینک کا حلیہ بغور نہیں سنا تھا!''

''سنا تھا..... پھر.....!''

''وہ سنگ ہی کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا!''

''نہیں.....'' حمید اچھل پڑا۔

''زیرو لینڈ کی تحریک کے اب صرف دو بڑے باقی بچے ہیں۔ تھریسیا اور سنگ ہی!''

''تو اب ہم کہاں جا رہے ہیں......!''

''میرا خیال ہے کہ جہاں کہیں بھی جا رہے ہیں وہاں کچھ بھی ہاتھ نہ آئے گا کیونکہ اگر سنگ ہی ہے تو پل پل کے حالات سے باخبر ہوگا...... پھر بھی شاہد کی کوٹھی تک تو چلنا ہی ہے!''

گاڑی کوٹھی سے تھوڑے فاصلے پر رکی تھی۔

''شاہد کے گھر میں اور کون رہتا ہے......؟''

''کوئی بھی نہیں! مطلب یہ کہ وہ غیر شادی شدہ ہے۔ صرف ملازمین ہی ہوں گے ظاہر ہے کہ وہ ایم۔ فرینک بھی تنہا ہی ہوگا!''

وہ دونوں گاڑی سے اتر کر کوٹھی کی طرف بڑھے۔

پھاٹک پر چوکیدار موجود تھا...... اور پائیں باغ میں گہرا اندھیرا تھا۔

''کیا فرینک صاحب موجود ہیں!'' فریدی نے اس سے پوچھا۔

''موجود ہے...... کیوں......؟''

''ملنا ہے......!'' کہہ کر فریدی نے اس کی کنپٹی پر ایک ہاتھ رسید کر دیا...... حمید ہوشیار تھا۔ اس نے اسے گرنے سے پہلے ہی سنبھال لیا۔ وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔

اسے اٹھا کر ایک طرف ڈال دیا گیا اور وہ دونوں کمپاؤنڈ میں داخل ہوئے، سامنے تمام کھڑکیاں تاریک تھیں۔

وہ عمارت کے قریب پہنچ کر سن گن لیتے پھر رہے تھے۔ جب عقبی حصے کی طرف پہنچے کچھ کھڑکیوں میں روشنی نظر آئی۔ وہ روشنی کی زد سے بچ کر آہستہ آہستہ آگے بڑھتے رہے اور پھر ایک کھڑکی کے قریب پہنچ کر انہوں نے جو کچھ اندر دیکھا انتہائی مضحکہ خیز تھا۔

سنگ ہی بستر پر بیٹھا ایک عورت کو گدگدا رہا تھا اور وہ اس پر بے تحاشہ دوہتھڑ چلا رہی تھی! کبھی کبھی گالیاں بھی دینے لگتی تھی۔

وہ آگے بڑھے تو دروازہ بھی کھلا نظر آیا۔ دونوں نے ریوالور نکالے اور کمرے میں گھس پڑے لیکن دوسرے ہی لمحے میں ریوالور والے ہاتھوں پر قیامتیں ٹوٹیں اور ریوالور دور جا پڑے دروازے کی دونوں اطراف میں چھپے ہوئے دو آدمیوں نے ٹامی گنوں کے دستے

دونوں پر مارے تھے اور ٹامی گنیں پھر سیدھی ہو گئی تھیں۔

''خوش آمدید...... کرنل فریدی!'' سنگ ہی بستر سے اٹھتا ہوا بولا۔ ''لیکن تم جیسے مہذب اور شائستہ آدمی سے اس کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی کہ اس طرح دڑانہ میری خلوت میں دخل اندازی کرو گے!''

''اگر تم نے برا مانا ہے تو یہ لو چلے جاتے ہیں۔'' فریدی نے طنزیہ سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

''اب اس نعمت غیر مترقبہ کو کون ہاتھ سے جانے دے گا... بیٹھو......!''

اس نے بستر کی بائیں بائیں جانب والی کرسیوں کی طرف اشارہ کیا..... اور ہنس کر بولا......! ''میں جانتا تھا کہ تم ضرور آؤ گے...... اور یہ سمجھ کر آؤ گے کہ اب میں ہاتھ نہیں آؤں گا...... پھر بھی دیکھ لینے میں کیا حرج ہے......!''

''تم ٹھیک کہتے ہو......!'' فریدی اس کی بتائی ہوئی کرسی پر بیٹھتا ہوا بولا۔

حمید کو اس کے اس رویے پر حیرت ہو رہی تھی...... بالکل ایسا لگ رہا تھا...... جیسے وہ محض ملاقات کی خاطر یہاں آیا ہو۔

ان کے ریوالور ٹامی گنوں والوں میں سے ایک نے اپنے قبضے میں کر لیے تھے اور اب دونوں ٹامی گنیں ان کی طرف اٹھی ہوئی تھیں۔

''کرنل فریدی! جب شاہد نے میجر اکرام کو پکارا تھا۔ اسی وقت میں سمجھ گیا تھا کہ تم میجر اکرام سے نپٹنے کے بعد ادھر ضرور آؤ گے۔ بھلا بتاؤ تو اس نے میجر اکرام کو کیوں پکارا تھا جبکہ وہ وہاں موجود نہیں تھا!''

''غالباً اس نے آگاہ کیا تھا کہ میجر اکرام ہی سے مجھے سب کچھ معلوم ہو سکے گا اور اس نے انتقاماً ایسا کیا تھا، کیونکہ اسے علم نہیں تھا کہ وہ برقی لباس کسی مرحلے پر خود اسے راکھ کا ڈھیر بنا دے گا!''

''واقعی بہت ذہین ہو!'' سنگ ہی نے بڑی سنجیدگی سے کہا اور پھر دفعتاً ہنس کر بولا......

''وہ ایک حیرت انگیز لباس ہے...... اگر تم توپ سے بھی اس پر فائر کرو تو گولے کو واپس پلٹانے کے لیے اس سے جو برقی رو خارج ہوگی وہ آس پاس بھی تباہی پھیلا دے گی۔ تم

دیکھ ہی چکے ہو کہ تمہارے برآمدے کا ایک ستون کس طرح ضائع ہوا تھا..... اتنی انرجی
کے گولے کا تصور کرو..... جتنا وزنی وہ ہو گا۔ اتنی ہی زیادہ انرجی خارج ہو گی اور میلوں
تباہی پھیل جائے گی ..... لیکن کرنل فریدی تم نے اسے ڈنڈے سے مار گرایا..... تم جیسا
آج تک میری نظر سے نہیں گزرا.....!''

''شکریہ.....!'' فریدی نے مسکرا کر کہا۔ ''غالباً تم نے کسی خاص موقعے کیلئے اس لباس
کوئی غلط استعمال بھی بتا دیا تھا۔ اس یقین دہانی کے ساتھ کہ وہ شاہد کیلئے سود مند ہو گا!''

''کتنی بار تمہاری ذہانت کا اعتراف کروں کرنل فریدی..... ہاں میں نے اسے ایک
مخصوص بٹن کے بارے میں غلط فہمی میں مبتلا رکھا تھا کہ اگر کسی موقع پر وہ اس طرح گھر جائے
کہ نکلنے کی راہ نہ ملے تو وہ اس بٹن کو دبا دے..... لباس فوری طور پر اسے آسمان پر اڑا لے
جائے گا..... پھر جہاں چاہے وہ ایک اور بٹن دبا کر نیچے آ سکتا ہے..... دراصل وہی بٹن لباس
کو صاحب لباس سمیت راکھ کا ڈھیر بنا سکتا ہے۔ لہٰذا جب شاہد کو یہ معلوم ہوا کہ اس سلسلے
میں اسے دھوکہ دیا گیا تھا..... تو اس نے تمہیں میجر اکرام کا نام بتا دیا.....!''

''اور وہ لباس تم نے شاہد کے حوالے محض اسی لیے کیا تھا کہ وہ شہر میں حماقتیں کرتا
پھرے..... اور تمہیں اس طرف سے بھی اطمینان ہو جائے کہ اسے بے اثر کر دینے کے لیے
ہم کوئی تدبیر کر سکتے ہیں یا نہیں.....!''

''بالکل یہی بات تھی میرے دوست..... میں اس لباس کی اس خامی سے واقف تھا کہ
لکڑی یا کسی دوسرے نان کونڈکٹر آف ہیٹ سے اسکی خصوصیات ختم کی جا سکتی ہیں..... دراصل
شاہد سے کچھ حماقتیں بھی سرزد ہوئیں..... وہ خواہ مخواہ اس چکر میں پڑ گیا تھا..... کہ پروفیسر ہی
اس برقی بھوت کی پیدائش کا ذمہ دار ٹھہرایا جائے اور پولیس اس کی تلاش میں سرگرداں
رہے..... اس سلسلے میں اس سے بہتیری حماقتیں سرزد ہوئیں..... بے چارے پروفیسر کی ڈاڑھی
مونچھ تک صاف کرا دی لیکن مجھے اس کا افسوس ہے کہ پروفیسر ہمیشہ کے لیے گونگا ہو گیا..!!
اس وقت بھی اسی عمارت کے ایک کمرے میں موجود ہے... میں خواہ مخواہ کسی کو بھی جان سے
نہیں مارتا۔ ان تینوں اموات کا ذمہ دار بھی شاہد ہی تھا۔ میں تو برہمچاری ہو گیا ہوں۔''

چند لمحے خاموش رہ کر اس نے بستر پر بیٹھی ہوئی، خوفزدہ عورت کی طرف دیکھ کر بولا۔

''ان حرامزادیوں کی وجہ سے شہر آنا پڑتا ہے..... ورنہ میں تو جنگل ہی میں پڑا رہوں..... خیر
ہاں تو کرنل فریدی..... اب تم ہاتھ آ ہی گئے ہو تو مسئلہ بھی حل ہو جائے!''

''کون سا مسئلہ.....!''

''زیرو لینڈ کی دو بڑی خواتین کی واپسی..... تمہارے علاوہ اور کسی کو علم نہیں کہ انہیں
کہاں قید کیا گیا ہے..... لہٰذا اب تم مجھے بتاؤ گے کہ وہ کہاں قید ہیں!''

''تو تمہارا یہ بھوت جیل خانوں میں گھستا پھرتا!''

''یقیناً پچھلی رات میں نے اسے سنٹرل جیل کی طرف بھیجا تھا۔ سارے پہریدار بھاگ
کھڑے ہوئے تھے اور کسی نے بھی اس پر فائر کرنے کی ہمت نہیں کی تھی..... اس طرح شاہد
اپنے دل سے پولیس کا خوف بھی دور کرنا چاہتا تھا تاکہ اطمینان سے لوگوں کی تجوریاں صاف
کر سکے۔ احمق کہیں کا..... وہ اسے سچ سمجھا تھا کہ میں کوئی معمولی لٹیرا ہوں!''

فریدی اپنی گردن کھجا رہا تھا..... اس نے سنگ سے کہا۔ ''تو تم مجھے بے بس سمجھتے
ہو..... ان کے آگے!''

اس کا ہاتھ دونوں مسلح آدمیوں کی طرف پھسل گیا اور سنہری چنگاریوں کی پھوار سی ان
پر پڑی..... دونوں کے چیتھڑے اڑ گئے اور پھر وہی ہاتھ دوسری جانب کود گیا۔

''ہوشیار سنگ۔'' فریدی نے للکارا..... ''اس کے سامنے تمہارا سنگ آرٹ نہیں چلے
گا..... کیونکہ ان چنگاریوں کے انتشار کے نظام میں ایسی تبدیلی بھی کی جا سکتی ہے کہ پورا کمرہ
چنگاریوں سے بھر جائے!''

سنگ نے اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیئے..... اور بستر پر بیٹھی ہوئی عورت سے بولا۔
''دیکھا حرامزادی..... محض تیرے لیے جنگل سے یہاں آیا تھا..... اب میری چٹنی بن جائے
گی۔ ارے تمہاری تو نسل ہی غارت کر دینی چاہیئے.....!''

سنگ اس طرح اسے گالیاں دے رہا تھا..... کہ حمید کو ہنسی آ گئی۔

''تم کیا ہنس رہے ہو..... تم تو مجھ سے بھی زیادہ حرامی ہو.....!'' سنگ نے حمید سے کہا
اور اسے بھی ننگی گالیاں دینے لگا۔

بس پھر کیا تھا۔ حمید کھوپڑی سے آؤٹ ہو کر اس پر ٹوٹ پڑا۔ فریدی چیختا ہی رہ گیا

تھا.....لیکن کون سنتا ہے۔

اب پوزیشن یہ تھی کہ سنگ جونک کی طرح حمید سے چمٹ گیا تھا اور اس کی پشت فریدی کی طرف کئے ہوئے الٹے پاؤں دروازے کی طرف بڑھتا جا رہا تھا۔

''ٹھہرو سنگ.....!'' فریدی بے بسی سے کہتا رہا۔''اسے چھوڑ دو..... میں تمہیں نکل جانے دوں گا۔'' لیکن دوسرے ہی لمحے میں حمید اچھل کر اس پر آ رہا اور سنگ نے باہر نکل کر بڑی پھرتی سے دروازہ بولٹ کر دیا اور باہر سے ہانک لگائی۔''کرنل فریدی جتنی دیر میں تم دروازہ توڑو گے میں فضا میں تحلیل ہو چکا ہوں گا!''

اس کے بعد اچانک عورت چیخنے لگی اور فریدی نے اسے ڈانٹ کر خاموش کر دیا پھر حمید سے تلخ لہجے میں بولا۔''چلئے اب دروازہ توڑیئے بڑے عقلمند بنتے ہیں.....ایڈیٹ.....!''

حمید کسی کثیر العیال بیوہ کی طرح خود کو اس بھری پری دنیا میں بالکل تنہا محسوس کر رہا تھا۔

اچانک فریدی نے اسی الیکٹرونک پسٹل سے جو اس کے کوٹ کی آستین میں چھپا تھا۔ دروازے پر فائر کیا اور دروازہ چور چور ہو کر بکھر گیا لیکن لا حاصل.....سنگ شاید سچ مچ ہوا میں تحلیل ہو گیا تھا۔

دوسری صبح لڑکال جنگل مسلح فوجیوں کے بھاری بھر کم قدموں کی آواز سے گونج رہا تھا۔

فریدی نے پچھلے دن جھیل کے جس ٹیلے کی نشاندہی کی تھی اس کے اندر جیر اللہ شاستری کی زیر زمین دنیا کے تین کمرے صحیح سالم حالت میں ملے یہاں دس غیر ملکی موجود تھے جنہیں گرفتار کر لیا گیا۔ ڈوروتھی میکا بر بھی ان میں شامل تھی۔

پروفیسر زیدان شاہد جمیل کی کوٹھی ہی سے برآمد ہوا اور سنگ کے بیان کے مطابق وہ نہ صرف گونگا ہو گیا تھا بلکہ اس پر استعمال کیے جانے والے زہروں نے کچھ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت بھی چھین لی تھی۔

ختم شد

جاسوسی دنیا نمبر 112

زردِ فتنہ

(دوسرا ناول)

پیشرس

زرد فتنہ ملاحظہ فرمائیے، یہ سنگ ہی کی کہانی ہے اس کے سلسلے میں بے شمار تجاویز موصول ہوئی تھیں بہرحال دیکھئے کہ اس کی واپسی کس حد تک آپ کی دلچسپیوں میں اضافہ کر سکتی ہے۔ سنگ بلاشبہ ایک بڑا مجرم ہے اور خود کو اچھا آدمی نہیں کہتا لیکن اسی کہانی میں آپ کو ایسے مجرم بھی ملیں گے جو اپنے جرائم کو جرائم نہیں سمجھتے۔ ملک وقوم کی شہ رگ پر نشتر زنی بھی کرتے ہیں اور نیک نام بھی بنے رہتے ہیں۔ ''بڑے آدمی'' کہلاتے ہیں حالانکہ بڑا آدمی صرف وہ ہے جس کی تگ ودو صرف اپنی ہی ذات کے لیے نہیں ہوتی۔ اگر مال دار ہوتا ہے تو خود کو ایک ''چوکیدار'' سے زیادہ نہیں سمجھتا۔ اس مال کا چوکیدار جو دراصل اللہ کی ملکیت ہے اور اسے اللہ کے بتائے ہوئے طریقوں سے صرف کرتا ہے۔

ہم جو کچھ بھی حاصل کرتے ہیں اللہ کی زمین ہی سے تو حاصل کرتے ہیں اور اس پر ہمارے حقوق صرف اسی حد تک ہوتے ہیں جو اللہ نے مقرر کر دیئے ہیں۔

آپ کہیں گے آخر میں اس تفریحی کتاب میں وعظ ونصیحت کے دفتر کیوں کھول بیٹھا لیکن یہ باتیں اس کہانی سے ہٹ کر نہیں ہیں اس کا مرکزی خیال یہی ہے۔ اس میں آپ کو ایسے لوگ ملیں گے جو ملک وقوم کا حق چوری چوری غیروں کی تحویل میں دے دیتے ہیں اور پھر ایک تیسرے آدمی کے ہاتھوں ذلیل وخوار ہو کر اپنی سزا کو پہنچتے ہیں۔

اس میں آپ یہ بھی دیکھیں گے کہ بسا اوقات مجرموں کے پیدا کردہ حالات کی بناء پر خود قانون کے محافظوں کی پوزیشن خطرے میں پڑ جاتی ہے اور ان کے خلاف شکوک وشبہات کے طومار بندھ جاتے ہیں۔

فریدی ایسی ہی دشواری سے کس حد تک عہدہ برآ ہوتا ہے۔

حمید کی چوہیا کی واپسی کے تقاضے بھی عرصے سے ہو رہے ہیں لیکن اب یہ پرانی بات ہوئی اس کی واپسی سے شاید آپ زیادہ محظوظ نہ ہو سکیں اس کی جگہ اس سے بھی زیادہ دلچسپ جانور کے ساتھ حمید صاحب تشریف لائے ہیں اور آئندہ بھی آپ اس جوڑے کے کرتبوں سے محفوظ ہو سکیں گے۔

پیشرس کے سلسلے میں فرمائشات آتی رہتی ہیں کہ اسے بھی دلچسپ ہونا چاہیے۔ درحقیقت یہ آپ کے جواب طلب دلچسپ خطوط ہی کے سہارے دلچسپ ہوا کرتا تھا اور پھر کبھی دل چاہتا ہے کہ آپ بعض معاملات پر سنجیدگی سے غور کریں۔ زندگی محض ہنسی خوشی کا کھیل نہیں ہے یہ اور بات ہے کہ میں ہنسی کھیل ہی کے ذریعے آپ کو زندگی کے حقائق سے قریب تر لانے کی کوشش کرتا ہوں۔

ابنِ صفی

۱۶۔۸۔۷۱

پراسرار عینک

قاسم نے ہزاروں بار تہیہ کیا تھا کہ حمید کے سائے سے بھی دور رہے گا لیکن کبھی اس
عمل نہ کر سکا۔ حمید کی شکل دیکھتے ہی عجیب سی ہیجانی کیفیت میں مبتلا ہو جاتا اور اس سے ا
وقت تک چھٹکارا نہ پا سکتا جب تک کہ مل بیٹھنے کا موقع نصیب نہ ہوتا۔

آج بھی یہی ہوا.....نیاگرا کے سوئمنگ پول کے قریب دونوں نے ایک دوسرے
دیکھا لیکن قاسم کو حمید کے انداز میں کچھ بیگانگی سی نظر آئی بالکل ایسا لگا جیسے وہ اسے نظرانداز
کرنا چاہتا ہو۔

حمید بھی تنہا ہی تھا! اگر کسی لڑکی کی ہم جلیسی کی بنا پر اس نے قاسم کے ساتھ یہ رویہ
رکھا ہوتا تو اسے ذرہ برابر بھی حیرت نہ ہوتی۔

اس نے سر ہلا کر معمولی سی شناسائی تک کا اعتراف کرنا گوارا نہ کیا۔

آخر کیوں؟ قاسم سوچنے لگا۔ ماضی قریب میں ان کے درمیان کسی قسم کی کوئی تلخی
پیدا نہ ہوئی تھی..... پھر کیا بات تھی۔

سوئمنگ پول میں بھی اس وقت صرف مرد ہی نظر آ رہے تھے۔ دور دور تک کسی لڑکی
پتہ نہیں تھا۔

قاسم الجھن میں مبتلا ہو گیا۔ پھر اس نے سوچا کہیں پول میں تیرنے والوں میں سے کسی
نگرانی نہ کر رہا ہو لیکن وہ پول کی طرف دیکھ ہی کب رہا تھا اس کی تو پشت تھی پول کی جانب!
اس کی اور قاسم کی میز کے درمیان تین خالی میزیں حائل تھیں۔

وہ کچھ دیر تک تو حمید کی یہ کج ادائی برداشت کرتا رہا تھا پھر اپنی جگہ سے اٹھا اور اس کی
پشت پر پہنچ کر بولا۔ ''عینک لگاؤ اغر مجھ جیسا پہاڑ تم کو نظر نہیں آتا۔''

''اوں......ہوں......!'' حمید چونک پڑا لیکن اس بار بھی قاسم نے اس کی آنکھوں میں
اپنے لیے اجنبیت ہی سی محسوس کی۔

''نخرے کیوں کر رہے ہو۔'' قاسم جھنجھلا گیا۔

حمید نے پہلے تو اسے قہر آلود نظروں سے دیکھا۔ پھر اچانک اسکی آنکھیں مغموم سی ہو کر
رہ گئیں۔ طویل سانس لے کر اس نے جیب سے نوٹ بک نکالی اور ایک سادہ صفحے پر لکھنے
لگا۔

''مجھ پر رحم کرو.....میں بیمار ہوں.....ڈاکٹر نے بولنے کی ممانعت کر دی ہے۔''

قاسم نے جھک کر اسے پڑھا اور سامنے والی کرسی پر بیٹھتا ہوا بولا۔ ''بیمار ہو تو یہاں
کیوں دھرے ہوئے ہو۔''

حمید نے پھر لکھا: ''زبان کی بیماری ہے.....ویسے اللہ کا فضل ہے۔''

''اور اغر قوئی لونڈیا ٹکرا گئی تو.....!'' قاسم آنکھیں نکال کر غرایا۔

''میں اس سے بھی معافی مانگ لوں گا۔'' حمید نے لکھا۔

''اے جاؤ مر گئے معافی مانگنے والے۔'' قاسم نے اس کے چہرے کی طرف انگلی اٹھا
کر کہا۔ ''تم مافی مانگو گے لونڈیا سے......!''

حمید نے نوٹ بک بند کر کے اس کے آگے ہاتھ جوڑ دیئے.....اور قاسم کی ہی ہی ہی
نما حلق سے آزاد ہونے لگی۔

ایک بار حمید نے پھر نوٹ بک نکالی اور لکھنے لگا۔ ''اگر عیش ہی کرنا چاہتے ہو تو چلو
میرے ساتھ۔ فی الحال اس چکر میں نہ پڑو کہ میں تمہیں کہاں لے جاؤں گا۔''

قاسم تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر سر ہلا کر بولا۔ ''اچھی بات ہے.....چلو.....لیکن یاد رکھو

اغر میرے ساتھ کوئی چار سو بیس ہوئی تو اچھا نہ ہوگا۔"

حمید اس طرح سر کو جنبش دے کر اٹھ گیا جیسے اس سے سو فیصد متفق ہو۔

باہر نکل کر قاسم نے اس سے پوچھا۔ "میری گاڑی سے چلو گے یا اپنی گاڑی سے!"

جواب میں حمید نے اپنی انگلی اس کے سینے پر رکھ دی۔

"ڈاکٹر بھی سالا چغد ہی معلوم ہوتا ہے جس نے ہوں ہاں کرنے سے بھی منع قر دیا ہے۔" قاسم بڑبڑایا۔

حمید صرف ٹھنڈی سانس لے کر رہ گیا۔ اس پر قاسم نے اور بھی زیادہ جھلا کر پوچھا۔ قیا سالے نے ہنسنے سے بھی منع قر دیا ہے۔"

حمید کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور قاسم کو سنجیدہ ہو جانا پڑا.... بہر حال وہ دونوں رولز میں بیٹھے۔

قاسم سچ مچ اس کے لیے فکر مند تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کس طرح اظہار ہمدردی کرے۔ اسے لکھنے کی تکلیف بھی نہیں دینا چاہتا تھا۔ لہٰذا کچھ دیر بعد اس نے بڑبڑانا شروع کر دیا۔ "یہ ڈاکٹر بھی بات کا بتنگڑ بنا دیتے ہیں۔ تمہاری زبان میں آبلہ وابلہ پڑ گیا گا۔ بولنے ہی کو منع قر دیا.... اے بولنے سے تو پیٹ کی گرمی نکلتی ہے.... میری خالہ اماں دس منٹ بھی کھاموش رہیں تو ان کے معدے میں آگ لگ جاتی ہے اس لیے وہ بس بولتی رہتی ہیں۔"

حمید نے جیب سے نوٹ بک نکال کر اس پر لکھا۔ "مجھے خوشی ہے کہ میں تمہارا خالہ نہیں ہوں۔"

قاسم نے زور دار قہقہہ لگایا اور بولا۔ "خوشی تو مجھ تو بھی ہے کہ میں خود ہی اپنا خالہ نہیں ہوں.... اگر ہوتا تو جانتے ہو قیا ہوتا!"

حمید نے مسمی صورت بنا کر سر کو منفی جنبش دی۔ اس پر قاسم بولا۔ "میرے دماغ کی گرمی قبھی نہ نقل سکتی۔!"

حمید اشارے سے اسے دائیں بائیں مڑنے کی ہدایات دیتا جا رہا تھا۔

دفعتاً قاسم بولا۔ "اے یہ کہاں لیے جا رہے ہو۔ ادھر تو میں قبھی نہیں آیا۔"

حمید کچھ نہ بولا.... اس بار اس نے کچھ لکھا بھی نہیں!

آخر ایک جگہ رکنے کا اشارہ کر کے مسکرایا۔ قاسم نے گاڑی روک دی سڑک کے کنارے بہر گاڑی روکی گئی تھی۔ ایک بڑی تین منزلہ عمارت تھی.... اوپر کی منزلوں میں بے شمار فلیٹ تھے.... اور نچلا حصہ بناوٹ کے اعتبار سے بھی منقسم نہیں معلوم ہوتا تھا۔

دونوں گاڑی سے اتر کر عمارت کی طرف بڑھے۔

نچلی منزل کے بڑے سے پھاٹک پر ایک باوردی ملازم نے ان کا استقبال کیا تھا۔

وہ اندر داخل ہوئے.... تب قاسم کو معلوم ہوا کہ وہ کوئی ریکریئیشن ہال تھا اس کی دانست میں بڑا ریکریئیشن ہال.... اس شہر میں اتنا بڑا شائد ہی کوئی دوسرا رہا ہو۔

فضا میں رقص کی موسیقی بکھری ہوئی تھی اور بے شمار جوڑے رقص کر رہے تھے۔ وہ آگے بڑھے اور اچانک ایک لحیم شحیم عورت بائیں جانب سے قاسم پر جھپٹی۔

"کیا آپ میرے ہم رقص بننا پسند کریں گے۔" اس نے قاسم کو سنبھلنے کا موقع دیئے بغیر سوال کیا۔

قاسم نے بوکھلا کر حمید کی طرف دیکھا اور احمقانہ انداز میں منہ چلانے لگا۔

"جلدی بولیے....!" عورت نے اس کا بازو پکڑ کر کہا۔ "کہیں میری بہن کی نظر آپ پر نہ پڑ جائے!"

"جج.... جی میں کیا بولوں.... ان سے پوچھئے.... قاسم حمید کی طرف مڑا اور اس کے پیروں کے نیچے سے زمین نکل گئی.... کیوں کہ حمید کا کہیں پتا نہ تھا۔

"ارے باپ رے!"

"آپ میری بات کا جواب کیوں نہیں دیتے۔" عورت نے قاسم کو پھر جھنجھوڑا۔

"جج.... جی.... وہ میرا.... میرا ساتھی!"

"جہنم میں جھونکیے ساتھی کو.... میں آپ کی ساتھی ہوں!"

"وہ تو ٹھیک ہے.... لیکن مجھے ناچنا نہیں آتا......!"

"میں سکھا دوں گی!" اس نے قاسم کے دونوں ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا اور اسے رقاصوں کی بھیڑ کی طرف کھینچنے لگی۔

قاسم بری طرح بوکھلایا ہوا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی لمحے بھی لڑکھڑا کر گر پڑے رہے گا۔

بہر حال وہ اس عورت کے ساتھ لڑھکتا پھر رہا تھا.....!

''آپ بہت جلد سیکھ لیں گے!'' عورت اس سے بولی۔

''ہوں...... ہوں.....'' قاسم اُڑے اُڑے ذہن کے ساتھ بولا۔ ''جی غاں بالکل!''

''پانچ سال بعد میں ناچ رہی ہوں!''

''قیوں..... پانچ سال!''

''پانچ سال تک کوئی ہم رقص ملا ہی نہیں..... جھینگر جیسے لوگوں کے ساتھ کون ناچے؟''

قاسم کچھ کہنے ہی والا تھا کہ دفعتاً ایک لمبی تڑنگی عورت نے اس پر یلغار کی۔ اس ہم رقص کو دھکا دے کر الگ کیا اور اس کے ہاتھ خود تھام لیے۔

پہلی دوسری پر بھوکی شیرنی کی طرح جھپٹی تھی.....!

''یہ کیا حرکت ہے......!''

''کتنی دیر سے ناچ رہی ہو۔ کیا صرف اپنے نام الاٹ کرا لیا ہے۔'' دوسری نے غصیلے لہجے میں کہا۔

وہ دونوں جھگڑا کر رہی تھیں اور قاسم حیرت سے آنکھیں پھاڑے انہیں گھورے جا رہا تھا۔

پہلی کی عمر پچیس کے لگ بھگ رہی ہوگی اور دوسری بیس بائیس سال سے زیادہ نہیں تھی۔ نقوش دونوں کے دل کش تھے اور ان کے درمیان کسی قدر مشابہت بھی پائی جاتی تھی۔

قاسم کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب اسے کیا کرنا چاہیے۔ حمید کی تلاش میں چاروں طرف نظر دوڑانے لگا۔ لیکن وہ کہیں نہ دکھائی دیا۔

ایک دراز قد دبلا پتلا بوڑھا آدمی ان کی طرف تیزی سے چلا آ رہا تھا اس کے سر اور بھنووں کے بال سفید تھے۔

''یہ کیا ہو رہا ہے۔'' اس نے قریب پہنچ کر ان دونوں کو مخاطب کیا۔

دونوں نے بیک وقت بولنا شروع کر دیا..... اور اچانک قاسم پر منکشف ہوا کہ وہ بوڑھا ان دونوں کا ڈیڈی ہے۔

قاسم کو ہنسی آ گئی..... اور بوڑھا چونک کر اسے گھورتا ہوا بولا۔ ''آپ ہنس کیوں رہے ہیں جناب!''

''قدرت کی ظریف ستمی پر ہنس رہا ہوں!''

''یہ کیا چیز ہوتی ہے......!'' اس نے خشک لہجے میں پوچھا۔

''مطلب یہ کہ..... وہ جو ہوتی ہے..... یعنی کہ آپ ان دنوں کے ڈیڈی ہیں۔ بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر!''

''غالباً آپ قدرت کی ستم ظریفی کہنا چاہتے تھے۔''

''جی غاں..... وہی وہی!''

''وہ دونوں بدستور تو تو میں میں کیے جا رہی تھیں.....!''

بوڑھے نے قاسم کا ہاتھ پکڑ کر کہا..... ''آیئے میرے ساتھ..... ان دونوں کا تو دماغ خراب ہو گیا ہے!''

''م.... مگر۔''

''کچھ نہیں..... پہلے انہیں طے کر لینے دیجیے کہ کون کتنی دیر تک آپ کے ساتھ ناچے گی۔''

وہ اسے ایک کیبن میں لایا۔ دونوں بیٹھ گئے اور بوڑھے نے اس سے کہا۔ ''یہ دونوں ... میرے لیے وبال جان بن گئی ہیں آپ پہلے آدمی ہیں جسے انہوں نے پسند کیا ہے!''

''ارے جی..... ہی ہی ہی..... میں کیا......!''

''نہیں آپ بہت کچھ ہیں..... کیا شادی شدہ ہیں آپ!''

''جھوٹ نہیں بولوں گا..... بیوی ہے تو..... لیکن میرے کام کی نہیں!''

''یہ بہت اچھی بات ہے۔ آپ مجھے اپنا ہمدرد اور دوست پائیں گے! یہ تحفہ قبول کیجیے!''

اس نے کوٹ کی اندرونی جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک عینک نکالی جو عام عینکوں سے مختلف تھی، فریم کی بناوٹ عجیب تھی۔

''ذرا اس عینک کو لگا کر ناچ دیکھیے۔ لطف دوبالا ہو جائے گا!'' اس نے عینک قاسم کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

قاسم نے عینک لگائی اور بوڑھا کیبن کا پردہ ہٹانے لگا۔

"ارے.....ارے.....ارے باپ رے!" قاسم کی زبان سے بے ساختہ نکلا اور اس نے عینک اتاری دی.....سانس پھولنے لگی تھی اور پیشانی پر پسینے کی بوندیں پھوٹ نکلی تھیں۔

"کیوں کیا ہوا....؟" بوڑھے نے مسکرا کر پوچھا۔

قاسم جھینپی جھینپی سی ہنسی کے ساتھ بولا۔ "کیا آپ یہ عینک میرے ہاتھ بیچنا چاہتے ہیں؟"

"تحفتاً پیش کی ہے جناب عالی!"

"تب..... تب تو آپ بے حد حرامی معلوم ہوتے ہیں!"

"اس کے باوجود بھی یہ عینک آپ کو قبول کرنی ہی پڑے گی!"

قاسم ہکلانے لگا۔ "جج..... جی دراصل..... جلدی میں ایسی بے ہودہ بات میری زبان سے نقل غئی.....ورنہ میں تو آپ قا غلام ہوں!"

"کوئی بات نہیں!" وہ قاسم کا شانہ تھپک کر بولا۔ "میں خود بھی اپنے آپ کو بے حرامی سمجھتا ہوں!"

قاسم نے عینک تو کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھی اور ہاتھ جوڑ کر گڑگڑایا۔ "مجھے ماف کر دیجئے.....آپ میرے بزرگ ہیں....!"

"چلو معاف کر دیا!" بوڑھا ہنس پڑا۔



رات کے کھانے کے بعد کیپٹن حمید بیرونی برآمدے میں آ بیٹھا۔ فریدی ابھی تک واپس نہیں آیا تھا۔ لہٰذا اسے اکیلے ہی کھانا پڑا تھا۔

پائپ سلگا کر آرام کرسی پر نیم دراز ہو گیا۔ پانچ منٹ نہیں گزرے تھے کہ پھاٹک پر گاڑی رکی.....اور چوکیدار پھاٹک کھولنے لگا۔

گاڑی کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی اور حمید اٹھ کھڑا ہوا کیونکہ وہ قاسم کی رولز تھی۔

قاسم گاڑی سے اتر کر برآمدے کی طرف بڑھا وہ حمید کو گھورے جا رہا تھا قریب پہنچا تو مسکرا کر بولا۔ "خیریت تو ہے۔"

"ہائے ہائے!" قاسم ہاتھ نچا کر بولا۔ "اب اجازت دے دی سالے ڈاکٹر نے!"

"کہاں کی ہانک رہے ہو!"

"مگر یہ جروری تو نہیں ہے کہ ہمیشہ بے وقوف ہی بنوں..... بیٹا وہ چیز ہاتھ لگی ہے کہ چودہ طبق روشن ہو جائیں غے.....تم نے تو بے قوف ہی بنایا تھا!"

"تم نشے میں تو نہیں ہو! کب کی بات ہے!"

"میں تمہیں ماف کر چکا ہوں.....اس لیے اب بات نہ بڑھاؤ اور اب عیش کرنا چاہتے ہو تو تم خود میرے ساتھ چلو!"

"کہاں؟"

"جہاں جی چاہے۔ قیا پرواہ ہے..... کسی نائٹ کلب.....ہوٹل.....کوئی اور تفریح گاہ..... کہیں بھی.....!"

"یہ بات ہے.....!"

"اور قیا.....!"

"اچھا تو چلو!" حمید اٹھتا ہوا بولا۔

"بالکل نہ ڈرو..... میں تمہیں ماف کر چکا ہوں.... اس بڈھے اور اس کی بیٹیوں کے صدقے میں!"

"کس بڈھے اور اس کی بیٹیوں کی بات کر رہے ہو؟"

"ہاں ٹھیک ہے تم نے تو ایک ہی دیکھی تھی اور کھسک گئے تھے.... ایک اور تھی اس کی..... ہائے ہائے دونوں ہی میری طرح ہمالیہ پہاڑ تھیں.....!"

"کب کی بات کر رہے ہو۔"

"کیا تم نے پی رکھی ہے حمید بھائی!" قاسم یک بیک بیحد سنجیدہ ہو کر حمید کو گھورنے لگا۔

پھر بولا۔ "یار زبان کی بیماری آدمی کو بے ہوش کر دیتی ہے!"

"چلو.....چلو.....راستے میں باتیں ہوں گی۔" حمید اس کا شانہ تھپک کر بولا۔

"ہاں.....جرور..... میں قسم کھاتا ہوں کہ تم سے اس حرکت کا بدلہ نہیں لوں غا!"

حمید طویل سانس لی.....اور دونوں برآمدے سے اتر کر رولز کے قریب آئے۔

"مجھے ڈرائیو کرنے دو.....!" حمید نے کہا۔

"قیوں.....قیا.....میں نے شراب پی رکھی ہے!"

"یہ بات نہیں ہے۔ بس رولز ڈرائیو کرنے کو جی چاہ رہا ہے۔ مجھ جیسا غریب آدمی ا
کی توقع تو رکھ نہیں سکتا کہ کبھی رولز خرید سکے گا!"

"کیوں دل تھوڑا کرتے ہو، حمید بھائی.....!" قاسم نے خلوص سے کہا۔ "دل چاہے
گاڑی تم ہی رکھ لو!"

"ارے نہیں مجھ جیسا غریب آدمی یہ ہاتھی مفت میں بھی نہیں پال سکتا۔"

"اچھا بس اب غریب وریب کی باتیں بند کرو۔ چلو ٹھیک ہے تم ہی ڈرائیو کرو.....!" تھوڑ
دیر بعد وہ گرینڈ کے بال روم میں داخل ہوئے..... گیلری میں انہیں ایک خالی میز بھی نصیب
گئی..... قاسم نے بیٹھتے ہی کھانے پینے کی کچھ چیزوں کا آرڈر دیا۔

"میں کھانا کھا چکا ہوں...!" حمید بولا۔

"فکر نہ قرو..... میں کھاؤں غا...!" قاسم نے رقص کرنے والوں کو للچائی ہوئی نظرو
سے دیکھتے ہوئے کہا۔

کچھ دیر خاموش رہ کر حمید نے کہا۔ "اب دکھاؤ.....کیا دکھانا چاہتے تھے!"

"یہی.....تفریح۔" قاسم نے رقاصوں کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"یہ تو میں تمہاری مدد کے بغیر بھی دیکھ سکتا تھا۔" حمید نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"جو کچھ میں دکھانا چاہتا ہوں!" قاسم ہنس کر بولا۔ "وہ تم خواب میں بھی نہیں د
سکتے.....یہ لو.....عینک لگا کر دیکھو!"

قاسم نے عینک نکال کر حمید کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"اوہ.....!" حمید عینک اس کے ہاتھ سے لے کر اس کا بغور جائزہ لیتا رہا۔ غیر معمول
بناوٹ کی عینک تھی اور اس کا وزن بھی عام عینکوں کے وزن سے کئی گناہ زیادہ معلوم ہوتا تھا۔

"اے تم تو پیڑ گننے لگے.....آم کھاؤ آم.....!" قاسم اس کے شانے پر ہاتھ مار کر بولا۔
ینک لگا کر رقص کرنے والوں کی طرف مڑا۔

"ارے.....ارے.....او.....لاحول ولا قوۃ.....!" اس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں
اتار دی اور قاسم کو پھاڑ کھانے والی نظروں سے دیکھنے لگا۔

"کہاں سے ملی یہ عینک!"

"لاؤ.....ادھر لاؤ.....!" قاسم نے عینک واپس لینے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے
"مزاج ہی نہیں ملتے لاٹ صاحب کے..... میں تو سمجھا تھا کہ دیکھ کر خوش ہوں گے....
بڑے ٹھینگے کو غرض تھی دوڑے آنے کی۔ واہ.....نیکی برباد گناہ لازم.....غراتے ہیں مجھ
آنکھیں دکھاتے ہیں!"

"میں پوچھتا ہوں کہ تمہیں یہ عینک کہاں سے ملی ہے!" حمید نے عینک کوٹ کی اندرونی
ب میں رکھتے ہوئے سخت لہجے میں پوچھا۔

"اے جاؤ۔ تم اسے ہضم نہیں کر سکتے.....ٹھونس کسی اور پر جمانا..... ہڈی پسلی توڑ کے
دوں گا!"

"سنو! کیا تم جیل جانا چاہتے ہو؟"

"تمہاری تو ایسی کی تیسی!" قاسم اٹھتا ہوا بولا لیکن حمید کو موقعے کی نزاکت کا اندازہ
ا اس لیے وہ اس کے اٹھنے سے پہلے ہی اٹھ کر کسی قدر پیچھے ہٹ گیا۔ پھر وہ بڑی تیز
ری سے صدر دروازے کی طرف بڑھا تھا۔

وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ قاسم جتنی دیر میں صدر دروازے پر پہنچے گا وہ کمپاؤنڈ میں ہوگا۔
اور پھر وہ قاسم ہی کی رولز لے بھاگا تھا.....سیدھا گھر پہنچا..... یہ بھی اتفاق ہی تھا کہ
دی اس دوران میں گھر واپس آ گیا تھا۔ کھانے کی میز پر اس سے ملاقات ہوئی۔

"مجھے معلوم ہوا تھا کہ تم قاسم کے ساتھ گئے ہو!" اس نے اس کی طرف توجہ دیئے بغیر
رواروی میں کہا۔ "بہت جلد واپس آ گئے۔"

"ایک کارنامہ انجام دے کر آیا ہوں!"

"اچھا.....!" فریدی نے سر اٹھا کر اسے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ نے جن عینکوں کے متعلق افواہ سنی تھی ان میں سے ایک ہاتھ آ گئی ہے۔"

"اوہ.....کہاں ہے.....!"

"جیب میں....ابھی دیتا ہوں.....لیکن خدارا اسے لگا کر میری طرف نہ دیکھئے گا!"

"لاؤ....میں خود کو دیکھوں گا!" فریدی نے ہاتھ بڑھایا۔

حمید نے عینک جیب سے نکال کر میز پر ڈال دی....اور خود دوڑتا ہوا ڈرائنگ روم سے باہر نکل گیا۔

وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ تھوڑی دیر میں قاسم بھی پہنچنے ہی والا ہو گا۔ لہٰذا ڈرائنگ روم سے ملحقہ کمرے میں بند ہو بیٹھا۔

تھوڑی دیر بعد وہی ہوا جس کا خدشہ تھا.....قاسم کی دھاڑیں سنائی دیں اور ساتھ فریدی کی گرج بھی....وہ اس سے خاموش رہنے کو کہہ رہا تھا۔

حمید دروازہ کھول کر ڈرائنگ روم کی طرف بڑھا....وہ دونوں وہیں تھے....حمید کو دیکھتے ہی قاسم دھاڑا۔ "لاؤ میری عینک"

"اوہو....تو وہ عینک تمہاری ہے۔" فریدی نے کہا۔

"جی ہاں۔ میری ہے۔ یہ چھین کر بھاگا ہے اور اوپر سے کہتا ہے جیل بھجوا دوں گا۔"

"یقیناً جیل جاؤ گے!" فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔ "اگر یہ نہیں بتاؤ گے کہ تمہیں کہاں سے....تمہیں شاید یہ نہیں معلوم کہ پولیس ایسی عینکوں کی تلاش میں ہے!"

"ارے باپ رے!" پہلی بار قاسم کے چہرے پر خوف کے آثار نظر آئے۔

حمید کی گرفتاری

کچھ دیر تو قاسم کے چہرے پر خوفزدگی طاری رہی پھر یک بیک چونک کر بولا۔ "اب میرے ساتھ فراڈ کیا جائے گا!"

"کیا مطلب!" فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"جہاں سے مجھے ملی ہے وہاں یہی شیطان تو مجھے لے گیا تھا!" قاسم حمید کی طرف ہاتھ ...ر دہاڑا۔

"تم گھاس تو نہیں کھا گئے۔" حمید چیخا۔

"نہیں میں نے تو گوبھی کے پتے چبائے تھے۔ تم سالے اتنا یاد رکھنا میں بھی کسی ...ڑی کی اولاد نہیں ہوں!"

"آؤ....میرے ساتھ!" فریدی نے اس کا شانہ تھپک کر کہا۔

"ہم کسی دوسری جگہ گفتگو کریں گے۔ حمید تم یہیں ٹھہرو گے!"

حمید نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی اور بجھا ہوا پائپ سلگانے لگا۔ قاسم فریدی ...ساتھ باہر جاتے ہوئے مڑ مڑ کر حمید کو قہر آلود نظروں سے دیکھے جا رہا تھا۔

کچھ دیر بعد فریدی تنہا واپس آیا۔

"تم آج شام اسے کہاں لے گئے تھے۔" اس نے حمید کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

"کہیں بھی نہیں....آپ ملازموں سے معلوم کر سکتے ہیں کہ میں تین بجے سے ساڑھے ...ھ بجے تک گھر ہی پر رہا تھا اور اسی مردود کے ساتھ باہر نکلا تھا۔"

"اس نے ایک دلچسپ کہانی سنائی ہے۔"

اور پھر اس نے قاسم کی روداد دوہرا کر کہا۔ "اگر وہ تم نہیں تھے تو.....!"

"آپ خود غور کیجئے۔ آخر مجھے کیا پڑی تھی کہ خاموش رہنے کے لیے کوئی بہانہ تراش کر ...ے تحریری گفتگو کرتا!"

"ہوں......! یہی نکتہ تمہاری موافقت میں ہے۔" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "یقیناً وہ ...ص جو تمہارے بھیس میں تھا آواز بھی بدل لینے پر قادر نہ رہا ہو گا۔"

"لیکن....آخر....اس کا مقصد!"

"سنگ ہی نے جتایا ہے شہر میں گردش کرنے والی عینکیں اسی کی تقسیم کردہ ہیں۔"

"سنگ ہی!"

"ہاں...وہ بوڑھا سنگ ہی کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا!"

"لیکن اس حرکت سے اس کا کیا مقصد ہو سکتا ہے!"

"دھمکی.... اگر یہ عینکیں عام ہو گئیں تو پورا شہر کتوں کا جنگل بن کر رہ جائے گا۔"

"یہ تو ہے۔" حمید پر تشویش لہجے میں بولا۔

"میں نے فی الحال قاسم کو سمجھا بجھا کر واپس کر دیا ہے۔ عینک میرے ہی پاس ہے۔"

"لائیے.... مجھے واپس کر دیجئے!"

"شٹ اپ!"

"اس کی نہیں ہوئی۔ آپ اکیلے اکیلے محظوظ ہوتے پھریں گے!"

"لفظ محظوظ استعمال کرتے ہوئے تمہیں شرم آنی چاہئے!" فریدی نے سخت لہجے میں کہا۔ "آدمی اتنا کمینہ ہو گیا ہے کہ ایسی عینکیں بنانے پر اتر آیا ہے۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ فریدی کے چہرے پر کبیدگی کے آثار تھے۔ تھوڑی دیر بعد حمید نے پوچھا۔ "کیا اس جگہ ریڈ نہیں کیا جائے گا جہاں دونوں کی ملاقات ہوئی تھی!"

"لاحاصل.... سنگ اب وہاں موجود نہ ہوگا.... اس سے بہتر تو یہی ہوگا کہ قاسم پر گہری نظر رکھی جائے!"

"کس طرح!"

"سوچیں گے....!" فریدی نے کہا.... اور ڈرائینگ روم سے باہر جانے لگا۔

"ٹھہریئے۔ کیا آپ مجھے باہر جانے کی اجازت دیں گے۔" حمید بولا۔

"کہاں جانا چاہتے ہو!"

"وہیں جہاں میرا ہمشکل قاسم کو لے کر گیا تھا۔"

"اس سے فائدہ!"

"مجھے یقین ہے قاسم یہاں سے سیدھا وہیں جائے گا!"

"حمید صاحب! میں نہیں چاہتا کہ اس بار سنگ ہی آپ کو پکڑ کر بطور یرغمال رکھ لے اور مجھ سے اپنا مطالبہ دہرائے۔"

"ارے تو کیا چوڑیاں پہن کر بیٹھ رہوں!"

"اچھی بات ہے۔ جانا ہی چاہتے ہو تو میک اپ میں جاؤ۔" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔

تھوڑی دیر بعد وہ تجربہ گاہ میں حمید کا میک اپ کر رہا تھا۔

"بس اب یہ سمجھ لو کہ کچھ دنوں تک تمہیں اس میک اپ میں رہنا پڑے گا اور تم ادھر کا رخ بھی نہیں کرو گے!"

"تو پھر مجھے قاسم ہی کی نگرانی کرنی ہوگی۔" حمید نے پوچھا۔

"بہت زیادہ نہیں.... مقابل سنگ ہے اسے ہر وقت یاد رکھنا۔ فی الحال اس نے قاسم کے توسط سے یہ عینک میرے پاس بھجوائی ہے۔ ہو سکتا ہے اب وہ اس میک اپ ہی کو استعمال کرے جس میں قاسم سے ملا تھا لیکن کم از کم ان دو عورتوں کا سراغ تو مل ہی سکتا ہے جنہوں نے قاسم کے ساتھ رقص کرنا چاہا تھا۔"

"کیا منظر ہوگا....!" حمید نے قہقہہ لگایا۔

"اور ہاں سنو روشن ہیولے والے کیس میں کاغذات پر کسی ایم فرینک ہی کا نام درج کیا گیا ہے جو بالآخر نکل جانے میں کامیاب ہو گیا تھا.... یہ صرف ہم دونوں ہی جانتے ہیں کہ وہ سنگ ہی تھا۔"

"کیوں؟ ایسا کیوں کیا؟ آپ نے.....!"

"تاکہ اپنے طور پر اس کی سرکوبی کر سکوں۔ سنگ کا نام ظاہر ہوتے ہی اوپر تک کھلبلی مچ جاتی اور مشوروں پر مشورے ملنے لگتے اور سنگ اس قسم کے ہیجانات سے فائدہ اٹھانے کا ماہر ہے۔ اب یہ جو حرکت اس نے شروع کی ہے اس کا مقصد اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ ہماری حکومت کو ان دونوں قیدیوں کی رہائی پر مجبور کرے!"

"اگر آپ عینک مجھے دے دیں تو کیا حرج ہے شاید اسی کے توسط سے میں سنگ یا اس کے ایجنٹوں تک پہنچ سکوں!"

"بس....!" فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "تم احمق ہو.... اس رات اگر تم اس کی بدزبانی پر جھلا کر جھپٹ نہ پڑے ہوتے تو وہ بچ کر نہیں نکل سکتا تھا۔"

حمید کچھ نہ بولا.... میک اپ کر چکنے کے بعد اس نے فون پر کسی کے نمبر ڈائل کئے اور کسی سے گفتگو کرتا رہا.... لیکن حمید اس کا مفہوم نہ سمجھ سکا۔ جس زبان میں گفتگو ہوئی تھی اس کے لئے بالکل نئی تھی۔

اور یہ کوئی نئی بات بھی نہ تھی کہ حمید اس سلسلے میں پوچھ گچھ شروع کر دیتا۔

فریدی ریسیور رکھ کر گھڑی پر نظر ڈالتا ہوا بولا۔ ”ٹھیک پندرہ منٹ بعد تم عقبی پار
طرف سے باہر جاؤ گے اور سیاہ رنگ کی ایک گاڑی تمہیں نئی قیام گاہ تک پہنچا دے گی۔
ہدایات پھر ملیں گے۔“

حمید طویل سانس لے کر اٹھ کھڑا ہوا۔



کچھ دور چلنے کے بعد قاسم کی ذہنی رو پھر بہک گئی اور اس نے گاڑی گھر والے
سے ہٹا کر اسی طرف ڈال دی۔ جہاں دونوں عورتوں اور ان کے ڈیڈی سے ملاقات ہوئی
رات کے گیارہ بج چکے تھے۔ اس تفریح گاہ کی آبادی اب پہلے سے دوگنی ہو گئی تھی
قاسم انہیں چاروں طرف تلاش کرتا پھر رہا تھا.... عورتوں سے زیادہ اسے بڑ
تلاش تھی..... اس لیے ان دونوں پر خود اس کی نظر نہ پڑ سکی.....اور بالآخر وہ دونوں ہی اس
پاس پہنچ گئیں۔

”ہمیں بے حد شرمندگی ہے!“ ایک بولی۔

”اب ہم آپس میں جھگڑا نہیں کریں گے۔“ دوسری نے کہا۔ اور قاسم کے دانت نکل پڑے۔

”آپ کے والد صاحب کہاں ہیں؟“

”کون والد صاحب؟“ دونوں نے بیک وقت پوچھا..... کچھ متحیر سی نظر آنے لگی تھیں

”وہی.... وہ جو مجھے اپنے ساتھ کیبن میں لے گئے تھے!“ دونوں ہنس پڑیں۔

”ارے وہ تو یوں ہی ایک خبطی سا بڈھا تھا۔ یہاں سب سے کہتا رہتا ہے کہ مجھے
کہا کرو!“

”واقعی.....!“ قاسم کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

”اور کیا۔ چلئے ہماری میز پر چلئے۔“

وہ ایک گوشے میں آ بیٹھے۔ میز پر کھانے پینے کا وافر سامان موجود تھا۔

قاسم نے پہلے تو شرما حضوری میں کھانے سے انکار کر دیا لیکن پھر جو انکے مزید اصرار
پر صاف کرنا شروع کیا ہے تو وہ یہ بھی بھول گیا کہ میزبان دو تگڑی سی عورتیں ہیں۔ وہ
بے حد حیرت سے دیکھے جا رہی تھیں اور قاسم کی نظر صرف اس پر تھی کہ کتنی پلیٹیں باقی بچی ہیں۔

دفعتاً ان میں سے ایک اٹھ کر کسی طرف چلی گئی.... دوبارہ واپس آئی تو قاسم نیپکن سے
منہ صاف کر رہا تھا اور ساری پلیٹیں خالی ہو چکی تھیں۔

اسی عورت نے قاسم سے کہا۔ ”کیا آپ اس زندہ دل بوڑھے سے ملنا ہی چاہتے ہیں۔“

”جی ہاں۔ بہت جروری ہے......!“ قاسم نے لمبی سی ڈکار لے کر کہا۔

”یعنی وہ منحوس بڈھا آپ کے لیے ہم سے زیادہ اہم ہے کہ آپ ہماری کمپنی چھوڑ کر
اس سے ملنا چاہتے ہیں!“

”جج..... جی نہیں.... ایسی کوئی بات نہیں اپنی ایسی کی تیسی میں جائے..... بہت دیکھے ہیں
ایسے بڈھے.... بھلا آپ لوگوں کو کون چھوڑنا چاہے گا!“

”ہم طے کر چکے ہیں کہ اب آپ کو پریشان نہیں کریں گے.... ایک ہفتہ ایک کے
ساتھ رہئے اور ایک ہفتہ دوسری کے ساتھ!“

”نہیں!“ قاسم کی باچھیں کھل گئیں۔

”یقین کیجئے.... ہم نے بہت سنجیدگی سے فیصلہ کیا ہے۔“

”ہی ہی ہی..... جی اب میں قیا عرض قروں کہ مجھے کتنی خوشی ہوئی ہے لیکن وہ
بڑے صاحب رہتے کہاں ہیں!“

”اوہو...... تو کیا آپ اس خبطی سے اتنے ہی متاثر ہوئے ہیں!“

”اچھے آدمی ہیں.... اچھے آدمی ہیں۔“ قاسم سر ہلا کر بولا۔

”اچھی بات ہے تو پھر تم جاؤ پہلے اسی سے مل آؤ!“

”قہاں جاؤں......!“

”یہ رہا اس کا پتہ!“ عورت نے ایک وزیٹنگ کارڈ قاسم کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

قاسم نے اسے دیکھا اور سر ہلا کر بولا۔ ”تو پھر جاؤں.... بہت جلد واپس آ جاؤں غا۔“

"بھولنا نہیں۔ ہم یہیں ملیں گے۔"

قاسم بوکھلائے ہوئے انداز میں ان سے رخصت ہوا تھا۔ گاڑی میں بیٹھتے ہوئے ایک بار پھر اس نے بوڑھے کے پتے والے کارڈ پر نظر ڈالی اور اسے جیب میں رکھ لیا۔ اس کے مطابق اسے چیتھم روڈ کی سولہویں عمارت میں جانا تھا۔

کار حرکت میں آئی اور وہ اسے بیک کرنے لگا..... دفعتاً پشت سے آواز آئی۔ "میں پچھلی سیٹ پر موجود ہوں..... بس اپنی کوٹھی کی طرف نکل چلو۔ وہیں باتیں ہوں گی!"

قاسم نے آواز پہچان لی۔ اس بوڑھے کے علاوہ اور کسی کی نہیں ہوسکتی تھی۔

"جی..... بہت اچھا.....!" قاسم نے دھڑکتے دل سے کہا۔

"میں تمہیں خوش کر دوں گا۔ میرے پاس بڑی عمدہ عمدہ چیزیں ہیں!"

"لیکن میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ وہ چشمہ پولیس والوں نے چھین لیا ہے۔" قاسم بولا

"بھلا یہ کیوں ہوا برخوردار.....!"

"میرا ایک دوست ہے کیپٹن حمید! وہی جو مجھے اس کلب میں لے گیا تھا، اسی نے چھین کر اپنے آفیسر کرنل فریدی کو دے دیا.....!"

"کیا تم ان دونوں سے ڈرتے ہو.....!"

"میں قیوں ڈرنے لگا!" قاسم غرایا۔

"اچھا تو میں تمہیں ایسے پچاس چشمے دوں گا۔ اپنے دوستوں میں مفت تقسیم کر دینا!"

"اچھی بات ہے..... میں دیخوں غا کہ وہ لوگ میرا کیا قر لیتے ہیں!"

"شاباش.....!"

"لیکن تم یہ کیوں چاہتے ہو کہ میں انہیں تقسیم کر دوں.....!"

"ان دونوں سے بدلہ لینے کے لیے..... آخر انہوں نے تم سے وہ عینک کیوں چھینی؟"

"ہاں یہ تو ہے.....!" قاسم کو یک بیک غصہ آ گیا۔ پھر اچانک ایک خیال کے تحت غصہ کافور بھی ہو گیا اور اس نے بوڑھے سے کہا۔ "میں تمہیں اپنے گھر میں نہیں لے جاؤں گا"

"کیوں؟"

"اگر تم نے وہاں عینک لگا کر دیکھنا شروع کر دیا تو!"

"میں صاحبزادے میں بوڑھا آدمی ہوں..... مجھے ان چیزوں سے دلچسپی نہیں!"

"پھر کیوں بانٹتے پھر رہے ہو!"

"اچھی بات ہے..... گاڑی روکو اور مجھے اتار دو.....!"

"ارے تو ناراض کیوں ہوتے ہو..... کیا یہ جروری ہے کہ میرے گھر بھی چلو!"

"نہیں ضروری نہیں ہے..... میں اپنا ہینڈ بیگ چھوڑے جا رہا ہوں۔ اس میں پچاس موجود ہیں..... بس اگلی گلی میں گاڑی موڑ کر مجھے اتار دو!"

"بہت اچھا.....!"



دوسرے دن فریدی کو اپنے دفتر میں سعد آباد کے پولیس اسٹیشن کے انچارج کا پیغام ملا جس کے مطابق اس نے ایک آدمی کو اڑتالیس عینکوں سمیت گرفتار کیا تھا۔

فریدی اٹھ گیا..... عینکوں سے متعلق یہ ہدایت اسی کی طرف سے جاری کی گئی تھی کہ جیسے ہی کوئی اس سلسلے میں پکڑا جائے اسے فوراً مطلع کر دیا جائے۔

سعد آباد کے پولیس اسٹیشن پر پہنچ کر اس کے ذہن کو زبردست جھٹکا لگا۔ کیوں کہ حوالات کی سلاخوں کے پیچھے اسے جو آدمی نظر آیا، وہ کیپٹن حمید کے علاوہ اور کوئی نہیں ہوسکتا تھا۔ پچھلی رات وہ اسی میک اپ میں تو گھر سے رخصت ہوا تھا۔

حمید نے اسے دیکھ کر نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا لیا تھا۔

فریدی خاموشی سے انچارج کے آفس میں پلٹ آیا۔

"کس طرح ہاتھ لگا.....!" اس نے خشک لہجے میں انچارج سے سوال کیا۔

"بس مجھے اس پر شبہ ہوا تھا جناب..... یقین کیجئے بیگ میں پورے اڑتالیس چشمے موجود ہیں۔" انچارج نے جواب دیا۔

"بیگ کہاں ہے؟"

انسپکٹر نے بیگ فریدی کے حوالے کر کے رسید حاصل کر لی۔

''ملزم کو بھی اپنے محکمے ہی کے لاک اپ میں رکھوں گا!'' فریدی نے کہا۔

''میں نے ابھی اس کا بیان نہیں لیا جناب......!''

''فکر نہ کیجئے سب دیکھ لیا جائے گا۔ تعاون کا بہت بہت شکریہ!''

''کیا روزنامچے میں بھی درج نہ کروں!''

''میرا خیال ہے کہ فی الحال اس سلسلے میں کچھ بھی نہ کیجئے۔ یہ پہلا آدمی ہاتھ آیا
بے حد رازداری کی ضرورت ہے.... میں اپنے طور پر اس معاملے کو دیکھوں گا۔''

''تو پھر.... یہ رسید بھی غیر ضروری ہے....!'' انچارج بولا۔

''میرا بھی یہی خیال ہے۔''

انچارج نے عینکوں کی رسید چاک کر کے ردی کی ٹوکری میں ڈال دی۔

فریدی حمید کو اپنے آفس میں لایا.... حمید خاموش تھا۔ راستے میں دونوں کے درمیان
قسم کی گفتگو نہیں ہوئی تھی کیونکہ وہ ہتھکڑیوں سمیت لنکن کی پچھلی سیٹ پر تھا اور اس کے
سعد آباد تھانے کا ایک کانسٹیبل بیٹھا ہوا تھا۔

کانسٹیبل کے رخصت ہوتے ہی فریدی نے اس کے ہاتھوں سے ہتھکڑیاں اتاریں
قہر آلود نظروں سے گھورتا ہوا بولا۔ ''اب ہونٹوں کے ٹانکے توڑو......!''

''ہمیشہ دوسروں کی ہمدردی میں مار کھائی ہے۔'' حمید نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

''میرے پاس وقت نہیں ہے.... غیر ضروری باتوں سے احتراز کرو......!''

''صبح سے قاسم کی فکر میں تھا وہ گھر سے یہی ہینڈ بیگ لیے ہوئے نکلا تھا۔ خلاف معمو
پیدل ہی ایک طرف چل پڑا.... میں نے بھی موٹر سائیکل وہیں چھوڑ دی اور اس کا تعاقب
کرنے لگا۔

ایک جگہ اس نے ایک راہگیر کو روکا.... اور بیگ سے ایک عینک نکال کر اسے تھما دی
پھر وہ بیگ کا زپ کھینچنے بھی نہیں پایا تھا کہ میں اس کے قریب پہنچ گیا۔ بیگ میں بہت
عینکیں دکھائی دیں.... اور میں بوکھلا گیا۔ میں نے سوچا اگر اس بیگ سمیت دھر لیا گیا تو
ہی بھگتنا پڑے گا لہٰذا میں تاک میں رہا کہ کسی مناسب سی جگہ پر اس کے ہاتھ سے بیگ چھ

زار ہو جاؤں.... ایک بار موقع مل ہی گیا اور میں گلیوں سے گزرتا ہوا دوسری سڑک پر جا
میں نے اسے اس کا موقع نہیں دیا تھا کہ میری شکل اچھی طرح ذہن نشین کر سکتا۔
حال میں موٹر سائیکل تک پہنچنے نہیں پایا تھا کہ سعد آباد تھانے کے انچارج نے اپنے کچھ
ٹیبلوں کے ساتھ مجھے گھیر لیا۔''

''ہوں......!'' فریدی نے طویل سانس لی اور فون کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ فون
گھنٹی بجنے لگی۔

ریسیور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں بولا۔ ''ہیلو۔''

''اوہ....! کرنل......!'' دوسری طرف سے آواز آئی۔

''ہوں۔ اُوں۔ فرمائیے......!''

''اگر تمہارا یہ قیدی حیرت انگیز طور پر غائب ہو گیا تو کل کے اخبارات اس وقت کی
ویر چھاپیں گے جب وہ گرفتار کیا جا رہا تھا۔''

فریدی نے جواب میں کچھ کہنے سے قبل اپنا فون ڈٹیکٹنگ کمپیوٹر سے منسلک کر دیا اور پھر
''تم مطمئن رہو میرے دوست قیدی غائب نہیں ہو سکتا۔''

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی۔ فریدی ریسیور رکھ کر کمپیوٹر کی طرف
توجہ ہو گیا جس کے متحرک پرزوں کی ہلکی سی آواز کمرے میں گونج رہی تھی۔ پھر اس کے ایک
انے سے ایک چھوٹا سا کارڈ باہر نکل آیا۔ کارڈ پر اس فون کے نمبر موجود تھے جس سے کال آئی
تھی۔ اس کے بعد تین منٹ کے اندر ہی معلوم ہو گیا کہ فون کس کے نام پر الاٹ ہے۔

حمید اس دوران بالکل خاموش رہا تھا.... دفعتاً فریدی نے اس سے کہا ''تمہیں کم از کم
گھنٹے تک محکمے کے لاک اپ میں رہنا پڑے گا اس کے بعد کوئی اور اسی میک اپ میں
تمہاری جگہ لے گا......!''

''یہ میری زندگی کا انتہائی حیرت انگیز واقعہ ہے!'' حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

''میں نے تمہیں پہلے ہی آگاہ کر دیا تھا کہ مد مقابل سنگ ہے.... دنیا کا ایک بہت بڑا
مجرم۔ ابھی ابھی اس نے دھمکی دی تھی کہ تمہارا قیدی غائب ہو گیا تو کل کے اخبارات میں
اس وقت کی تصویریں شائع ہو جائیں گی جب اسے حراست میں لیا جا رہا تھا۔''

''اوہو.....!''

''سعد آباد کے انچارج سے پوچھ گچھ کی جائے تو بالآخر یہی معلوم ہوگا کہ کسی نے طور پر اس کی تو۔ تمہاری طرف مبذول کرائی تھی!''

''اور میری دانست میں یہ مناسب نہ ہوگا۔'' حمید بولا۔

''قطعی نہیں!''

''فون نمبر کس کا ہے؟''

''ایک سرمایہ دار عورت کا۔''

''شہر میں ایک ہی ہے..... مادام شہزاد......!''

''تم ٹھیک سمجھے.....لیکن سنگ اتنا احمق نہیں ہوسکتا!''

''میں نہیں سمجھا آپ کیا کہنا چاہتے ہیں!''

''ٹھہرو بتاتا ہوں۔'' فریدی نے فون کی طرف ہاتھ بڑھا کر وہی نمبر ڈائل کرتے ہوئے کہا جو کمپیوٹر نے فراہم کیے تھے۔

ریسیور کان سے لگائے کچھ سننے کی کوشش کرتا رہا پھر حمید سے بولا۔ ''لائن ڈیڈ ہے دوسری طرف گھنٹی نہیں بج رہی!''

اس کے بعد اس نے ایکسچینج سے رابطہ قائم کر کے معلوم کیا تھا کہ مذکورہ فون خراب ہوگیا ہے اور ابھی تک اس کی مرمت نہیں ہوئی۔

''پھر کمپیوٹر نے وہ نمبر کیوں دیئے۔'' حمید نے متحیرانہ لہجے میں پوچھا۔

''یہ اس طرح ممکن ہے کہ سنگ کی کال خواہ کسی فون سے ہوئی ہو..... اس نمبر کے فون کے میٹر سے کنکٹ کر دی گئی ہوگی!''

''تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ کوئی آپریٹر بھی سنگ کے لیے کام کر رہا ہے!''

''فی الحال یہی کہا جا سکتا ہے.....!'' فریدی نے اٹھتے ہوئے کہا۔ ''اچھا اب حوالات کی طرف تشریف لے چلئے!''

اس نے دوبارہ حمید کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دیں اور لاک اپ کی طرف لے چلا۔ آہستہ آہستہ اس سے کہتا جا رہا تھا۔ ''رات سے پہلے شاید تمہاری گلوخلاصی نہ ہوسکے.....!''

''میں کہتا ہوں.... یہ خطرہ سے خالی نہ ہوگا!''

''کیوں؟''

''اگر سنگ ڈی۔ آئی۔ جی کو کسی طرح مطلع کر دے کہ قیدی میک اپ میں ہے تو۔''

''تم ٹھیک کہتے ہو۔'' فریدی چلتے چلتے رک گیا۔ پھر ہنس کر بولا۔ ''اب تمہارا ذہن ئے رہنے پر مصر ہے!''

اس نے حمید کی ایک ہتھکڑی نکال کر اپنے بائیں ہاتھ میں ڈال لی اور لاک اپ کا نہ چھوڑ کر پارکنگ شیڈ کی طرف چل پڑا۔

مگر لنکن کی بجائے محکمے کی ایک گاڑی کے قریب پہنچ کر رکا تھا۔ ڈرائیور نے بڑے ب سے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا اور دونوں اندر بیٹھ گئے۔

''موڈل ٹاؤن۔'' فریدی نے ڈرائیور سے اس وقت کہا جب گاڑی کمپاؤنڈ کے پھاٹک سے باہر آ رہی تھی۔

اچانک گاڑی کے ڈیش بورڈ سے قہقہے کی آواز آئی اور دونوں بے ساختہ چونک ے.... گاڑی سڑک پر تیز رفتاری سے چلی جا رہی تھی۔

بے بسی

ڈیش بورڈ سے قہقہے کی آواز....؟ محکمے کی عام گاڑیوں میں ٹرانسمیٹر نہیں تھے پھر یہ آواز کیسی؟ لیکن ان کی حیرت جلد ہی رفع ہوگئی......!

ڈیش بورڈ سے آواز آئی۔ ''کرنل فریدی..... یہ تمہارے محکمے کی گاڑی نہیں ہے۔ ذرا میری ذہانت کی داد دو۔ میں اچھی طرح جانتا تھا کہ میری کال ریسیو کرنے کے بعد تم یہی کرو گے!''

''مسٹر سنگ ہی...!'' حمید زور سے چیخا۔ ''کیا تم میری آواز سن رہے ہو...!''

''میں سن رہا ہوں.....کیپٹن حمید۔'' ڈیش بورڈ سے آواز آئی۔

"یہ میری کم عقلی کا نتیجہ ہے کہ ہم اس گاڑی میں بیٹھے ہوئے ہیں ورنہ کرنل صاحب مجھے لاک اَپ ہی کی طرف لے جا رہے تھے!"

"کچھ بھی ہو....!" ڈیش بورڈ سے آواز آئی۔ "وارننگ.... یہ ڈرائیور ہے تو آدمی ہی....لیکن اسے مشینی آدمی سمجھو...اگر تم نے اسے روکنے کی کوشش کی تو گاڑی دھماکے کے ساتھ تباہ ہو جائے گی!"

فریدی اپنے اور حمید کے ہاتھ سے ہتھکڑیاں نکال رہا تھا....حمید نے اس کی آنکھوں میں ذرہ برابر بھی تشویش نہ دیکھی۔

ہتھکڑیاں نکال لینے کے بعد وہ سگار سلگانے لگا تھا....گاڑی تیزی سے سڑکیں ناپتی رہی۔

ڈیش بورڈ سے پھر آواز آئی۔ "کرنل فریدی....کیا تم مجھے منہ لگانا پسند کرو گے؟"

"دل تو نہیں چاہتا....مگر خیر۔" فریدی نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

"تم اب تک ان دونوں عورتوں سے کیا معلوم کر سکے ہو!"

"کچھ بھی نہیں......!"

"پھر انہیں روکے رکھنے کا فائدہ.....؟"

"کیا یہ فائدہ کم ہے کہ تم عنقریب میرے ہتھے چڑھنے والے ہو!"

"شاید یہ تمہارا آخری سفر ہو کرنل فریدی!"

"جب سے پیدا ہوا ہوں آخری ہی سفر میں ہوں!"

"اچھی بات ہے تم دیکھ ہی لو گے....!"

"مسٹر سنگ!" حمید نے ہانک لگائی۔

"تم کیا کہنا چاہتا ہو....کیپٹن......!"

"ان عینکوں میں سے ایک بھی میرے ہاتھ نہ لگ سکی!"

"تم کیا کرو گے عینک....تمہارے آس پاس کرنل فریدی کے علاوہ اور کون پایا جاتا ہے"

"میں تو اب تمہارے ہی پاس رہنا چاہتا ہوں......!"

"ضرور۔ضرور۔میرے ہی پاس آ رہے ہو...!"

فریدی نے حمید کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

حمید سوچ رہا تھا کہ اب کیا ہوگا....حالات قابو سے باہر نظر آ رہے تھے! گاڑی ایسے راستے سے گزر رہی تھی جہاں ٹریفک کنٹرول کے سگنل نہیں تھے۔ اس لیے ابھی تک کہیں بھی گاڑی کے رکنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوا تھا۔

"آپ کیا سوچ رہے ہیں!" حمید نے اونچی آواز میں فریدی سے پوچھا۔

"میں سوچ رہا ہوں کہ رات کے کھانے میں کسی قدر تبدیلی ضرور ہونی چاہیے۔"

"ہاں آں....رات کا کھانا دوپہر کو بھی کھایا جا سکتا ہے!"

"ہلو....کرنل فریدی!" ڈیش بورڈ سے آواز آئی۔ "کیا کوئی تدبیر سوجھ گئی ہے؟"

"مجھے تو وقت پر ہی سوجھتی ہے سنگ۔" فریدی نے کہا۔ "میں تم سے صرف ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔ آخر عینکوں والے گھٹیا پن کی کیا ضرورت تھی!"

"ہے ہے....کرنل......! تم اسے گھٹیا پن کہتے ہو!" ڈیش بورڈ سے آواز آئی۔

"مہذب دنیا کے لیے اس سے بڑا کمینہ پن اور کوئی نہیں!"

"میں کمینہ پن میں بھی حسن تلاش کر لیتا ہوں کرنل......!"

"اچھی بات ہے....میں دیکھوں گا کہ تم کتنے حسن پرست ہو۔"

"اوہو....تو کیا میری ضیافت کا انتظام کرو گے!"

"بہت بڑی ضیافت......!"

"شکریہ کرنل فریدی۔ میں اپنی بہتر دعاؤں میں تمہیں ہمیشہ یاد رکھوں گا۔"

گاڑی اب شہر کے ایک ایسے علاقہ میں داخل ہو رہی تھی جہاں بڑے تاجروں کے گودام تھے۔ بندرگاہ کا نواحی علاقہ تھا۔

یہاں تو رفتار اور بھی تیز ہو گئی کیونکہ سڑکیں سنسان پڑی تھیں....اچانک بریک چرچرائے اور گاڑی دھچکے کے ساتھ رک گئی۔ وہاں کئی مسلح آدمی ریوالور تانے کھڑے تھے۔ یہ بڑا گودام تھا جہاں مختلف جگہوں پر لکڑی کی پیٹیاں چنی ہوئی تھیں۔

ڈرائیور نے نیچے اتر کر ان کے لیے گاڑی کا دروازہ کھولا لیکن فریدی پہلے ہی حمید کو اشارہ کر چکا تھا کہ گاڑی سے نیچے نہ اترے۔

پھر دو مسلح آدمی غالباً انہیں اتارنے ہی کے لیے آگے بڑھے تھے کہ اچانک فریدی کی

لات ڈرائیور کے پیٹ پر پڑی اور وہ اچھل کر ان دونوں مسلح آدمیوں پر جا پڑا.... حمید غیر م...
لیکن اچھی طرح جانتا تھا کہ اب کیا ہوگا اس لیے وہ اپنی طرف کا دروازہ کھول کر نیچے کود گیا۔
کئی طرف سے ''خبردار۔ خبردار'' کی آوازیں آئیں لیکن اتنی دیر میں فریدی کے ریو...
سے نکلا ہوا شعلہ ایک کو چاٹ چکا تھا۔

پھر اس نے بھی اسی دروازے سے نیچے چھلانگ لگائی جسے حمید نے استعمال کیا
تھا..... دوسرے ہی لمحے میں دونوں پیٹیوں کے ایک انبار کی اوٹ میں تھے۔ فریدی نے
اوپر تلے دو فائر اور کیے.... لیکن نشانہ کوئی بھی نہیں تھا حمید کی سمجھ میں نہ آسکا کہ آخر فریدی نے
کارتوس کیوں ضائع کر دیئے۔ ویسے وہ دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں بھی سن رہا تھا۔
پھر شاید بھاری بھرکم آہنی پھاٹک کھولا گیا۔ فریدی نے ایک فائر اور کیا.... اس کے بعد
سناٹا چھا گیا۔ گودام میں اب شاید ان دونوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

وہ پیٹیوں کی اوٹ سے باہر نکلے.... واقعی وہ لوگ نکل بھاگے تھے صرف ایک مسلح آدمی
کی لاش وہاں پڑی تھی۔

''اب میں سمجھا کہ آپ نے تین کارتوس کیوں ضائع کر دیئے۔'' حمید ٹھنڈی سانس
لے کر بولا۔

''جلدی کرو۔ پیٹیوں کے پیچھے جا کے اپنا میک اپ ختم کرنے کی کوشش کرو۔'' فریدی
نے اس کا بازو پکڑ کر کہا۔ ''فائروں کی آوازیں سننے والے آس پاس کے لوگ یہاں پہنچنے
والے ہوں گے۔''

حمید پیٹیوں کے پیچھے جا کے اپنے چہرے سے نرم پلاسٹک کے ٹکڑے نکالنے لگا۔
ریموور کے بغیر چہرے کی کھال ادھڑتی سی محسوس ہو رہی تھی.... پھر بھی وہ بڑی بیدردی سے
اپنے اوپر مشق ستم کرتا رہا۔

ذرا ہی سی دیر میں گودام پھر آباد ہو گیا.... آس پاس کام کرنے والے مزدور اندر گھس
آئے تھے۔

فریدی نے پولیس کا نعرہ لگایا اور ان سے کہا کہ وہ باہر ہی ٹھہریں....!
حمید اس کے قریب کھڑا سوچ رہا تھا کہ ان ہوائی فائروں ہی نے سنگ کے آدمیوں کو

بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ وہ غالباً سمجھے تھے کہ اتنے مسلح آدمیوں کی موجودگی میں یہ دونوں ہاتھ بھی
نہ ہلا سکیں گے۔

گاڑی اب بھی وہیں کھڑی تھی، جہاں روکی گئی تھی۔

دفعتاً ڈیش بورڈ سے آواز آئی۔ ''اچھا کرنل فریدی اب جتنی جلد ممکن ہو۔ گودام سے
باہر نکل جاؤ..... گاڑی دھماکے کے ساتھ تباہ ہونے والی ہے۔ میں اپنا یہ عجوبہ تمہارے ہاتھ نہیں
لگنے دوں گا۔''

فریدی حمید کو اشارہ کرتا ہوا تیزی سے پھاٹک کی طرف جھپٹا۔

پھر جیسے ہی وہ باہر نکلے تھے ایک زبردست دھماکہ ہوا تھا۔ کئی مزدور منہ کے بل زمین پر
گر پڑے۔ دھوئیں کا کثیف بادل پھاٹک سے گزر کر باہر نکل رہا تھا جتنے بھی وہاں موجود
تھے۔ سر پر پیر رکھ کر بھاگے۔

ایک گھنٹے بعد فریدی اپنے روزنامچے میں تحریر کر رہا تھا کہ کس طرح ایک آدمی عینکوں
کے سلسلے میں ہاتھ لگا تھا اور کس طرح اس کے خطرناک ساتھیوں نے اسے رہائی دلائی..... حمید
روزنامچے کو پڑھتے وقت مسلسل مسکرائے جا رہا تھا۔

''ہاں ٹھیک تو ہے۔'' فریدی بولا۔ ''سنگ نے اپنے کیے کرائے پر خود ہی پانی پھیر دیا۔
اگر یہ واقعہ پیش نہ آتا تو میں تمہارے سلسلے میں خاصی دشواری میں پڑ جاتا۔''

''آخر محکمے کی وہ گاڑی اور ڈرائیور کہاں ہے جس کی آڑ میں سنگ یہ سب کچھ کر گزرا۔''
حمید نے پرتشویش لہجے میں پوچھا۔

''ہوں۔ اُوں..... یقیناً وہ کسی دشواری میں پڑا ہو گا اس کی تلاش کے لیے احکامات
جاری کر دیئے گئے ہیں۔''



قاسم سے بیگ چھن گیا تھا لیکن اس نے اس میں سے اپنے لیے ایک عینک پہلے ہی
نکال لی تھی اس لیے اس کی پرواہ نہیں تھی، کہ بیگ چھینا کیوں گیا، نہ اس کی فکر تھی کہ چھیننے والا

کون تھا.....گھر سے نکلا تھا عینکیں تقسیم کرنے اور پھر گھر ہی کی طرف واپسی ہوئی تھی۔

اس نے سوچا کہ اگر بیگ کسی پولیس والے نے چھینا تھا تو اسے بھاگ نکلنے کی کیا ضرورت تھی..... یقیناً وہ کوئی ایسا ہی ویسا آدمی تھا جو عینکوں کے چکر میں اس کے پیچھے لگ گیا تھا۔

اس وقت وہ اپنی خواب گاہ میں کوئی مناسب سی جگہ تلاش کر رہا تھا۔ جہاں اس عینک کو دوسروں کی نظر سے چھپا کر رکھ سکے۔

بیوی نے اسے ایک ہینڈ بیگ سمیت کوٹھی سے پیدل ہی نکلتے دیکھا تھا اور واپسی پر خالی ہاتھ نظر آیا تھا، اس نے یہ بھی محسوس کر لیا تھا کہ وہ کچھ چور چور سا لگ رہا تھا۔

قاسم اور پیدل گھر سے نکلنا.....؟ کچھ انہونی سی تھی، لہٰذا اس کی بیوی کا الجھن میں پڑ جانا لازمی ٹھہرا.... تاک میں تو تھی ہی.... اس نے اسے الماری میں کچھ چھپاتے دیکھ لیا۔

قاسم جب دوپہر کے کھانے کے لیے ڈائننگ روم میں پہنچا تو بیوی میز پر موجود نہیں تھی۔

''ہونہہ! بڑی خوشی ہوئی۔'' وہ بڑبڑاتا ہوا کرسی پر جم گیا..... ابھی کھانا شروع نہیں کیا تھا۔ بیوی آندھی اور طوفان کی طرح کمرے میں داخل ہوئی۔

عینک اس کے ہاتھ میں دیکھ کر قاسم بوکھلا گیا اور اسی بوکھلاہٹ میں جو اٹھا تو نہ صرف میز الٹ گئی بلکہ وہ خود بھی لاکھ سنبھلنے کے باوجود کرسی سمیت فرش پر آ رہا۔

''اب اس قسم کی ذلیل چیزیں گھر میں آنے لگی ہیں۔'' اس کی بیوی حلق پھاڑ کر چیخی اور دوسرے ہی لمحے میں وہ عینک سامنے والی دیوار سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گئی۔

''مار ڈالوں غا..... زندہ نہیں چھوڑوں گا....!'' قاسم غراتا ہوا اٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔

بیوی سمجھی تھی شاید چوری پکڑی جانے پر وہ نروس ہو جائے گا لیکن برعکس ردعمل دیکھ کر خود ہی بوکھلا گئی۔

قاسم پر گویا خون سوار ہو گیا تھا۔ جیسے ہی اٹھا وہ دوڑتی ہوئی کمرے سے نکل گئی۔

قاسم کی دہاڑیں پوری عمارت میں گونج رہی تھیں اور اس ایک جملے کے علاوہ اور کچھ زبان سے نہیں نکل رہا تھا۔

''مار ڈالوں غا!''

بیوی نے اپنی خواب گاہ میں گھس کر دروازہ بولٹ کر لیا۔

''نقلو باہر..... میں سچ قہتا ہوں جندہ نہیں چھوڑوں غا!'' وہ دروازہ پیٹ پیٹ کر چیختا رہا۔

''چلے جاؤ..... ورنہ چچا جان کو فون کرتی ہوں.....!'' وہ اندر سے بولی۔

''چچا جان کے بھی دادا جان کو فون کر دو..... لیکن میں آج تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں غا!''

''تم کمینہ پن کرتے پھرو اور میں کچھ نہ کہوں!'' بیوی نے اندر سے کہا۔

''ارے تجھے تو نہیں دیخا تھا۔ عینق لغا قر..... پھر کیوں مری جا رہی ہے!''

''اے زبان سنبھال کے.....!''

''لانت ہے مجھ پر اغر اب اس گھر میں رہوں، کر دو فون چچا جان کو..... ایسی تی تیسی!''

پھر وہ بھوکا پیاسا گھر سے نکل کھڑا ہوا تھا..... کچھ دیر یونہی بے مقصد سڑکوں پر گاڑی دوڑاتا پھرا تھا۔ پھر خیال آیا کہ وہ بھوکا ہے۔

ایک ہوٹل میں کھانا کھایا۔ دوبارہ آوارہ گردی شروع کر دی۔

پتہ نہیں کیوں اس کا دل چاہ رہا تھا کہ خوب دھاڑیں مار مار کر روئے اچانک اُسے خیال آیا کہ اس بوڑھے کا کارڈ جو پچھلی رات لحیم شحیم عورت سے ملا تھا۔ اس کے کوٹ کی جیب میں موجود ہے..... کیوں نہ اس پتے پر اس سے ملنے کی کوشش کی جائے۔ اس خیال نے اس کے چہرے پر پھر تازگی پیدا کر دی..... ہوسکتا ہے وہ اس کی نئی بپتا سن کر ایک اور عینک عنایت کر دے۔



فون کی گھنٹی بجی اور فریدی نے ریسیور اٹھا لیا۔ دوسری طرف سے کوڈ ورڈز میں اطلاع دی گئی کہ قاسم چیتھم روڈ کی ایک عمارت میں داخل ہوا ہے جس پر کسی ڈاکٹر غوری کے نام کی تختی لگی ہوئی ہے۔ عمارت سے متعلق مزید معلومات حاصل کر کے فریدی نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا اور حمید سے پوچھا۔ ''کیا تم قاسم کے ملنے والوں میں سے کسی ڈاکٹر غوری کو جانتے ہو!''

''ڈاکٹروں سے اسے شدید نفرت ہے لہٰذا وہ اس کا دوست نہیں ہو سکتا۔''

''ڈاکٹروں سے نفرت ہے!''

”جی ہاں..... وہ کہتا ہے کہ ڈاکٹروں ہی کی عنایت سے وہ پہاڑ ہو گیا ہے جب وہ ماں
کے پیٹ میں تھا تو ڈاکٹروں نے اسے ایسی دوائیں استعمال کرائی تھیں کہ پیدا ہونے سے
پہلے ہی قاسم کے جسمانی نظام میں پہاڑ بن جانے کی صلاحیت پیدا ہو گئی تھیں!“

فریدی بُرا سا منہ بنا کر دوسری طرف دیکھنے لگا..... شام کے سات بجے تھے اندھیرا
پھیلنے لگا تھا۔ وہ ڈرائنگ روم میں بیٹھے اپنی اپنی سوچ میں گم تھے۔

دفعتاً فریدی اٹھتا ہوا بولا۔ ”اب یہ کھیل ختم ہی ہونا چاہیے۔“

”کوئی صورت نظر نہیں آتی۔“ حمید نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ ”اب اس سے بڑی
بے بسی اور کیا ہوگی کہ میں حوالات میں پہنچ گیا..... اور پھر دونوں ہی اس طرح کشاں کشاں
سنگ کی حضور میں پہنچنے والے تھے!“

فریدی کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ نظر آئی۔ جسے حمید کوئی معنی نہ پہنا سکا۔

وہ کچھ کہنے ہی والا تھا کہ پھر فون کی گھنٹی بجی۔ اس بار پھر کوڈ ورڈز ہی میں کوئی پیغام آیا
تھا۔ سامنے رکھے ہوئے لیٹر پیڈ پر فریدی کی پنسل تیزی سے چلتی رہی۔

کال کے اختتام پر وہ ریسیور رکھ کر پُر تفکر انداز میں حمید کی طرف دیکھنے لگا۔

”کیا بات ہے؟“

”قاسم۔“ فریدی نے طویل سانس لی۔

”کیا ہوا؟“

”ڈاکٹر غوری کی کوٹھی سے اس حال میں برآمد ہوا ہے کہ کپڑے تار تار ہیں جسم پر متعدد
خراشوں سے خون بہہ رہا ہے!“

حمید اٹھ کھڑا ہوا۔

”بیٹھو..... بیٹھو.....!“ فریدی ہاتھ ہلا کر بولا۔ ”وہ یہاں سے سیدھا اپنے گھر گیا ہے.....!“

”آخر یہ ہے کیا چکر..... وہ کیوں تختہ مشق بنایا جا رہا ہے!؟“

”اسے نہ بھولو کہ سنگ تفریحاً جرائم کرنے والوں میں سے ہے ان واقعات سے اس کی
کوئی حس بھی تسکین پا رہی ہے!“

”اور شاید آپ بھی اس کی ان حرکتوں سے محظوظ ہو رہے ہیں!“ حمید نے طنزیہ لہجے

میں کہا۔

فریدی سگار کیس سے سگار نکال کر اس کا گوشہ توڑنے لگا تھا۔ حمید کے اس ریمارک پر
اس نے کچھ نہیں کہا۔

”کیا میں قاسم کو فون کروں۔“ حمید نے پوچھا۔

”ہوں..... اوں.....!“ فریدی سگار سلگا کر ڈائریکٹری کی ورق گردانی کرنے لگا۔

حمید نے قاسم کے نمبر رنگ کیے..... کچھ دیر بعد دوسری طرف سے قاسم ہی کی آواز سنائی
دی۔

”قون ہے!“

”میں حمید بول رہا ہوں!“ بہت نرم لہجے میں کہا گیا۔

”قیوں مجھ کو بور کر رہے ہو!“

”تمہاری خیریت دریافت کرنا چاہتا ہوں!“

”مر گیا ہوں..... اب فون نہ قرنا!“

”اگر بہت زیادہ مر گئے ہو تو آ جاؤں!“

”جی نہیں آپ کے تشرپھ لانے کی جرورت نہیں.....!“

”اگر میں تشریف نہ لایا تو پولیس پہنچے گی..... ڈاکٹر غوری نے تمہارے خلاف رپورٹ
درج کرائی ہے!“

”حرامی ہے سالا.....!“ قاسم حلق پھاڑ کر دہاڑا۔

”تو تم نے اسے مارا ہے!“

”جھوٹا ہے..... دغا باز ہے..... اچھا آ جاؤ!“

حمید نے فریدی کی طرف دیکھ کر آنکھ ماری۔ وہ پہلے ہی اسے گھورے جا رہا تھا۔

”تم نے ڈاکٹر غوری کا حوالہ کیوں دیا.....!“ اس نے ناخوشگوار لہجے میں پوچھا۔

”اسی حوالے سے تو وہ اسے گالیاں دینے لگا تھا اور اس پر رضا مند ہوا ہے کہ میں اس
سے مل لوں۔“

”ہوں..... دفع ہو جاؤ.....!“ فریدی نے پُر تفکر لہجے میں بڑبڑایا۔

پھر حمید کہاں رکنے والا تھا..... سب سے بڑی بات تو یہ تھی کہ سنگ ہی کے سلسلے پر شدید جھنجھلاہٹ میں مبتلا ہو گیا تھا۔ حوالات تک نوبت پہنچ جانے کی بناء پر جو شرمندگی اٹھانی پڑی تھی، اس کا تقاضا یہی تھا کہ سر ہتھیلی پر رکھ کر سنگ ہی کی تلاش میں نکل کھڑا ہوتا۔

دس منٹ بعد وہ قاسم کی قیام گاہ پر پہنچ گیا..... ملازموں سے معلوم ہوا کہ قاسم نے خواب گاہ کا دروازہ بند کر رکھا ہے.....اور بیوی مائیکے چلی گئی ہے۔

• حمید کی آواز سن کر اس نے خواب گاہ کا دروازہ کھول دیا اور چھوٹتے ہی بولا۔ ''وہ بوڑھا خبیث..... جھوٹا ہے..... دغا باز ہے!''

حمید نے اس کے چہرے اور بازوؤں پر خون آلود خراشیں دیکھیں۔

''جھگڑا تو ہوا ہے، دوست کسی سے؟'' حمید نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

''پوری بات سنو!'' قاسم بہت زور سے دھاڑا۔

''بات ہی سننے کے لیے آیا ہوں..... ڈاکٹر غوری سے تمہارا کیا تعلق!''

''اسی نے تو مجھے عینکیں دی تھیں! آج اسکے گھر گیا تو سالے نے مجھ پر کتے چھوڑ دیئے۔''

''سوال تو یہ ہے کہ تم کیوں گئے تھے اس کے گھر!''

''تیسری عینک کے لیے..... ایک تم ہضم قر غئے..... دوسری اس گلہری کی بچی نے توڑ دی۔ خدا اسے غارت نہیں کرتا تو مجھے ہی قر دے!''

''اس گلہری کی بچی کو دکھائی ہی کیوں تھی؟''

''چھپا کر رکھی تھی..... ٹوہ میں رہتی ہے نا..... دیخ لینا اس کی قبر سے جرور دھواں اٹھے گا..... شوہر کا جی جلاتی ہے بخشی نہ جائے گی۔''

''اور تم اس عینک سمیت بخش دیئے جاؤ گے..... جسے لگا لو تو نیک بندے بھی ننگے نظر آنے لگتے ہیں۔''

''اچھا بس بس..... چلتے پھرتے نجر آؤ..... تم قون بہت اچھے ہو..... جو مجھ پر لانت بھیجنے چلے آئے۔''

''خیر ختم کرو..... اس بوڑھے نے رپورٹ درج کرائی ہے کہ قاسم ولد عاصم ایک ہینڈ بیگ میں عینکیں مفت تقسیم کرتا پھر رہا تھا، میں نے اعتراض کیا تو مجھ بوڑھے پر ہاتھ چھوڑ بیٹھا!''

''ہائے غضب..... جھوٹا لپاڑیا.....!'' قاسم نے اپنے سینے پر دو ہتڑ چلاتے ہوئے کہا۔ ''خود ہی تو اس حرامزادے نے مجھے وہ ہینڈ بیگ دے کر کہا تھا کہ اپنے دوستوں میں تقسیم کر دینا۔ میں نے ایک ہی تقسیم کی تھی کہ پتہ نہیں کون الو کا پٹھا میرے ہاتھ سے ہینڈ بیگ اچک لے گیا!''

الو کے پٹھے نے خاموشی سے ٹھنڈی سانس لی اور خون کا گھونٹ پی کر رہ گیا پھر بڑی ڈھٹائی سے بولا۔ ''اچھا تو چلو میرے ساتھ اس کا گھر دکھاؤ..... میں نپٹ لوں گا۔''

''جرور چلوں غا..... بلغل چلوں غا..... تم جیسا دوست ساتھ ہو تو میں کتوں تی ہڈیاں بھی چبا جاؤں۔''



حمید نے قاسم کو اپنی ہی گاڑی میں بیٹھنے کی دعوت دی تھی..... جیسے ہی وہ اگلی سیٹ پر اس کے برابر بیٹھا..... عقب سے کسی ننھے بچے کی آواز آئی ''اللہ خیر ٹوٹی سیٹ.....!''

''قون ہے بے۔'' قاسم نے جھلا کر مڑنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔

''کوئی بھی نہیں!'' حمید اس کا شانہ تھپک کر بولا اور انجن اسٹارٹ کر دیا۔

''تم جھوٹے ہو..... آخر ہے کون.....!''

کار حرکت میں آ گئی تھی۔ حمید خاموشی سے اسٹیئرنگ کرتا رہا۔ پشت سے کچھ دیر بعد پھر وہی آواز آئی۔ ''آپ کا وزن کتنا ہے..... جناب عالی!''

''دیخو حمید بھائی..... یہ کھلا ہوا حرامی پن ہے.....!'' قاسم بھنا کر بولا۔

''میں مجبور ہوں.....'' حمید نے ٹھنڈی سانس لی۔ ''اس کی زبان کسی طرح بند نہیں کرائی جا سکتی!''

''آخر ہے قون!''

''میری..... نئی محبوبہ۔''

''اے جاؤ..... کسی بچے کو سکھا پڑھا کر پیچھے بٹھا دیا ہے۔ اب کیا میں اتنا..... ہوں!''

''اتنا، کے ساتھ اس نے ایک لچکدار گالی استعمال کی تھی۔''

پشت سے آواز آئی ''موٹا'' اور موٹا کے ساتھ وہی گالی بھی موجود تھی۔

''چپ رہو ڈارلنگ..... یہ میرا بہت اچھا دوست ہے۔'' حمید بولا۔

''اندر کی بتی جلا دو..... دیکھوں غا۔''

پشت سے آواز آئی۔ ''ڈارلنگ موٹے کی زبان سمجھ میں نہیں آتی!''

''میں کہتا ہوں غاڑی روکو..... ٹھینگے پر ہے ایسی دوستی۔ میں تم سے کوئی مدد نہیں چاہتا۔''

''تمہیں تو وہم ہو گیا ہے۔'' حمید نے گاڑی سڑک کے کنارے اتار کر بریک لگاتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی اندر کی لائٹ بھی جلا دی۔

قاسم گاڑی سے اتر کر پچھلی سیٹ کی طرف پہنچا۔

''ہائیں۔ یہاں تو قوئی بھی نہیں ہے۔'' اس نے پہاڑ سا منہ پھاڑ کر حیرت ظاہر کی۔

''میں اتنی بڑی آپ کو نظر نہیں آ رہی۔'' وہی آواز پھر آئی اور قاسم بوکھلا کر پیچھے ہٹ گیا۔

حمید بھی گاڑی سے اتر آیا تھا اس کے قریب پہنچا تو قاسم آہستہ سے بولا۔ ''یہ وہی چمکیلا بھوت تو نہیں بول رہی۔''

''بھوت بولتا ہے بولتی نہیں۔''

''وہ خود ہی کہہ رہا ہے کہ اتنی بڑی آپ کو نظر نہیں آ رہی!''

''کہاں ہے وہ بھوت!''

''دکھائی تو نہیں دیتا۔'' قاسم کی آواز کانپ رہی تھی۔

''بھوت نہیں..... میری محبوبہ ہے..... ادھر آؤ میں دکھاؤں!''

حمید اسے پچھلی سیٹ کی طرف لے آیا اور پشت گاہ کے اوپر بائیں جانب بیک اسکرین کی جانب اشارہ کرتا ہوا بولا۔ ''وہ دیکھو۔''

ایک خوبصورت سنہرے پنجرے میں ایک مینا بیٹھی نظر آئی۔

''یہ رہی میری محبوبہ۔'' حمید نے قاسم کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔

''محبوبہ نہیں بیوی۔'' مینا بولی..... اور قاسم پر ہنسی کا دورہ پڑ گیا۔

''بیوی کہتے ہوئے آپ کو کیوں شرم آتی ہے کپتان صاحب..... اکیلے میں تو بیوی ہی

ہو۔'' مینا نے پھر کہا۔

''ارے باپ رے..... ارے باپ رے.....!'' قاسم پیٹ دبائے بری طرح ہنس رہا تھا۔

''چلو بیٹھو گاڑی میں۔'' حمید اس کا بازو پکڑ کر جھٹکا دیتا ہوا بولا۔

''ارے ہی ہی ہی ہی..... اب میں قہیں نہ جاؤں غا..... ہائے میری مینا بھابی اب ہو حمید بھائی..... میں نے تمہارے سب قصور ماف کر دیئے، ہائے..... ہائے..... میں بھابی سے باتیں قروں غا..... چلو گھر واپس۔''

''یہ کیا لغویت ہے چلو!''

''نہیں قوئی بات نہیں..... اس سالے ڈاکٹر کو ڈالو چولہے میں..... میں مینا بھابی..... سے باتیں قروں غا.....!'' قاسم نے کہا اور پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔ ساتھ ہی ہاتھ بڑھا کر ڈیش بورڈ سے کنجی بھی نکال لی۔

''یہ کیا حرکت..... لاؤ کنجی لاؤ.....!'' حمید اس سے کنجی چھیننے کی کوشش کرتا ہوا بولا۔

''ہائیں مجھ سے ہاتھا پائی قرو غے!''

حمید کھڑا بے بسی سے ہاتھ ملتا رہا۔ قاسم حمید سے ٹھٹھول کر رہا تھا۔

''تمہاری ایسی ہی بیوی ہونی چاہیے..... اس آدمی قی..... واہ مینا بھابی... واہ ہی ہی ہی...!''

''تمہاری بیوی کیسی ہے.....؟'' مینا نے سوال کیا۔

''شتر مرغ کی مادہ ہے.....!'' حمید نے جھلا کر کہا۔

''اے تو کاٹنے قیوں دوڑ رہے ہو.....!'' قاسم ہنس کر بولا۔ بڑے اچھے موڈ میں ہوتا تھا ورنہ شاید شتر مرغ کی مادہ پر الجھ پڑتا۔

دفعتاً ایک گاڑی ان کے قریب ہی آ کر رکی۔

''قاسم کو ادھر بھیج دو.....!'' گاڑی سے فریدی کی آواز آئی۔

''یہ قیا مصیبت آ گئی!'' قاسم برا سا منہ بنا کر بڑبڑایا..... اتنے میں آگے پیچھے تین ...ں اور آ رکیں.....!

''چلو..... جاؤ.....!'' حمید آہستہ سے بولا۔

''ایسی کی تیسی.....!'' قاسم بھنا کر گاڑی سے اتر گیا اور فریدی کی گاڑی کے قریب پہنچ

کر بولا۔ ''جی نہیں شکریہ..... میں پیدل چلا جاؤں غا۔''

''تم جس عمارت میں گئے تھے..... وہاں ایک لاش کے علاوہ اور کچھ نہیں ملا۔'' فریدی نے سرد لہجے میں کہا۔

''مم..... میں..... نہیں تو..... میں کسی عمارت میں نہیں غیا تھا..... میں کیا جانوں''

''فی الحال گاڑی میں بیٹھ جاؤ..... تا کہ تمہیں گھر پہنچا دوں۔''

''جج..... جی..... بہت بہت شقریہ۔''

''تم پیچھے آؤ..... !'' فریدی نے حمید سے کہا۔

قاسم کو اس کے گھر پر اتارنے کے بعد فریدی کی گاڑی آگے بڑھ گئی تھی اور حمید تھوڑے فاصلے پر اس کے پیچھے آ رہا تھا..... وہ تین گاڑیاں اب اسے نظر نہیں آ رہی تھیں جو قاسم کے قصے کے وقت وہاں رکی تھیں۔

حمید نے فریدی کی زبانی ڈاکٹر غوری والی عمارت میں پائی جانے والی لاش کے بارے میں سنا تھا اور اب تفصیل معلوم کرنے کے لیے بے چین تھا۔

کچھ دیر بعد فریدی کی گاڑی ہائی سرکل نائٹ کلب کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی اور حمید نے اطمینان کا سانس لیا۔

پارکنگ شیڈ میں پہنچ کر حمید آہستہ سے بولا۔ ''بی مینا..... میری واپسی تک بالکل خاموش رہنا..... فادر کی موجودگی میں تمہارا پنجرہ ساتھ نہیں لے جا سکتا۔''

''نہیں..... نہیں..... میں تنہا نہیں رہ سکتی..... !''

''ضد نہیں بی مینا..... ورنہ تم میں اور ایک عورت میں کیا فرق رہے گا۔''

حمید نے کہا اور پارکنگ شیڈ کے نگراں کو اشارے سے بلا کر مینا سے متعلق کچھ ہدایات دیں..... ! اس کے بعد وہ دونوں ہائی سرکل کے ڈائننگ ہال میں داخل ہوئے تھے۔

''آپ نے اس سے کس کی لاش کا ذکر کیا تھا۔'' حمید نے فریدی کے قریب پہنچ کر آہستہ سے پوچھا۔

''اس عمارت سے ڈاکٹر غوری کے نام کا بورڈ ہٹایا جا چکا ہے..... اور ایک لاش کے علاوہ وہاں اور کچھ نہیں ملا۔''

''کس کی لاش؟''

''شاید یہاں اس کی لاش کی شناخت کے لیے مواد فراہم ہو سکے!''

وہ دروازے کے قریب ہی رک گئے تھے اور فریدی ہال میں بیٹھے ہوئے لوگوں کا جائزہ لے رہا تھا۔

دفعتاً وہ ایک میز کی جانب بڑھا..... حمید کی توجہ بھی اس کی طرف مبذول ہوئی میز پر وہ عورت تنہا تھی..... انداز سے معلوم ہوتا تھا جیسے کسی کی منتظر ہو۔

فریدی کو اپنے قریب دیکھ کر چونکی۔

''کیا میں مادام شہر زاد سے شرف ہمکلامی حاصل کر رہا ہوں۔'' فریدی نے نرم لہجے میں پوچھا۔

''جی ہاں..... فرمائیے!' عورت نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

''میرا کارڈ..... !'' فریدی نے اپنا وزیٹنگ کارڈ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

''اوہو..... !'' کارڈ پر نظر پڑتے ہی وہ کرسی سے اٹھ گئی۔

حمید کو اس کے انداز میں سراسیمگی نہیں محسوس ہوئی تھی۔

''بیٹھئے..... تشریف رکھیے..... میری خوش نصیبی!'' وہ پُر اشتیاق لہجے میں بولی۔

''شکریہ!'' فریدی اس کے سامنے والی کرسی کھسکا کر بیٹھ گیا۔

''آپ بھی جناب!'' اس نے حمید سے کہا۔

حمید نے اسے دور ہی سے دیکھا تھا، کبھی مل بیٹھنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا دولت مند طبقے میں اس کے حسن کے چرچے تھے اور خود بھی شہر کے بڑے سرمایہ داروں میں شمار کی جاتی تھی۔ عمر تیس سے زیادہ نہ رہی ہوگی۔ ویسے دیکھنے میں اس سے بھی کم کی لگتی تھی۔

وہ بھی اس کا شکریہ ادا کر کے بیٹھ گیا۔

''مجھے حیرت بھی ہے اور مسرت بھی!'' شہر زاد ہاتھ ملتی ہوئی بولی۔

''لیکن مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کے لیے کوئی اچھی خبر نہیں لایا!''

''کیا مطلب؟''

''آپ کے پرائیویٹ سیکرٹری مسٹر آصف..... !''

"کیوں؟ اس کے بارے میں آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔"

"میرا خیال ہے میں ابھی ابھی اس کی لاش دیکھ کر آ رہا ہوں...!"

"کیا کہہ رہے ہیں آپ......؟" وہ یک بیک کھڑی ہوگئی۔

"ہوسکتا ہے یہ محض مشابہت کا معاملہ ہو۔ اگر آپ میرے ساتھ چل سکیں تو عنایت ہوگی!"

"میں ضرور چلوں گی!"

حمید نے اس کے لہجے میں بدحواسی محسوس کی۔

• پندرہ منٹ میں وہ اس عمارت میں پہنچ گئے تھے جہاں لاش تھی...!

مادام شہزاد نے اسے دیکھا اور چیخ مار کر پیچھے ہٹ گئی۔ مقتول ایک خوشرو اور صحت مند نوجوان تھا۔

"بس اب واپس چلئے....!" فریدی کا لہجہ ہمدردانہ تھا۔ "آپ کو آرام کی ضرورت ہے۔"

"لیکن..... یہ ہوا کیسے..... یہاں کون رہتا ہے!"

"اب تو کوئی بھی نہیں ہے۔ کچھ دیر پہلے یہاں کسی ڈاکٹر غوری کی نیم پلیٹ لگی ہوئی تھی!"

"یہ نام میرے لیے نیا ہے..... پلیز مجھے سہارا دیجئے.... میں خود میں چلنے کی سکت نہیں پا رہی!"

حمید نے آگے بڑھ کر اپنا بازو پیش کر دیا اور یہ دیکھ کر خوش ہوگیا کہ فریدی اس کے ایثار پر مطمئن ہے۔

بہر حال اس کا بازو ناگواری سے قبول کیا گیا تھا۔

وہ باہر گاڑی میں آ بیٹھے.....فریدی اسے ہائی سرکل سے لنکن ہی میں لایا تھا۔

"کیا آپ کلب ہی چلیں گی۔" فریدی نے شہزاد سے پوچھا۔

"نہیں مجھے گھر پہنچا دیجئے۔" نحیف سی آواز میں جواب ملا۔

حمید بھی اپنی گاڑی کلب ہی کے پارکنگ شیڈ میں چھوڑ آیا تھا۔ شہزاد فریدی کے ساتھ اگلی سیٹ پر تھی اور حمید پیچھے بیٹھا تھا۔

"کیا آپ اس وقت میرے چند سوالات کا جواب دے سکیں گی۔" فریدی نے شہزاد سے پوچھا۔

"مجھے گہرا صدمہ پہنچا ہے.... پھر بھی میں کوشش کروں گی!"

"کیا مسٹر آصف جواری تھے!"

"نہیں قطعی نہیں.... وہ ایک بااصول آدمی تھا۔"

"حال ہی میں کسی سے جھگڑا ہوا تھا۔"

"مجھے علم نہیں......!"

"کیا وہ کسی سلسلے میں آپ کی مدد کرنا چاہتے تھے؟"

"یہ..... یہ..... کیونکر کہا آپ نے؟"

"میرا خیال ہے کہ وہ آپ کو کسی بڑی دشواری سے نکالنا چاہتے تھے!"

"خداوند..... کک..... کیا اس کے پاس سے کوئی ایسی چیز برآمد ہوئی ہے۔"

"اس وقت آپ نے لاش کو جس پوزیشن میں دیکھا ہے وہ ایسی پوزیشن میں نہیں تھی۔ ی پڑی ہوئی تھی اور اس کے نیچے سے ایک ہینڈ بیگ برآمد ہوا تھا۔ جس میں ایک لاکھ کرنسی نوٹ تھے اور داہنے ہاتھ میں خنجر دبا ہوا تھا!"

"تو پھر......!"

"کیا وہ رقم آپ سے کسی نے طلب کی تھی۔"

"میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتی......!"

"محترمہ.... یہ میرے سوال کا جواب تو نہیں ہوسکتا۔"

"کرنل.... پلیز.... میں بہت پریشان ہوں.... اس وقت مجھ سے کچھ نہ پوچھئے۔"

"بہت بہتر۔ کل کسی وقت آ جاؤں گا۔"

حمید خاموشی سے ان کی گفتگو سنتا رہا تھا.... اس نے سوچا سنگ کی کال شہزاد کے فون سے آئی تھی اور کچھ دیر بعد ایکس چینج سے معلوم ہوا تھا کہ وہ فون خراب ہے۔ تو کیا سنگ نے پھر کوئی جال بچھایا ہے اب سکون نصیب نہ ہونے دے گا.... یک بیک اسے غصہ آ گیا اور اپنا نچلا ہونٹ چبانے لگا۔

اتنے میں گاڑی ایک عظیم الشان عمارت کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی۔

فریدی شہزاد سے کہہ رہا تھا۔ "محترمہ آپ کچھ خوفزدہ سی نظر آ رہی ہیں۔"

''نہیں تو...ق...قطعی نہیں.....!''

''اگر آپ کہیں تو اپنے اسسٹنٹ کیپٹن حمید کو آپ کے پاس چھوڑ جاؤں۔''

''اوہ...تو یہ کیپٹن حمید ہیں۔''

حمید نے طویل سانس لی.....اور فریدی کے جواب پر شہزاد کو کہتے سنا۔ ''اچھی بات ہے۔ میں پریشان ہوں...شاید سو نہ سکوں....اس لیے کیپٹن حمید کو خوش آمدید کہوں گی۔''



''خوش آمدید'' حمید برا سا منہ بنا کر بڑبڑایا۔ اور ''خوش آمدید'' کے معنی تلاش کرنے لگا کیونکہ ایک گھنٹہ سے شہزاد کی اسٹڈی میں تنہا بیٹھا بور ہو رہا تھا۔

وہ اسے وہاں بٹھا کر کسی دوسرے کمرے میں چلی گئی تھی۔ خوش آمدید کہنے کا یہ انداز اس کے لیے بالکل نیا تھا۔

مزید پندرہ منٹ گزر گئے.....پھر وہ لاحول پڑھ کر اٹھ کھڑا ہوا.....لیکن لاحاصل.....دور تک کسی ایسے آدمی کا پتہ نہیں تھا جسے اطلاع دے کر وہاں سے چل دیتا۔

اسے حیرت تھی کہ اتنی مال دار عورت کی قیام گاہ دنیا سے گزر جانے والوں کی آخری آرام گاہ کیوں معلوم ہو رہی ہے۔

قبرستان ہی کا سا سناٹا وہاں کی فضا پر مسلط تھا۔

اچانک فون کی گھنٹی بجی اور حمید خاموشی سے منتظر رہا کہ شاید اسی آواز پر کوئی اسٹڈی کی طرف متوجہ ہو جائے لیکن فون کی گھنٹی بجتی ہی رہی۔ آخر جھنجھلا کر اس نے ریسیور اٹھایا۔

''ہیلو!''

''کیپٹن حمید!'' دوسری طرف سے مردانہ آواز آئی۔

''ہاں....میں ہی ہوں!''

''اور میں ہوں تمہارا خادم.....سنگ ہی!''

''فرمائیے.....!'' حمید دانت پیس کر بولا۔

''جہاں تم ہو.....وہاں کے سارے ملازم اپنے اپنے بستروں پر بے ہوش پڑے ہیں شہزاد میرے پاس پہنچ چکی ہے!''

''نہیں....!'' حمید بوکھلا کر بولا۔

''ہاں....میرے....دوست....اور اب تم بھی چلتے پھرتے نظر آؤ....ورنہ بڑی دشواری میں پڑ جاؤ گے! دوسری دلچسپ اطلاع یہ ہے کہ گاڑی میں فریدی اور شہزاد کے درمیان جو گفتگو ہوئی تھی وہ تمہارے محکمہ کے آپریشن روم میں سنی جاتی رہی تھی!''

''کیا مطلب!''

''لنکن کے ٹرانسمیٹر کا سوئچ اس وقت آن کر دیا گیا تھا جب تم لوگ ڈاکٹر غوری والی عمارت میں لاش کی شناخت کر رہے تھے!''

''اچھا تو پھر!''

''کچھ بھی نہیں۔ بس اتنی سی بات کہ کرنل فریدی کے علاوہ بعض دوسرے آفیسرز کو بھی علم ہے کہ تم اس وقت شہزاد کی قیام گاہ پر ہو اور وہ تمہاری موجودگی ہی میں غائب ہو گئی!''

''بھلا تمہیں پہلے سے اس کا اندازہ کیونکر ہو گیا تھا کہ ہم میں سے کوئی شہزاد کے ساتھ ٹھہرے گا!''

''دراصل میں تم لوگوں کی گفتگو سننا چاہتا تھا اس لیے ٹرانسمیٹر کا سوئچ آن کیا گیا تھا۔ اس طرح میں نے بھی سنی اور تمہارے محکمے کے کچھ آفیسروں کے بھی گوش گزار ہوئی!''

''آخر تم میرے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو!''

''فریدی پر بس نہیں چلتا اس لیے۔ دنیا کا واحد شخص ہے جس کے مقابل آ کر مجھے بہت زیادہ محتاط ہو جانا پڑتا ہے!''

حمید نے طویل سانس لی اور بولا۔ ''اس کال کی غرض و غائت بھی بتا دو!''

''ہمدردی۔ کیپٹن حمید۔ ورنہ تم ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے ہی رہ جاتے ویسے عورتوں کا چکر بُرا ہے پیارے.....یا پھر مجھ جیسا ڈھیٹ آدمی ہونا چاہیئے! ہاں سنو۔ ایک بار پھر اپنا مطالبہ دہراتا ہوں.....فریدی سے کہو یہ آخری موقع ہے!''

''میں تمہارا پیغام پہنچا دوں گا مگر پیارے سنگ ہم تم دونوں اچھے دوست ثابت ہو

سکتے ہیں۔"

"میں تم دونوں کو دشمن نہیں سمجھتا اسی لیے ابھی تک زندہ ہو!"

"بہت بہت شکریہ!"

"تمہارا لہجہ طنزیہ ہے کیپٹن حمید!"

حمید نے قہقہہ لگا کر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

"شہزاد کا تحفظ اسکی ذمہ داری تھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اسٹڈی سے آگے بڑھنا چاہیے۔"

اچانک پھر فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے ریسیور اٹھایا۔ اس بار فریدی کی آواز سنائی دی۔

"جہاں ہو..... وہیں ٹھہرو۔ عمارت کا جائزہ لینے کی ضرورت نہیں..... میں آرہا ہوں!"

"بہت بہتر جناب عالی!" حمید نے ٹھنڈی سانس لی۔

پھر دس منٹ کے اندر ہی اندر وہ وہاں پہنچا تھا۔

"کیا تم شروع سے اب تک یہیں رہے ہو۔" فریدی نے سوال کیا۔

"ہاں وہ مجھے یہیں بٹھا کر چلی گئی تھی۔ کیا یہ فون ٹیپ کیا جاتا رہا ہے!"

"اس وقت سے جب اسی نمبر سے سنگ کی کال آئی تھی!"

"تو آپ نے اس کی اس وقت کی گفتگو سنی ہوگی!"

"میں نے نہیں..... دوسروں نے سنی تھی اور فوراً ہی مجھے اطلاع دی تھی۔"

"اوہو..... تو کیا آپ کو پہلے ہی سے خدشہ تھا!"

"نہیں..... لیکن.... میں تمہیں یہاں تنہا تو نہیں چھوڑ گیا تھا!"

"چھوڑ ہی کیوں گئے تھے!" حمید نے جھنجھلا کر پوچھا۔

"محض اس لیے کہ تم شہزاد سے کچھ معلومات حاصل کرسکو!"

"لیکن اس سے پہلے ہی سنگ اسے اٹھا لے گیا۔"

"یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا۔ ہوسکتا ہے یہ بھی سنگ کا بلف ہو!"

"بلف.....!" حمید نے حیرت سے دہرایا۔

"میرے ساتھ آؤ.....!" کہہ کر وہ ایک دروازے کی جانب بڑھا ہی تھا کہ اسٹڈی میں اندھیرا چھا گیا۔

"ٹھہرو.....!" فریدی نے حمید کا بازو پکڑ کر آہستہ سے کہا۔

حمید کا ریوالور بغلی ہولسٹر سے نکل آیا تھا۔ دفعتاً ایک نسوانی چیخ سناٹے میں گونجی۔

حمید نے آواز کی سمت بڑھنے کی کوشش کی تھی۔

"نہیں.... باہر نکلو!" فریدی آہستہ سے بولا۔

اسی دوران میں اس کے ہاتھ سے حمید کا بازو چھوٹ گیا تھا۔ حمید اندازے سے نکاسی کے دروازے کی جانب بڑھا..... لیکن دوسرے ہی لمحے میں اسے ایسا محسوس ہوا جیسے ناک کے راستے منوں غبار پھیپھڑوں میں اتر گیا ہو۔ دم گھٹنے لگا، قدم لڑکھڑائے اور وہ فرش پر آرہا..... گرتے گرتے سر کسی ٹھوس چیز سے ٹکرایا تھا۔ اسے ہوش نہیں کہ اس کے بعد کیا ہوا تھا۔

پھر وہ بری طرح جھنجھوڑا نہ جاتا تو شاید قیامت کی خبر لیتا۔

بوکھلا کر آنکھیں کھول دیں.... پھر ہڑبڑا کر اٹھ بھی بیٹھا کیوں کہ اس طرح جھنجھوڑنے والی شہزاد تھی۔

"تمہیں میری خواب گاہ میں داخل ہونے کی جرأت کیونکر ہوئی۔" وہ غضبناک انداز میں کہہ رہی تھی۔

حمید نے کچھ اور زیادہ بوکھلا کر اس کے بستر سے چھلانگ لگائی..... شہزاد شب خوابی کے لباس میں تھی اور ایسا لگتا تھا جیسے ابھی ابھی بیدار ہوئی ہے۔

تو کیا وہ اسی بستر پر اس کے ساتھ ہی خراٹے لیتا رہا ہے.... لیکن خود اس نے تو جوتے تک نہیں اتارے تھے۔

"خداوند!" وہ سر پکڑ کر رہ گیا اور پھر دل ہی دل میں سنگ ہی کو ایک گندی سی گالی دی۔

دھمکیاں اور سانپ

شہزاد مسلسل چیخے جا رہی تھی۔ "میں ابھی ہوم سیکرٹری کو فون کرتی ہوں..... تم نے سمجھا کیا ہے....!"

"میری بات بھی تو سنیے!"

"شٹ اَپ۔"

"کیا آپ یقین کے ساتھ کہہ سکتی ہیں کہ آپ اپنی ہی کوٹھی میں ہیں۔"

حمید نے اسی کے انداز میں چیخ کر کہا۔

شہزاد اس طرح چیخی جیسے ابھی تک ہوش میں نہ رہی ہو..... آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھنے لگی۔

"تت..... تم..... کمینے..... مجھے کہاں لے آئے ہو۔" وہ اتنے زور سے چیخی کہ کھانسیوں کا دورہ پڑ گیا۔

"محترمہ ہوش میں آیئے......! پچھلی رات آپ مجھے اپنے نشست کے کمرے میں بٹھا کر کہاں غائب ہوگئیں تھیں!"

"یہ مجھ سے پوچھ رہے ہو۔" وہ آنکھیں نکال کر غرائی۔ "اب مجھے سب کچھ یاد آرہا ہے..... جیسے ہی میں اسٹڈی سے اندر گئی تھی کسی نے میرا گلا گھونٹ دیا تھا..... پھر مجھے کچھ یاد نہیں کہ کیا ہوا!"

"اور اب مجھ سے سنیے کہ میں ایک گھنٹے تک اسٹڈی میں تنہا بیٹھا جھک مارتا رہا تھا..... پھر اچانک بجلی غائب ہوگئی تھی۔ ساتھ ہی کسی عورت کی چیخ سنائی دی تھی......! پھر مجھے بھی یاد نہیں کہ اس کے بعد کیا ہوا اور یہ دیکھیے میں اسی لباس میں ہوں جس میں آپ نے مجھے اپنی اسٹڈی میں دیکھا تھا لیکن آپ سلیپنگ سوٹ میں ہیں!"

"یہ سب کیا ہے؟"

"یہی میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کیونکہ یہ حادثہ مجھے آپ ہی کی کوٹھی میں پیش آیا تھا۔"

"کیا تم سب کچھ سچ کہہ رہے ہو.....!" دفعتاً وہ نرم پڑ گئی۔

"محترمہ میں ایک ذمہ دار آفیسر ہوں!" حمید نے خشک لہجے میں کہا۔

وہ نڈھال سی ہو کر بستر پر بیٹھ گئی۔

حمید نے گھڑی دیکھی آٹھ بج رہے تھے۔ تو یہ دوسرا دن ہے۔ اس نے سوچا اور پُرتشویش نظروں سے شہزاد کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ سر جھکائے بیٹھی تھی۔

"کرنل کے اس ریمارک سے آپ نے اتفاق نہیں کیا تھا کہ آپ پچھلی رات خائف نہیں۔" اس نے اسے مخاطب کیا۔

شہزاد سر اٹھا کر مغموم نظروں سے اسے دیکھتی رہی پھر بولی۔ "میں خائف نہیں تھی..... مغموم تھی..... وہ میرا اسیکرٹری ہی نہیں ایک اچھا دوست بھی تھا!"

"اور وہ ایک لاکھ روپے کی رقم کس کی تھی!"

"میں نہیں جانتی!"

"میرا خیال ہے کہ آصف صاحب ذاتی طور پر اتنے مالدار نہیں ہو سکتے۔"

"یہ اس کا نجی معاملہ تھا۔"

"سچی بات محترمہ۔ ورنہ گلوخلاصی ممکن نہ ہوگی......!"

"میں سمجھی!" شہزاد دوبارہ بپھر کر بولی۔ "تو تم لوگ مجھ سے کسی بات کا اعتراف کرانے کے لیے یہاں لائے ہو۔"

"ہمیں اس کی ضرورت نہیں..... میرا باس آپ کو اپنے دفتر میں طلب کر کے پوچھ گچھ کر سکتا ہے۔ اسے اس کی پرواہ نہیں ہو سکتی کہ بعض منسٹروں سے بھی آپ کے دوستانہ تعلقات ہیں۔"

شہزاد پھر کسی سوچ میں پڑ گئی..... حمید کی نظر اس کے چہرے پر جمی ہوئی تھی۔

"میں جواب چاہتا ہوں محترمہ......!"

"مم..... میں اتنا ہی جانتی ہوں کہ آصف کو کوئی بلیک میل کر رہا تھا!"

"اور وہ مطلوبہ رقم لے کر وہاں گیا تھا!"

"تفصیل کا علم مجھے نہیں......!"

"بہرحال وہ رقم آپ ہی نے فراہم کی تھی!"

"کیا کسی کے لیے رقم فراہم کرنا جرم ہے!"

"نہیں تو..... لیکن..... خیر..... چھوڑیئے..... سوال تو یہ ہے کہ یہاں ہماری موجودگی کا کیا مقصد ہے!"

"میں کیا جانوں؟"

حمید خاموش ہوگیا۔ وہ فریدی کے بارے میں سوچنے لگا تھا۔ کیا اس پر بھی یہی گزری

ہو گئی۔ دفعتاً بائیں جانب سے کسی کی آواز آئی۔ ''معزز مہمان دس منٹ میں ناشتے کے لیے تیار ہو جائیں۔''

دونوں چونک پڑے..... اور حمید کے کچھ بولنے سے قبل ہی شہزاد نے چیخ کر کہا۔ ''میں ذرا اپنے میزبان کی شکل دیکھنا چاہتی ہوں۔''

''ناشتے کی میز پر آپ کی یہ خواہش پوری ہو جائے گی۔'' آواز آئی۔

''آخر ہم دونوں کو ایک ہی کمرے میں رکھنے کی کیا ضرورت تھی!''

حمید نے بھنا کر پوچھا..... اس بار اس نے سنگ ہی کی آواز پہچان لی تھی!

''اگر مجھے خدشہ ہوتا ہے کہ مادام شہزاد سے پہلے تم ہوش میں آ جاؤ گے تو ہرگز ایسی غلطی سرزد نہ ہوئی!''

''تم آخر ہو کون؟'' شہزاد جھلا کر چیخی۔ لیکن اس کے سوال کا جواب نہ ملا۔

حمید کمرے کا جائزہ لے رہا تھا..... کپڑوں کی الماری کھول کر شہزاد کی توجہ اس کی طرف مبذول کراتا ہوا بولا۔ ''یہ شاید آپ کے ملبوسات ہیں!'' وہ تیزی سے الماری کی طرف جھپٹی تھی۔

''ہاں..... ہاں..... میرے ہی ہیں.....!'' اس نے کہا اور حمید کو گھورنے لگی۔

''شاید آپ اب بھی یہی سوچ رہی ہیں کہ یہ ہماری ہی کسی حکمت عملی کا نتیجہ ہے۔''

''کیا میں یہ سوچنے میں حق بجانب نہیں ہوں۔'' وہ جھلا کر بولی۔

''کچھ دیر بعد شاید آپ کا اندازِ فکر بدل جائے۔'' حمید نے کہا اور باتھ روم کی راہ لی۔

واپسی پر شہزاد دوسرے ملبوس میں نظر آئی۔

''وہ دروازہ باہر سے مقفل معلوم ہوتا ہے۔'' اس نے ایک طرف اشارہ کر کے کہا۔

''ظاہر ہے کہ ہم کسی کے قیدی ہیں۔'' حمید خشک لہجے میں بولا۔

ٹھیک اسی وقت کسی نے دروازہ کھولا۔ یہ ایک باوردی ملازم تھا۔

''ناشتہ جناب عالی!'' اس نے کسی قدر خمیدہ ہو کر کہا۔

''اچھا۔'' حمید نے معزز مہمانوں کی سی شان سے اپنے سر کو جنبش دی۔

ملازم انہیں ایک وسیع ڈائننگ روم میں لایا۔ میز پر ایک شخص ان کا منتظر تھا۔ جس پر نظر پڑتے ہی شہزاد دروازے ہی میں ٹھٹک گئی۔

''زر..... زرد فتنہ.....!'' وہ خوفزدہ انداز میں ہکلائی۔

سنگ ہی ان کے استقبال کے لیے کھڑا ہو گیا تھا۔

''ہوں..... تو آپ اسے پہچانتی ہیں۔'' حمید نے طویل سانس لے کر پوچھا۔

''نن..... نہیں تو.....!''

''ابھی آپ نے کچھ کہا تھا!''

''نن..... نہیں تو.....!''

''کیا اب یہ میز آپ دونوں کے قریب ہی پہنچانی پڑے گی۔'' سنگ ہی نے مسکرا کر پوچھا۔

''نہیں تو..... ہم آ رہے ہیں پیارے میزبان۔'' حمید نے بھی خوشدلی کا مظاہرہ کرنے کی کوشش کی اور شہزاد کا بازو پکڑ کر بولا۔ ''چلیے محترمہ!''

وہ لڑکھڑاتی ہوئی میز تک پہنچی تھی۔

''میری خوش قسمتی ہے کہ شہر کی دو معزز ہستیوں کا میزبان بننے کا شرف حاصل کر رہا ہوں۔'' سنگ نے بڑی لجاجت سے کہا لیکن حمید نے محسوس کیا کہ شہزاد بُری طرح کانپ رہی ہے۔

''میں تو تمہاری سعادت مندی کے مقصد سے واقف ہوں لیکن مادام نے کیا قصور کیا ہے!'' حمید نے اسے تیز نظروں سے دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

''مادام اچھی طرح واقف ہیں!'' سنگ ہی شہزاد کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

''مم..... میں کچھ..... نہیں جانتی!''

سنگ ہی قہقہہ لگا کر بولا۔ ''خیر..... خیر..... آپ لوگ ناشتہ کیجیے!''

''کیجیے محترمہ!'' حمید نے شہزاد کی طرف دیکھ کر کہا۔

شہزاد نے کانپتے ہوئے ہاتھ سے اپنے سامنے والی پلیٹ سیدھی کی تھی۔

ناشتے کے دوران میں خاموشی رہی۔ اس کے بعد حمید کو پائپ اور پرنس ہنری کا تمباکو پیش کیا گیا۔ پائپ نیا تھا۔

''بہت بہت شکریہ!'' حمید سنگ کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔ ''لیکن میں مادام شہزاد کے بیرزی کے قتل کی وجہ ضرور معلوم کرنا چاہوں گا۔''

''یہاں اس بات کا کیا موقع ہے؟'' شہزاد جھنجھلا کر بولی۔

''اوہو.... میں سمجھا.......لو''

''کیا سمجھے!''

''یہ اچھی طرح سمجھتا ہے۔'' حمید نے سنگ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

''یہ میرے لیے قطعی اجنبی ہے۔''

''لیکن کچھ دیر پہلے آپ نے اسے زرد فتنہ کے نام سے یاد کیا تھا!''

''یہ جھوٹ ہے!''

''پھر اس نے کیوں کہا تھا کہ مادام یہاں اپنی موجودگی کے مقصد سے بخوبی واقف ہیں!''

''اسی سے پوچھو کہ اس نے یہ بات کیوں کہی تھی!''

''اچھی بات ہے۔ تم ہی بتاؤ۔'' حمید نے سنگ کی طرف دیکھ کر کہا۔

''بتا دوں......!'' سنگ شہزاد کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

''کک.... کیا.... بب.... بتا دو گے!''

''یہی کہ میں آصف کو بلیک میل کر رہا تھا۔ میں نے اس سے ایک لاکھ طلب کیے تھے لیکن وہ رقم کے ساتھ ہی ایک خنجر بھی لایا تھا اس لیے میرے ہاتھوں قتل ہو گیا۔ اتنے میں پولیس آ گئی اور مجھے وہاں سے خالی ہاتھ بھاگنا پڑا اور کیوں نہ خالی ہاتھ بھاگتا۔ وہ نہ صرف خنجر ساتھ لایا تھا بلکہ کرنسی بھی جعلی تھی!''

حمید اس دوران میں سنگ کی بجائے شہزاد کے چہرے کا جائزہ لیتا رہا تھا۔

سنگ کے خاموش ہوتے ہی اس نے شہزاد کی آنکھوں میں اطمینان کی جھلکیاں دیکھیں اور وہ تڑ سے بولی۔ ''مجھ پر اس کی کیا ذمہ داری ہو سکتی ہے!''

''اب میں ایک لاکھ کی بجائے دو لاکھ لوں گا۔'' سنگ مسکرایا۔

''تم اسے بلیک میل کر رہے تھے۔ میرا کیا بگاڑ سکو گے۔'' شہزاد غرائی۔

لیکن حمید کو اس غراہٹ میں سو فیصد تصنع محسوس ہوا تھا۔

''آپ اس شخص کو اچھی طرح پہچانتی ہیں نا۔'' سنگ نے حمید کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔

''ہاں تو پھر......!''

''فریدی اتفاقاً بچ نکلا ورنہ وہ بھی اس وقت یہیں نظر آتا!''

حمید نے اطمینان کا سانس لیا۔

''میں نہیں سمجھی۔''

''میں آپ کو اپنی قوت دکھانا چاہتا تھا..... اور بس۔ کچھ دیر بعد آپ دونوں رہا کر دیئے جائیں گے!''

''تو تم زبردستی مجھ سے دو لاکھ وصول کرو گے۔'' شہزاد آنکھیں نکال کر بولی۔

''یقیناً..... آپ دیکھ ہی رہی ہیں کہ قانون کا ایک محافظ بھی آپ ہی کی طرح میرا قیدی ہے۔ میں جب بھی چاہوں گا، آپ کو دوبارہ قیدی بنا لوں گا۔ آپ کرنل فریدی اور اس کے اسسٹنٹ کی شہرت سے واقف ہی ہوں گی۔''

''دھمکی......! اچھی بات ہے..... میں بھی دیکھوں گی!''

سنگ کے طویل قہقہے سے کمرہ گونج اٹھا۔

''کیا آپ بتا سکیں گی کہ آصف نے جعلی کرنسی کہاں سے مہیا کی!'' حمید نے شہزاد سے خشک لہجے میں پوچھا۔

''میں نہیں جانتی!''

''خیر نہ جانتی ہوں گی.... لیکن آپ اسے زرد فتنہ کے نام سے ضرور جانتی تھیں!''

''پلیز کیپٹن حمید!'' سنگ ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ''فی الحال آپ دونوں ہی میرے قیدی ہیں۔ لہٰذا اپنا قانون اپنے پاس ہی رکھیے۔ اس قسم کے سوالات یہاں سے رہائی کے بعد کیجیے گا.... ویسے بحیثیت زرد فتنہ میرا وزیٹنگ کارڈ ملاحظہ فرمائیے!''

سنگ نے جیب سے کارڈ نکال کر حمید کی طرف سرکا دیا۔ اس کارڈ پر ایک طرف سنگ کی تصویر تھی اور دوسری طرف زرد فتنہ تحریر تھا!

''مادام نے یہی کارڈ آصف کے پاس دیکھا ہوگا۔'' سنگ نے حمید سے کارڈ واپس لیتے ہوئے کہا۔

حمید نے جواب طلب نظروں سے شہزاد کی طرف دیکھا۔

''ہاں میں نے آصف کے پاس دیکھا تھا.... لیکن جعلی کرنسی کے بارے میں کچھ نہیں جانتی......!'' اس نے لاپرواہی سے کہا۔

''اب میں اپنے معزز مہمانوں سے اجازت چاہوں گا۔'' سنگ اٹھتا ہوا بولا۔

''اس قید کی مدت تو بتاتے جاؤ......!'' حمید نے تمسخر آمیز انداز میں کہا۔

سنگ دروازے کے قریب رک کر مڑا.... چند لمحے حمید کو تیز نظروں سے دیکھتا رہا پھر بولا۔ ''اپنے کچھ معاملات نپٹانے کے بعد ہی تم دونوں سے بھی سمجھوں گا!''

وہ چلا گیا.....دروازہ باہر سے مقفل کیا گیا تھا۔ انہوں نے قفل میں کنجی گھومنے کی آواز سنی تھی۔

حمید شہزاد کی طرف متوجہ ہوا۔ وہ اسے عجیب نظروں سے دیکھے جا رہی تھی۔ حمید اندازہ نہ کر سکا کہ اس کے ذہن میں کیا ہے۔

''تم دونوں سے اس کے قریبی تعلقات معلوم ہوتے ہیں۔'' وہ بالآخر مسکرا کر بولی۔

''ہوں۔ کیا خیال ہے؟ ان دو لاکھ میں ہمارا بھی حصہ ہوگا۔''

''میں یہی سوچ رہی ہوں۔ ویسے مجھے افسوس ہے کہ ہمارے تعلقات پرانے نہیں..... یقین کرو.....آج تم میرے محبوب ہوتے!''

''میں چوبیس گھنٹے کے نوٹس پر محبوب بننے کی صلاحیت رکھتا ہوں۔''

''ہاں.....تم ایسے ہی ہو!'' وہ پیار بھرے لہجے میں بولی۔ ''دو کیا دس لاکھ تم پر سے نثار کیے جا سکتے ہیں۔''

''بہت خوب تو آپ کو اس پر یقین آ گیا ہے کہ میں اور میرا باس بھی اس رقم کے حصہ دار ہوں گے۔''

''جہنم میں جھونکو۔ اگر یہ حادثہ پیش نہ آیا ہوتا تو تم بھی مجھے نہ ملتے۔''

''میرا چیف مجھ سے زیادہ خوبصورت اور توانا ہے۔''

''یقیناً.....اور اس قابل ہے کہ اسے کسی عجائب گھر کی زینت بنا دیا جائے۔'' شہزاد نے تلخ لہجے میں کہا۔ ''مجھے ایسے مرد پسند نہیں ہیں جن پر عورتیں اثر انداز نہ ہو سکیں....تم خود سوچو یہ کتنا غیر فطری ہے!''

''اسی لیے قدرت نے اسے بے حد فطری اسسٹنٹ عنایت کیا ہے۔'' حمید اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

''میرے جذبات کی قدر کرو....میرا مذاق نہ اڑاؤ۔'' وہ جھنجھلا کر بولی۔

دفعتاً حمید کی آنکھوں سے گہرا غم جھانکنے لگا اور اس نے گلوگیر آواز میں کہا۔ ''مجھے سمجھنے ی کوشش کیجیے۔''

''کیا مطلب؟'' شہزاد سنجیدہ نظر آنے لگی تھی۔

''عورتوں نے کبھی میرے جذبے کی قدر نہیں کی.....کھلونا سمجھ کر کھیلتی رہی ہیں۔ پچھلے ال ایک خاتون نے بالآخر یہ کہہ کر میری محبت کا گلا گھونٹ دیا تھا کہ میرے الفاظ کی ادائیگی رست نہیں ہے....اس لیے وہ مجھ سے شادی نہیں کر سکتیں!''

''میں نہیں سمجھی!''

''ان کا خیال تھا کہ قلم کو کلم اور حقیقت کو حلیکت نہیں کہہ سکتا اس لیے شادی کے قابل یں ہوں!''

''یہ کیا بات ہے؟''

''میں خود بھی نہیں سمجھ پایا کہ.....ارے بابا مرد بیوقوف یا بیوکوف.....اس سے محبت پر یا اثر پڑتا ہے!''

''تم شرارت سے باز نہیں آؤ گے!'' شہزاد ہنس پڑی۔

''اب مجھے خودکشی ہی کرنی پڑے گی۔'' حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

''کیا ہم یہیں بیٹھے رہ جائیں گے۔'' شہزاد نے یک بیک چونک کر کہا۔

''محبت کا ذکر چھڑ جائے تو پھر یہی ہوتا ہے!''

دونوں اٹھ کر اس کمرے میں آئے جہاں سے ناشتے کے لیے روانہ ہوئے تھے یہاں کا ازہ کھلا ہوا نظر آیا اور پھر ان پر یہ حقیقت بھی واضح ہو گئی کہ اب وہ آزاد ہیں کیونکہ یہ ازہ عقبی پارک میں کھلتا تھا۔

''یہ تماشا بالکل سمجھ میں نہیں آیا۔'' حمید پُرتفکر لہجے میں بولا۔

''نکل چلو.....نکل چلو.....!'' شہزاد کی سانس پھولنے لگی تھی۔



حمید سیدھا آفس پہنچا.....اس کا خیال تھا کہ فریدی سے ملاقات نہ ہو سکے گی لیکن وہ
اپنے دفتر میں موجود تھا اور خاصا خوش وخرم نظر آ رہا تھا۔ حمید بھنا کر رہ گیا اس کا خیال تھا کہ
فریدی اس کے لیے بے حد پریشان ہو گا۔

"کیا خیال ہے.....آپ میری جگہ میری لاش چاہتے تھے!"

"دل چھوٹا نہ کرو.....بیٹھ جاؤ.....میں سنگ ہی کی توقعات پر پورا اترنے کی کوشش کر
رہا ہوں!"

"اگر میں موت کے گھاٹ اتر جاتا تو کیا ہوتا!"

"وقت سے پہلے تم موت کے گھاٹ نہیں اتر سکتے۔" فریدی نے خشک لہجے میں کہا اور
حمید کے ارمانوں پر اوس پڑ گئی۔

چند لمحے خاموش رہ کر فریدی نے کہا۔ "رپورٹ۔"

اور حمید اس طرح اپنی کہانی دہرانے لگا جیسے فریدی کی بجائے ٹیپ ریکارڈر سامنے
ہو.....آواز جذبات سے عاری تھی۔ وہ فریدی کی طرف دیکھ بھی نہیں رہا تھا۔

اس کے خاموش ہوتے ہی فریدی بولا۔ "تبصرہ۔"

"تبصرہ.....یہ کہ میں سو فیصد الو کا پٹھا ہوں.....!"

"اسے حقیقت کہتے ہیں تبصرہ نہیں.....!"

"یہ حقیقت ہے کہ میں الو کا پٹھا ہوں۔" حمید نے آنکھیں نکال کر سوال کیا۔

"اچھا تم ہی بتاؤ، اگر میں نے تمہیں کبھی جھوٹا سمجھا ہو!"

حمید نے بُرا مان جانے کے سے انداز میں خاموشی اختیار کر لی۔

کچھ دیر بعد فریدی اپنی کرسی سے اٹھ کر اس کے قریب آیا اور شانہ تھپک کر بولا۔ "موسم
بڑا خوشگوار ہے.....چلو باہر چلیں!"

"آپ کے ساتھ تو ہرگز نہیں جاؤں گا.....مادام شہزاد آج ہی تو مجھ پر عاشق ہوئی ہیں۔"

"وہیں چلیں گے.....میں کہہ چکا ہوں کہ مجھے سنگ کی توقعات پر پورا اترنا ہے کیا
شہزاد کو اس کے گھر پہنچانے گئے تھے!"

"نہیں! وہ اس زور سے عاشق ہوئی ہے کہ مجھے کسی قانونی دشواری میں نہیں پڑنے
ا چاہتی۔"

"ٹھیک ہے.....چلو اٹھو.....!"

گاڑی کمپاؤنڈ سے نکل ہی رہی تھی کہ خود شہزاد سامنے سے آتی دکھائی دی اپنی کار وہ
ہی ڈرائیو کر رہی تھی۔

فریدی نے اپنی گاڑی باہر نکال کر داخلے کے پھاٹک سے دوبارہ کمپاؤنڈ میں داخل
.....اور اس کی گاڑی کے قریب ہی روک دی۔

"ہم آپ ہی کے پاس جا رہے تھے۔" فریدی گاڑی سے اترتا ہوا بولا۔

"آپ کو حمید صاحب کی زبانی سب کچھ معلوم ہی ہو چکا ہو گا۔" شہزاد نے کپکپاتی
ی آواز میں کہا۔

"جی ہاں.....!"

"یقین کیجیے کہ ایک لاکھ کی جعلی کرنسی سے میرا کوئی تعلق نہیں!"

"یہ اطلاع بھی حمید ہی کی زبانی ملی ہے کہ کرنسی جعلی ہے.....لہٰذا اس کی پرکھ بھی ہو
ے گی!"

"کہیں اطمینان سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔"

فریدی اسے اپنے آفس میں لایا۔ اس وقت یہاں ان تینوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا
ر باہر سوئچ بورڈ پر سرخ رنگ کا بلب روشن ہو گیا تھا۔

"سوال تو یہ ہے کہ وہ مجھ سے دو لاکھ کا مطالبہ کیوں کر رہا ہے۔" شہزاد نے مردہ سی
از میں کہا۔

"کیا آپ کو معلوم ہے کہ آصف کیوں بلیک میل کیا جا رہا تھا!"

"نہیں میں نہیں جانتی.....وجہ اس نے نہیں بتائی تھی اور نہ اس نے مجھ سے کسی رقم کا
طالبہ کیا تھا.....میں نہیں جانتی کہ اس نے جعلی کرنسی کہاں سے فراہم کی!"

"تو پھر آپ کو پریشان بھی نہ ہونا چاہیے! میں دیکھوں گا کہ وہ آپ سے کس طرح دو
کھ وصول کرتا ہے۔"

"ویسے مجھے اس پر حیرت ضرور ہے کرنل صاحب کہ پولیس مجرموں کے ہاتھوں کٹھ
بن کر رہ گئی ہے!"

"قربِ قیامت کی نشانی۔" فریدی طویل سانس لے کر بولا۔ "کچھ مجرم بڑی بڑی رشوتوں سے کام چلاتے ہیں اور کچھ دھونس دھڑلے سے.....لیکن رشوتوں کا سہارا لینے والے مجرم نہیں کہلاتے.....کبھی کبھی تو حکومت انہیں خطابات سے بھی نوازتی ہے۔"

"اوہو۔ تو آپ میرے طبقے پر چوٹ کر رہے ہیں۔" شہزاد نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

فریدی کچھ نہ بولا.....البتہ حمید نے بڑی ڈھٹائی سے کہا۔ "ایسی کوئی بات نہیں محترمہ۔ میرے چیف دراصل یہ کہنا چاہتے ہیں کہ وہ خود بھی آپ ہی کے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اکثر مجھے رشوت دے کر میری زبان بند کرتے رہتے ہیں!"

"میں نہیں سمجھی.....!"

"آپ فی الحال یہ سمجھنے کی کوشش کیجئے کہ آپکو کیپٹن حمید کی موجودگی میں کیوں دھمکایا گیا۔"

"مم..... پپ..... پتہ نہیں۔" شہزاد یک بیک نروس نظر آنے لگی۔ حمید اوپری ہونٹ بھینچے اسے گھورے جا رہا تھا۔ وہ خود اس کی طرف متوجہ نہیں تھی۔

"میری دانست میں اس کہانی کا یہی حصہ سب سے زیادہ اہم ہے۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے....!" شہزاد سنبھالا لے کر طنزیہ لہجے میں بولی۔ "دو لاکھ ما رشوتیں بھی شامل ہوں گی!"

"ممکن ہے!" فریدی نے خشک لہجے میں کہا اور اٹھ گیا۔ اس کا یہی مطلب تھا کہ اب وہ گفتگو کے لیے مزید وقت نہیں دے سکتا۔

"میں اس معاملے کو آگے تک بڑھاؤں گی......!" شہزاد بھی اٹھتی ہوئی بولی۔

"مجھے بے حد خوشی ہو گی!"

وہ تیزی سے دروازے کی طرف بڑھی..... حمید حیرت سے فریدی کی طرف دیکھ رہا تھا.....اس نے اپنی بائیں آنکھ دبائی اور حمید نے جھپٹ کر شہزاد کے لیے دروازہ کھولا۔

وہ اس کے ساتھ چلتا ہوا گاڑی تک آیا تھا۔

"میرا چیف بہت خشک آدمی ہے۔" اس نے اس کیلئے گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

لیکن دوسرے ہی لمحے میں دونوں بوکھلا کر پیچھے ہٹ گئے.....اگلی سیٹ پر ایک بڑا سا پ کنڈلی مارے بیٹھا تھا۔

مینا اور بچھو

حمید پھر آگے بڑھا اور سانپ کو سیٹ سے نیچے اتارنے کے لیے ہشکارنے لگا لیکن وہ ں جگہ پر جما ہوا پھپھکارتا رہا..... پارکنگ شیڈ میں ان دونوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ لانکہ گاڑی والا واقعہ پیش آنے کے بعد سے وہاں ایک مسلح آدمی ہر وقت موجود رہتا تھا۔

اگر کوئی ہوتا تو کیا حمید ایک خاتون کی موجودگی میں اس سے مدد لینا پسند کرتا ایک عدد اپ ہی تھا۔ بپھرا ہوا ہاتھی یا شیر ببر تو نہیں تھا۔

حمید نے بغلی ہولسٹر سے ریوالور نکالا۔

"ارے.....ارے.....گاڑی تباہ ہو جائے گی۔" شہزاد بول پڑی۔

"تو کیا آنکھ ماروں اسے......!"

"نہیں....!" پشت سے فریدی کی آواز آئی.. "سامنے سے ہٹ جاؤ!"

شاید وہ بھی کہیں جانے کے لیے اپنے دفتر سے نکلا تھا۔

"یہ کیا مصیبت ہے آخر......!" شہزاد ایک طرف ہٹتی ہوئی بڑبڑائی۔

فریدی نے گاڑی کے کھلے ہوئے دروازے کے سامنے سے دونوں کو ہٹا کر جیب سے ال نکالا اور اسے سانپ کے پھن پر پھینک دیا۔ وہ بوکھلا کر دوسری طرف والی کھڑکی کی رف جھپٹا ہی تھا کہ اس کی دُم کنڈلی سے باہر آ گئی۔ پھر وہ دونوں اندازہ نہیں کر پائے تھے کہ ب فریدی نے اس کی دم پکڑی تھی اور کب جھٹکے کے ساتھ باہر نکال پھینکا تھا۔

شہزاد کی چیخ نکل گئی۔ سانپ اس سے تھوڑے ہی فاصلے پر پڑا ہلکی ہلکی لہریں لے رہا تھا۔

"سر کچل دیجئے سر۔" شہزاد ہانپتی ہوئی بولی۔

"اس کے بغیر ہی مر جائے گا۔" حمید نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "اس کا جوڑ جوڑ لگ ہو گیا ہے!"

سیٹ پر اس جگہ جہاں کچھ دیر پہلے سانپ کنڈلی مارے بیٹھا تھا۔ ایک کارڈ پڑا دکھائی

دیا۔ اس پر ایک طرف سنگ کی تصویر تھی اور دوسری طرف تحریر تھا۔ ''میرا مطالبہ بارہ گھنٹے کے اندر اندر پورا ہونا چاہئے!''

فریدی نے کارڈ شہزاد کی طرف بڑھا دیا۔

''اُوہ۔'' اس کا چہرہ زرد ہو گیا..... شاید سانپ نے بھی اسے اس درجہ خوفزدہ نہیں کیا تھا۔ جتنی اب نظر آ رہی تھی۔

پھر وہ جلد ہی خود پر قابو پانے میں کامیاب ہو گئی۔

''تو اب۔ یہاں..... اس جگہ بھی میں دھمکائی جاؤں گی.....!'' اس نے فریدی کی طرف مڑ کر کہا لیکن نظریں حمید کے چہرے پر تھیں۔

''یہ عجیب سچویشن ہے مادام شہزاد۔'' فریدی مسکرا کر بولا۔ ''ہم سوچ رہے ہیں کہ آپ بھی اس کے اس کھیل میں شریک ہیں اور آپ کا خیال ہے کہ مال غنیمت میں ہمارا بھی حصہ ہو گا۔''

''تو پھر مجھے یہ سوچنا چاہئے کہ آپ کا محکمہ اس بلیک میلر کے سامنے بے بس ہو گیا ہے۔''

''فی الحال یہی سمجھ لیجئے..... بعض اوقات ہم مصلحتاً بھی بے بس نظر آنے لگتے ہیں۔''

''جہنم میں جائیے..... میں خود دیکھوں گی، کہ کیا کر سکتی ہوں۔'' وہ جھپٹ کر گاڑی میں بیٹھی تھی اور انجن اسٹارٹ کر کے گاڑی ریورس گیئر میں ڈال دی تھی۔

وہ دونوں وہیں کھڑے اسے پھاٹک سے گزرتے دیکھتے رہے۔

''میں یہی چاہتا ہوں کہ تم خود ہی دیکھو.....!'' فریدی بڑبڑا کر حمید کی طرف متوجہ ہو گیا۔

قریب پڑا ہوا سانپ ٹھنڈا ہو چکا تھا۔

''وہ آدمی کہاں مر گیا جس کی ڈیوٹی پارکنگ شیڈ میں لگائی تھی!'' حمید چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔

اور پھر اس آدمی کی تلاش شروع ہو گئی..... وہ لیبارٹری میں بے ہوش پڑا ملا..... وہ دونوں پھر آفس میں آ بیٹھے۔ حمید غصے سے بل کھا رہا تھا۔

''کیوں بور ہو رہے ہو۔'' فریدی اس کا شانہ تھپک کر بولا۔

''حد ہوتی ہے ذلت کی..... آخر سنگ ہی کو اتنی چھوٹ کیوں دے رہے ہیں آپ!''

''صبر سے کام لو..... سنگ حقیقتاً کسی دوسرے چکر میں ہے۔ زیرولینڈ کی وہ دونوں بڑی عورتیں فی الحال نہ ہمارے کسی کام کی ہیں اور نہ اس تنظیم ہی کے لیے کسی قسم کا خطرہ ہیں۔''

''کیا مطلب!''

''وہ دونوں صحیح الدماغ نہیں رہیں..... کسی قسم کے زہر کے استعمال سے ان کے دماغ الٹ گئے ہیں اور اس کا توڑ اس تنظیم کے پاس ہو تو ہو..... اور کسی کے پاس نہیں۔''

''اچھا تو پھر!''

''ان سے زیرولینڈ کا کوئی راز نہیں معلوم کیا جا سکتا۔ لہٰذا وہ ان کے لیے خود کو خطرات میں نہیں ڈال سکتا!''

''پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے!'' حمید اپنی پیشانی پر ہاتھ مار کر بولا۔

دوسرے قسم کے ہنگامے وہ محض اس لیے برپا کرتا رہا ہے کہ ہم اصل مقصد کی طرف توجہ نہ دے سکیں۔

''کیا ہے اصل مقصد!''

''بلیک میلنگ!''

''پوہ..... بھلا اس میں کیا رکھا ہے..... اس کے لیے اتنے ہنگاموں کی کیا ضرورت ہے۔''

''حمید صاحب.....! اس بلیک میلنگ کی وہ نوعیت نہیں ہے جو آپ سمجھ رہے ہیں۔ شہزاد سے تمہاری موجودگی میں دو لاکھ کا مطالبہ محض دکھاوا تھا اور اس کے لیے ایک دھمکی تھی جو ایک ذمہ دار آفیسر کے سامنے دی گئی..... اور یہ ڈرامہ اس لیے کھیلا گیا کہ شہزاد نے اس کا مطالبہ پورا کرنے کی بجائے اسے قتل کر دینے کی کوشش کی تھی!''

''تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ اصل میں شہزاد کو بلیک میل کیا جا رہا ہے آصف کا اس سے کوئی تعلق نہیں تھا!''

''یہی بات ہے اور مجھے تو اس پر بھی شبہ ہے کہ جعلی کرنسی والا سوٹ کیس آصف لے گیا ہو!''

''پھر وہ کہاں سے آیا.....!''

''سنگ کی حکمت عملی۔ وہ اس بلیک میلنگ کی پبلسٹی چاہتا ہے تاکہ جلد سے جلد وہ لوگ اس کے مطالبات تسلیم کر لیں جنہیں وہ بلیک میل کر رہا ہے۔ اس ڈرامے سے اس نے جو

توقع وابستہ کر رکھی تھی وہ میں نے پوری کردی ہے!''

''میں نہیں سمجھا!''

''پبلسٹی..... شاید تم نے آج کے اخبارات نہیں دیکھے۔ آصف کی جیب سے زرد فتنہ کا کارڈ بھی برآمد ہوا تھا۔ لہٰذا اس کا حوالہ بھی خبر میں موجود ہے اور میں نے یہی شبہ ظاہر کیا ہے کہ یہ بلیک میلنگ ہی کا کیس ہے۔ بلیک میل کئے جانے والے نے بلیک میلر کو قتل کردینا چاہتا تھا، لہٰذا خود قتل کر دیا گیا۔ اب جن لوگوں کو بلیک میل کر رہا ہے۔ کم از کم وہ اس سے الجھنے کا خیال ترک کردیں گے۔ رہا تمہیں شہزاد کے ساتھ کھینچنے کا مقصد تو وہ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوسکتا کہ اسے ہر طرح سے اور زیادہ مرعوب کردیا جائے، کیوں کہ اس نے اس سے الجھنے کی کوشش کی تھی!''

''لیکن آپ یہ تو دیکھئے کہ وہ ہمیں سنگ کا شریک سمجھنے لگی ہے!''

''فکر نہ کرو..... جلدی ہی اس کی غلط فہمی رفع ہو جائے گی، لیکن بہت زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے کیونکہ سنگ کے پاس تمہارا ایک ہمشکل بھی موجود ہے۔''

''اُوہ۔ اسے تو میں بھول ہی گیا تھا..... کہیں سچ مچ سنگ اس معاملے کو یہی رنگ دینے کی کوشش نہ کرے کہ ہم اس کے شریک ہیں۔''

''اس لیے زیادہ تر شہزاد کے ساتھ رہو..... اس نے تم سے دوستی کی خواہش بھی تو ظاہر کی تھی!''

''ہاں..... آں ٹھیک ہے.......!'' حمید کچھ سوچتا ہوا بولا..... پھر چونک کر پوچھا۔ ''میری گاڑی اور مینا کہاں ہے۔''

''دونوں بخیریت ہیں.....فون کر کے یہیں منگوائے دیتا ہوں۔'' فریدی پرمعنی انداز میں مسکرایا۔

❁

شہزاد نے بہت اچھے موڈ میں حمید کا استقبال کیا تھا لیکن مینا کے پنجرے پر نظر پڑتے ہی بُرا سا منہ بنایا۔

''یہ کیا لیے پھر رہے ہو؟''

''مینا......!''

''میں بہت اچھے حلقوں میں تمہاری حماقتوں کے بارے میں سنتی رہی ہوں کبھی کوئی بکرا بھی پالا تھا جسے تم ساتھ لیے پھرتے تھے!''

''بکرے ہی کی طرح یہ بھی بہت کارآمد چیز ہے..... بی مینا..... ذرا وہ تو سنا دو۔ لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنا میری!''

مینا نے نظم شروع کر دی..... شہزاد حیرت سے منہ کھولے سنتی رہی۔ نظم کے اختتام پر حمید نے کہا ''شاباش..... اب بابا بلیک شیپ بھی سناؤ۔''

''نہیں......!'' شہزاد دونوں ہاتھوں سے کان بند کرتے ہوئے بولی۔ ''یہ ہرگز نہیں سنوں گی، سنتے سنتے کان پک گئے ہیں جس گھر میں بھی جاؤ خاندان کا سب سے چھوٹا بچہ طلب کر کے سر پر مسلط کر دیا جاتا ہے..... ہاں پوائنٹ کو بابا بلیک شیپ تو سنانا!''

''بہت بہتر محترمہ!'' مینا بولی۔ ''کہئے تو مرزا غالب کی کوئی غزل سنا دوں۔''

''کمال ہے..... تم نے تو اسے آدمی بنا دیا ہے۔'' شہزاد حمید سے بولی۔

''ریٹائرمنٹ کے بعد کما کھاؤں گا۔''

''تم لوگ آخر ہو کیا بلا۔ مجھے تو سانپ والے واقعے پر حیرت ہے۔ آخر کرنل فریدی کس کس فن کے ماہر ہیں۔''

''صرف شادی کے قابل نہیں ہیں اور سب کچھ کر گزرتے ہیں۔''

''اچھا ہی ہے ورنہ بیوی تو پاگل ہو جاتی۔ سنا ہے درجنوں سانپ بھی پال رکھے ہیں۔''

''محترمہ.....!'' حمید یک بیک سنجیدہ ہو کر بولا۔ ''کیا آپ کا خیال ہے وہ سانپ انہی میں سے ایک تھا۔''

''میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس سلسلے میں کیا سوچوں! تم لوگ ہمیشہ سے نیک نام رہے ہو اور پھر فریدی کو کس بات کی کمی ہے..... چاہیں تو ہم جیسے کئی صنعتکاروں کو خرید سکتے ہیں۔ میں ان کی خاندانی بیک گراؤنڈ سے بخوبی واقف ہوں۔''

''ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچنے پائے!''

''سوال تو یہ ہے کہ تم میرا تحفظ کیسے کرسکو گے جبکہ اپنا ہی نہیں کر سکتے۔''

"وہ محض اتفاق تھا۔"

"اچھی بات ہے......! ابھی امتحان ہو جاتا ہے۔"

دفعتاً مینا چیخی "ہوشیار!" اور حمید اچھل کر کرسی سے اٹھ گیا۔ اس کے پیچھے تین قد آور اور بے حد توانا آدمی ہاتھوں میں بڑے بڑے چاقو سنبھالے کھڑے تھے۔

دوسرے ہی لمحے میں حمید کے بغلی ہولسٹر سے ریوالور نکل آیا لیکن ساتھ ہی کوئی سخت چیز پشت پر جمی اور اس سے ریوالور زمین پر ڈال دینے کو کہا گیا اس کی پشت پر غالباً کسی ریوالور کی نال تھی۔

حمید نے ریوالور تو فرش پر ڈال دیا لیکن بڑی پھرتی سے بیٹھ کر پیچھے والے آدمی کو سامنے والوں پر اچھال پھینکا۔

اس کا ریوالور اب پھر اس کے قبضے میں تھا۔ انہیں کور کرتے ہوئے اس نے کہا۔

"دوستو! اپنے چاقو فرش پر ڈال دو!"

"ہیر ہیر.....!" شہزاد محظوظ ہو کر تالی بجاتی ہوئی اپنے آدمیوں سے بولی۔ "بس جاؤ!"

حمید اسے ایسی نظروں سے دیکھے جا رہا تھا جیسے کسی پاگل سے سابقہ پڑ گیا ہو۔

"بیٹھ جاؤ کھیل ختم ہو گیا......واقعی تمہاری مینا بہت کارآمد ہے۔" شہزاد مسکرا کر بولی۔

"شکریہ۔ مینا تم بھی شکریہ ادا کرو۔"

"مجھے حماقتوں سے کوئی دلچسپی نہیں۔" مینا نے جواب دیا.....اور شہزاد اسے قہر آلود نظروں سے دیکھنے لگی۔

"مینا ڈارلنگ.....ایسی نامناسب بات نہ کرو.....مادام شہزاد بہت ذہین ہیں!"

"میں تمہارے قریب کسی عورت کا وجود برداشت نہیں کر سکتی۔" مینا بولی۔

اس پر شہزاد نے ایک بھرپور قہقہہ لگایا۔

"میں ڈیوٹی پر ہوں بی مینا.....!" حمید نے کسی قدر غصیلے پن سے کہا۔

"عورتوں پر ڈیوٹی نہ لگایا کرو تو بہتر ہے۔"

"اسے خاموش کر دو۔ ورنہ ٹانگیں چیر کر پھینک دوں گی۔" شہزاد کو پھر غصہ آ گیا۔

"ذرا پنجرا تو کھولنا میرا۔ سر پر ایک بال نہ رہنے دوں گی۔"

"مینا خاموش رہو.....!" حمید نے اسے ڈانٹ پلائی۔

"شرم نہیں آتی ایک غیر عورت کے لیے مجھے ڈانٹتے ہو۔"

شہزاد کو پھر ہنسی آ گئی اور اس نے کہا۔ "یہ تو بالکل تمہاری بیوی لگتی ہے۔"

"اچھا تو کیا میں نہیں ہوں۔" مینا بہت زور سے چیخی۔

"اب معاف بھی کر دو بیگم حمید.....میں ہاری۔"

مینا خاموش ہو گئی۔

"بیوی کسی قابل نہ ہونے کے باوجود بھی شوہر کو صرف اپنی ملکیت سمجھتی ہے۔" حمید نے ٹھنڈی سانس لی۔

"بس روٹیاں ہی تو نہیں پکا سکتی اور کس قابل نہیں ہوں۔"

"ہاں زبان کافی روانی سے چلا سکتی ہو.....میں بھی ہارا۔"

"اس کا پنجرہ گاڑی ہی میں چھوڑ آؤ تو بہتر ہے۔" شہزاد بولی۔

پھر مینا احتجاج ہی کرتی رہ گئی تھی اور اسے گاڑی میں پہنچا دیا گیا تھا۔

"تنہائی میں خاصا جی بہلتا ہو گا اس سے۔" شہزاد نے واپسی پر کہا۔

"بالکل بیویوں کی طرح دماغ چاٹ ڈالتی ہے!"

"خیر.....ہاں تو میں کہہ رہی تھی کہ بارہ گھنٹے کے اندر میں دو لاکھ کا انتظام نہیں کر سکتی۔"

"سوال تو یہ ہے کہ آپ کریں ہی کیوں.....؟ آپ کے خلاف اس کے پاس کیا ہے کہ وہ آپ کو بلیک میل کرے گا۔"

"کیپٹن حمید.....یہ بلیک میلنگ نہیں زبردستی ہے....اس سانپ کا یہی مطلب تھا کہ مجھے کسی وقت بھی موت کے گھاٹ اتارا جا سکتا ہے.....دو لاکھ ادا کرو۔ ورنہ مار ڈالی جاؤ گی!"

حمید کچھ کہنے ہی والا تھا کہ ایک ملازم اپنی ہنسی روکنے کی کوشش کرتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔

"کیا ہے۔" شہزاد نے جھلا کر پوچھا۔

"حضور.....وہ بڑی گندی گندی گالیاں دے رہی ہے ہم سب کو کہتی ہے۔" "مجھے اندر پہنچا دو.....میں بالکل خاموش رہوں گی!"

حمید نے بے بسی سے شہزاد کی طرف دیکھا۔

''منگوالو.....پنجرہ......!''

حمید خود ہی اٹھ کر باہر گیا اور گاڑی سے پنجرہ نکال لیا۔

شہزاد کی آنکھوں میں شرارت آمیز چمک لہرا رہی تھی۔ وہ اٹھ کر حمید کے قریب آئی اور اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں لے کر مسکرانے لگی۔

''ارے ہٹو.....ارے ہٹو.....دور ہٹو!'' مینا چیخنے لگی۔ ''تمہارے ہاتھ ٹوٹیں.....کیڑے پڑیں.....آدھی رات کو جنازہ نکلے!''

''بھئی کیوں آپ کو سنے سن رہی ہیں۔'' حمید نے شہزاد سے کہا۔ وہ ہنس ہنس کر حمید پر گرتی رہی۔

''اچھا.....اچھا.....یہ ہنسی ہنسی کے بہانے.....اللہ رے.....چالاک عورت!''

شہزاد پر اس بُری طرح ہنسی کا دورہ پڑا کہ وہ صوفے پر ڈھیر ہو گئی اور حمید مینا کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا۔

''چلو یہاں سے......میں ایک منٹ بھی نہیں رکنے دوں گی۔'' مینا چیخی۔

دفعتاً فون کی گھنٹی بجی اور شہزاد صوفے سے اٹھ کر میز کے قریب آئی۔

''ہیلو'' کہہ کر وہ دوسری طرف سے بولنے والے کی بات سننے لگی تھی۔ پھر بہت بُرا سا منہ بنا کر اس نے ریسیور رکھا تھا اور مڑ کر حمید کی طرف دیکھنے لگی تھی۔

''کون تھا۔'' حمید نے پوچھا۔

''کوئی دوسرا یار ہوگا......!'' مینا بول پڑی۔

''سچ مچ مار ڈالوں گی!'' شہزاد پنجرے کی طرف جھپٹی ہی تھی کہ حمید اس کی راہ روکتا ہوا بولا۔ ''آپ ہی نے پنجرہ منگوایا تھا......میں اسے پھر گاڑی میں چھوڑے آتا ہوں۔''

وہ پنجرہ اٹھا کر دروازے کی طرف دوڑا..... مینا ''نہیں نہیں!'' کی تکرار کرتی رہی۔

باہر نکل کر اس نے مخاطب کیا...... ''یہ آج تمہیں کیا ہو گیا ہے بی مینا!''

''سنئے..... کپتان صاحب! آپ سے پہلے میں ایک بوڑھے ماہر نفسیات کے پاس تھی جو دن رات میرا دماغ چاٹا کرتا تھا!''

''ارے تو اب تم میرا دماغ تو نہ چاٹو......!''

''میں تمہیں یہ بتانا چاہتی ہوں کہ یہ عورت.....عورت نہیں ہوتی!''

''پلیز بی سیٹڈ......!'' حمید نے گاڑی میں پنجرہ رکھتے ہوئے کہا۔

''پچھتاؤ گے.....ڈارلنگ..!''

حمید ڈرائینگ روم میں واپس آ گیا۔ شہزاد ابھی تک فون کے قریب ہی کھڑی تھی۔

''زرد فتنہ کی کال تھی.....اس نے کہا تھا کہ پانچ بار زیرو ڈائیل کر کے جب چاہو مجھ سے فون پر رابطہ قائم رکھ سکتی ہو!''

''اب آپ کیا کریں گی!''

''بارہ گھنٹے کے اندر اس کا مطالبہ پورا نہیں کر سکتی!''

''مطالبہ پورا کیجیے.....دو لاکھ کی کرنسی میں مہیا کر دوں گا۔''

''کیا مطلب؟''

''میں آپ کے لیے جان تک دے سکتا ہوں......!''

''کیپٹن حمید میں کل نہیں پیدا ہوئی تھی۔''

''چاہے جب بھی پیدا ہوئی ہوں..... مجھے اس سے سروکار نہیں جب دل چاہے میرے جذبات کی شدت کو آزما لیجیے۔''

''اگر اپنے جذبے کی قدر ہی کرانا چاہتے ہو تو فی الحال مجھے تنہا چھوڑ دو!''

''بہت بہتر..... ہم لوگ دراصل آپ ہی کے توسط سے اس پر ہاتھ ڈالنا چاہتے تھے۔ آپ نہیں چاہتیں..... یہ لیجیے..... میں چلا......!''

''ٹھہرو.....!'' وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ ''بھلا میں کیوں نہ چاہوں گی۔''

''آپ ہی کو علم ہوگا......میں اس سلسلے میں کیا عرض کر سکتا ہوں!''

پھر وہ تیزی سے باہر نکلا چلا آیا تھا۔

جب گاڑی میں بیٹھ رہا تھا تو اس نے مینا کے ہنسنے کی آواز سنی۔

''شٹ اَپ.....!'' وہ بھنا کر بولا اور گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

ایک جگہ گاڑی روک کر اس نے پبلک ٹیلی فون بوتھ سے فریدی کے آفس کے نمبر ڈائیل کیے وہ موجود نہیں تھا لیکن کوڈ ورڈز میں اس کے لیے ایک پیغام چھوڑ گیا تھا۔

اس پیغام کے مطابق اسے سیدھا گھر پہنچنا تھا.....صرف اتنی سی بات کے لیے کوڈورڈ میں پیغام چھوڑنا اس کی سمجھ میں نہ آسکا۔

بہرحال وہیں سے اس نے گھر کا رخ کیا۔ مینا اب بالکل خاموش تھی پیغام کے سلسلے میں کوڈ کا استعمال اسے الجھن میں ڈالے ہوئے تھا وہ گھر بھی پہنچ گیا لیکن یہ الجھن رفع نہ ہوئی کیونکہ فریدی گھر پر بھی موجود نہیں تھا۔ مینا کا پنجرہ میز پر رکھ کر وہ اس کے قریب ہی بیٹھ گیا۔

''خود بولو یا مجھے بولنے دو۔'' دفعتاً مینا بولی۔

''تم ہی بولو.....میں تھک گیا ہوں۔''

''وہ عورت یاد آرہی ہے؟''

''کیا سچ مچ تم میرے قریب کسی عورت کا وجود برداشت نہیں کرسکتیں۔''

''ہاں....کیونکہ تم عورتوں کے سامنے بالکل بے وقوف لگتے ہو!''

''عورتوں کے دلوں میں سما جانے کے لیے بیوقوف ہونا بے حد ضروری ہے۔''

جواب میں مینا نے بھی کچھ کہا تھا جسے وہ نہ سن سکا کیونکہ اسی وقت فون کی گھنٹی بھی بجنے لگی تھی۔

''ہیلو.....!''

''تم گھر پہنچ گئے۔'' دوسری طرف سے فریدی کی آواز آئی۔

''اب آپ اس طرح چوری چھپے مجھے اپنے گھر بلائیں گے۔'' حمید نے نسوانی لہجے میں جلا کٹا انداز اختیار کیا۔

''کیوں بور ہوتے ہو..... ہائی سرکل پہنچ جاؤ....لیکن وہ لغویت ساتھ نہ ہونی چاہیے۔''

''مینا.....!''

''ہاں.....!''

حمید نے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سن کر ریسیور رکھ دیا۔

''میرا کیا ذکر تھا۔'' مینا نے سوال کیا۔

''یہی کہ تم بہت اچھی ہو.....اور فی الحال یہیں قیام کرو گی!''

پھر مینا چیختی ہی رہ گئی تھی اور وہ لباس تبدیل کر کے گھر سے نکل کھڑا ہوا تھا۔

اندھیرا پھیلنے لگا تھا.... ہائی سرکل کے پارکنگ شیڈ میں گاڑی پارک کرنے کے بعد اس نے پائپ سلگایا تھا اور اسے دانتوں میں دبائے خراماں خراماں عمارت کی طرف چل پڑا تھا۔

فریدی ہال میں دکھائی نہ دیا۔ البتہ شہزاد پر پہلے ہی نظر پڑی تھی۔ حمید طویل سانس لے کر رہ گیا۔

دونوں کی نظریں ملیں اور حمید نے محسوس کیا جیسے شہزاد کو یک بیک غصہ آگیا ہو۔

حمید نے دیدہ دانستہ اس کی طرف سے توجہ ہٹالی اور ایک خالی میز کی طرف بڑھا۔ اس کے لیے اسے شہزاد کے قریب سے گزرنا پڑا تھا۔

''ٹھہرو.....!'' وہ سخت لہجے میں بولی۔

حمید رک کر اس کی طرف مڑا ہی تھا کہ وہ چیخ مار کر اچھل پڑی۔ ایک بڑا سا سیاہ بچھو اس کی ساڑھی پر چڑھا جا رہا تھا۔ حمید نے بڑی پھرتی سے ہاتھ مار کر اسے دوسری طرف جھٹک دیا اور پھر وہ فوراً ہی مار ڈالا گیا۔ چاروں طرف سے لوگ دوڑ پڑے تھے شہزاد نیم مردہ سی حالت میں کرسی پر پڑی بُری طرح ہانپ رہی تھی۔

دوسرا اندھیرا

شہزاد کے گرد بھیڑ لگ گئی تھی۔ حمید دوسروں کے پیچھے تھا اور شہزاد کی شکل نہیں دیکھ سکتا تھا۔

دفعتاً اسے صدر دروازے کے قریب فریدی نظر آیا جو اسے اشارے سے بلا رہا تھا.....

حمید تیزی سے اس کی طرف بڑھتا چلا گیا پھر دونوں ہی باہر نکل گئے تھے۔

''اپنی گاڑی یہیں چھوڑ دو.....!'' فریدی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر لنکن کی طرف کھینچتے

ہوئے کہا۔

''سوال تو یہ ہے کہ.....!''

''شٹ اپ.....میرے ساتھ چلو!''

پارکنگ شیڈ سے بیک وقت تین گاڑیاں باہر نکلی تھیں۔حمید سمجھ گیا کہ دوسرے فریدی کے محافظ ہی ہو سکتے ہیں۔

''اس وقت اس کی ساڑھی پر بچھو چل رہا تھا۔'' حمید کچھ دیر بعد بولا۔

''دیکھتے جاؤ۔''

''تو کیا یہی دکھانے کے لیے یہاں میری طلبی ہوئی تھی!''

''نہیں.....میں ذرا دیر سے پہنچا ورنہ باہر ہی ملاقات ہو جاتی۔''

''سنگ نے اس سے کہا ہے کہ وہ پانچ بار صفر ڈائیل کر کے اس سے فون پر جب چاہے رابطہ قائم کر سکتی ہے۔''

''وہ کال تمہاری موجودگی میں آئی تھی!''

''جی ہاں.....!''

''اچھی بات ہے.....ہم کہیں سے اسے رنگ کر کے تصدیق کیے لیتے ہیں!''

''اوہو.....تو آپ کا خیال ہے شہزاد مجھ سے جھوٹ بولی تھی!''

''یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا۔''

اس کے بعد حمید نے شہزاد کے یہاں پیش آنے والے واقعات بیان کیے تھے۔

''ہمارے سلسلے میں وہ یقین وتشکیک کی کشمکش میں مبتلا ہے۔'' فریدی بولا۔

''تو گویا سنگ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا ہے۔''

''کوشش یہی ہے.....تم خود سوچو اگر کوئی بلیک میلر کسی ذمہ دار آفیسر کے توسط سے شہر کے معزز چوروں کو بلیک میل کرنے کی کوشش کرے تو کیا اسے اپنے مطالبات منوانے میں زیادہ دشواری پیش آئے گی!''

حمید کچھ نہ بولا۔فریدی نے تھوڑی دیر بعد کہا۔''تمہیں اس پر حیرت ہو گی کہ میں نے تمہیں گھر پہنچنے کی ہدایت کوڈ ورڈز میں کیوں دی تھی!''

''اوہو.....میں تو بھول ہی گیا تھا.....جی ہاں میں اس پر متحیر تھا!''

''اس طرح سنگ کا وہ ایجنٹ پکڑا گیا جو ہمارے آپریشن روم میں کام کر رہا تھا اس نے سنگ کو مطلع کیا تھا کہ حمید کے لیے ایک پیغام کوڈ ورڈز میں دیا گیا ہے۔بس وہ اسی وقت پکڑ لیا گیا۔''

''کون تھا؟''

''جوائے مکرجی.....دس سال پرانی ملازمت.....سنگ لوگوں کو ورغلانے کا ماہر ہے..... بہرحال ہمارے احوال سے اس کی اس قدر باخبری کا راز یہی ہے کہ خود ہم میں اس کے ایجنٹ موجود ہیں!''

''اس کے نہیں۔زیرو لینڈ کے ایجنٹ ہیں۔''

''یہی سمجھ لو!''

''اب ہم کہاں جا رہے ہیں!''

''فی الحال کسی فون پر فائیو ناٹ کو آزماؤں گا۔ویسے مجھے یقین ہے کہ اسے شہزاد کا فون ٹیپ کیے جانے کی اطلاع بھی جوائے مکرجی سے مل چکی ہو گی لہٰذا اس فون پر کسی پیغام کی افادیت معلوم!''

''تو پھر شہزاد نے جھوٹ بولا ہو گا۔''

دفعتاً فریدی نے گاڑی روک دی اور حمید سے بولا۔''اترو۔ذرا اس ٹیلیفون بوتھ سے پانچ صفر آزمانے چاہئیں۔''

وہ دونوں بوتھ میں پہنچے تھے۔فریدی نے پانچ بار صفر ڈائیل کر کے ہیرنگ پیس کان سے لگا لیا۔

''ہیلو'' کہہ کر وہ بے اختیار ہنس پڑا تھا.....اور ریسیور حمید کی طرف بڑھاتا ہوا بولا تھا۔ ''تمہارے لیے ہے!''

حمید نے ریسیور کان سے لگا کر بڑی شان سے ''ہیلو'' کہا اور دوسرے ہی لمحے میں دوسری طرف سے گندی گندی گالیاں سننے لگا۔

''ابے ہوش میں ہو یا نہیں!''

''کیوں حلق پھاڑ رہے ہو۔'' فریدی نے حمید کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔''یہ نمبر کسی

ایسے ٹیپ ریکارڈ سے اٹیچ کر دیا گیا ہے جس میں صرف گالیاں ریکارڈ کی گئی ہیں سنگ اپنے مقابل کو اسی طرح چڑاتا ہے۔ اسے علم تھا کہ تم شہزاد کے پاس موجود ہو اسی لیے اس نے اسے وہ نمبر بتائے تھے اور مجھے یقین ہے کہ اس نمبر پر شہزاد کی آواز سن کر وہ معاملے کی بات کرے گا۔ یا پھر ہو سکتا ہے کہ جوائے مکرجی کی گرفتاری کا علم ہو جانے کے بعد اس نے شہزاد سے رابطہ قائم کرنے کا کوئی اور ذریعہ تلاش کر لیا ہو گا۔''

وہ پھر گاڑی میں جا بیٹھے۔



شہزاد تنہا نہیں تھی۔ اس کے ساتھ دو باڈی گارڈ بھی تھے لیکن کسی کو بھی علم نہ ہو سکا کہ بچھو کہاں سے آیا تھا۔ ذرا حالت سدھرنے پر وہ پھر اٹھ کھڑی ہوئی۔ کلب کا سیکرٹری سامنے ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔

''آپ خواہ مخواہ پریشان ہو رہے ہیں۔'' اس نے سیکرٹری سے نرم لہجے میں کہا۔ ''بچھو کہیں باہر سے میرے ساتھ آیا تھا۔ یہاں آنے سے قبل میں کچھ دیر شاہی باغ کے لان میں بھی بیٹھی تھی۔''

''پھر بھی میں شرمندہ ہوں مادام۔'' سیکرٹری گڑگڑایا۔

''کیپٹن حمید کہیں نظر نہیں آتے۔'' وہ چاروں طرف دیکھتی ہوئی بولی۔ ''دراصل اس وقت کیپٹن ہی نے میری جان بچائی تھی۔''

''میں نے تو نہیں دیکھا۔''

''خیر......!'' وہ طویل سانس لے کر بولی۔ ''اسے بھول جایئے؟''

''میں تو آپ کی عنایت سے بھول ہی جاؤں گا مادام......! لیکن صبح کے اخبارات ہائی سرکل کی دھجیاں اڑا کر رکھ دیں گے۔''

''آپ اس کی بھی فکر نہ کیجئے میرا جوابی بیان سب کو مطمئن کر دے گا۔''

''اب شاید میں چین سے سو سکوں۔'' سیکرٹری گلوگیر آواز میں بولا۔

وہ رخصت ہو گیا اور باڈی گارڈز شہزاد کی میز کے قریب کھڑے رہے اس سے قبل وہ قریب ہی والی ایک میز پر تھے اور شہزاد اپنی میز پر تنہا تھی۔

ان باڈی گارڈز میں سے ایک ریٹائرڈ فوجی تھا جسے دو دن پہلے ملازم رکھا گیا تھا۔ گٹھیلے جسم والے اس ادھیڑ عمر آدمی کا نام اشجع تھا۔ شہزاد اس وقت اسے ایسی نظروں سے دیکھ رہی تھی جیسے وہی ان سارے واقعات کا ذمہ دار ہو۔

''تم یہاں بیٹھ جاؤ۔'' دفعتاً اس نے سامنے والی کرسی کی طرف اشارہ کر کے اشجع سے کہا اور دوسرے سے بولی۔ ''تم اپنی میز پر واپس جاؤ۔''

دونوں ہی نے حکم کی تعمیل کی تھی۔

''تمہیں آصف نے ملازم رکھا تھا......!'' اس نے اس سے سخت لہجے میں سوال کیا۔

''یس مادام...!'' اشجع نے بڑے ادب سے جواب دیا۔

''لیکن میں تمہارے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتی۔''

''میں اپنے کاغذات ہر وقت ساتھ رکھتا ہوں۔''

''اس نے کیا کہہ کر تمہیں ملازم رکھا تھا۔''

''یہی کہ آپ کو کسی دشمن سے خطرہ ہے! لیکن کسی وجہ سے آپ پولیس سے نہیں رجوع کرنا چاہتیں۔''

''پھر تم کیا کر سکے؟ وہ بچھو کہاں سے آیا تھا...!''

''خداوندا.....تو کیا.....؟'' اس کا منہ حیرت سے پھیل گیا۔

''ہاں.....وہ اسی دشمن کی حرکت تھی!''

''مادام....!'' اشجع آگے جھک کر آہستہ سے بولا۔ ''اگر آپ مجھے اس کا نام اور پتہ بتا سکیں تو یہ قصہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے۔''

''کیا مطلب؟''

''صبح کے اخبارات میں آپ دیکھ لیں گی کہ اسے کس نے قتل کیا۔''

’’وہ مکار ہے.....سامنے نہیں آتا...چھپ کر وار کرتا ہے۔اس کے صحیح پتے کا مجھے علم نہیں!‘‘

’’تب تو اس کے لیے کسی مکار ہی آدمی کا تعاون حاصل کرنا چاہیے۔ میں آپ کے لیے سینے پر گولی کھا سکتا ہوں لیکن زیادہ چالاک آدمی نہیں ہوں!‘‘

’’تو پھر تمہارا مصرف ہی کیا ہے۔اس وقت اگر محکمہ سراغرسانی کا ایک آفیسر اتفاقاً اِدھر نہ آنکلتا تو اس خوفناک بچھو نے میرا کام تمام کردیا ہوتا اور تم دونوں بیٹھے ہی رہ جاتے۔‘‘

اشجع کی پیشانی پر سلوٹیں ابھر آئیں وہ کسی گہری سوچ میں تھا۔ کچھ دیر بعد وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔’’پورے شہر میں صرف ایک ہی آدمی شاید آپ کا یہ کام نپٹا سکے۔‘‘

’’میں نہیں سمجھی.....!‘‘

’’آج کل وہ بھی بے کار ہے۔ملٹری انٹیلی جنس میں میرا آفیسر تھا حیرت انگیز قوتوں اور صلاحیتوں کا مالک ہے!‘‘

’’کیا وہ میری ملازمت قبول کرلے گا۔‘‘

’’کیوں نہیں؟ وہ بھی ریٹائرمنٹ کی زندگی بسر کررہا ہے۔!‘‘

’’تو پھر اس سے رابطہ قائم کرو۔کیا نام ہے اس کا؟‘‘

’’فرغام۔کیپٹن فرغام...!‘‘

’’اڑتالیس گھنٹے کے اندر اندر اگر میرا دشمن قابو میں نہ آیا تو مجھے ایک بہت بڑے خسارے سے دوچار ہونا پڑے گا۔ پہلے اس نے صرف بارہ گھنٹے کی مہلت دی تھی اب اڑتالیس گھنٹے دے کر اپنی بات منوانا چاہتا ہے!‘‘

’’وہ کیا چاہتا ہے مادام؟‘‘

’’مجھے بلیک میل کررہا ہے...لیکن میں اس کا مطالبہ پورا نہیں کرسکتی!‘‘

’’اوہو۔تب تو کیپٹن فرغام اپنے دس کام چھوڑ کر آپ کا کام کرے گا۔بلیک میلر سے نپٹنا اس کی ہابی ہے۔‘‘

’’جلد سے جلد....اس سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرو۔‘‘

’’بہت بہتر مادام!‘‘

’’مجھے کوٹھی پہنچا کر یہ کام کرنا۔‘‘



’’آخر ہم کہاں جارہے ہیں۔‘‘ حمید اکتا کر بولا۔

’’ایک خاص خیال کے تحت ایک تجربہ کرنا ہے......!‘‘ فریدی نے کہا اور لنکن کی رفتار کچھ اور بڑھادی۔

وہ اب شہر کے باہر تھے.....سڑک سنسان تو نہیں تھی....لیکن اگر کوئی ان کا تعاقب کرتا تو وہ بہ آسانی اس سے باخبر ہوسکتے تھے۔

’’کیا پچھلی گاڑیوں میں اپنے ہی آدمی ہیں۔‘‘ حمید نے پوچھا۔

’’ہاں مطمئن رہو!‘‘

حمید نے اس تجربے کے بارے میں کچھ نہ پوچھا جس کا ذکر ابھی فریدی نے کیا تھا۔وہ سوچ رہا تھا کہ مناسب سمجھے گا تو خود ہی وضاحت کردے گا ورنہ قبل از وقت اس سے کچھ معلوم کرلینا آسان کام نہیں.....خواہ مخواہ اپنی ہی بات گرے گی۔

’’کیا ہماری منزل نیاگرا ہے۔‘‘ اس نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

’’ہاں۔ہم وہیں کھانا کھائیں گے!‘‘

’’کوئی خاص وجہ......!‘‘

’’میرا خیال ہے کہ وہ تجربہ بھی وہیں ہوجائے گا۔‘‘

’’کیا خالی پلیٹیں چبانی پڑیں گی۔‘‘

’’ہم لوگ کسی منجن کے بیوپاری تو نہیں۔‘‘

’’اونہہ....! جہنم میں جائے۔اگر اس تجربے کا ایک جزو یہ ناہنجار بھی ہے تو خود ہی اپنی خیریت دریافت کرلے گا۔ابھی سے کیوں مرا جارہا ہے۔‘‘

’’اب میں تمہیں کچھ دنوں کے لیے کسی ایسی جگہ بھجوا دوں گا جہاں دور دور تک کسی عورت کا پتہ نہ ہو۔‘‘

''کیوں؟''

''بالکل عورتوں ہی کے سے انداز میں جلی کٹی باتیں کرنے لگے ہو۔ کسی دن اوئی اور نوج بھی سن لوں گا!''

''موڈرن عورت اوئی اور نوج نہیں بولتی۔ انگریزی بالکل نہ آتی ہو تب بھی امریکن لہجے میں اردو بولتی ہے۔''

''ہاں میں نے بھی سنا ہے!''

''اوہو۔ تب تو اب آپ بھی عورتوں کی طرف توجہ دینے لگے ہیں۔''

''ہر انوکھی چیز اپنی طرف متوجہ کر لیتی ہے۔''

''عورت خوبصورت ہو تو ہر قسم کا لہجہ برداشت کیا جا سکتا ہے۔''

''خوبصورت عورتیں دوسروں کو متوجہ کرنے کے لیے کوئی انوکھا پن اختیار نہیں کرتیں۔ ان کی خوبصورتی ہی کافی ہوتی ہے۔''

''کیا واقعی میری گردن کٹوا دینے کا ارادہ ہے۔'' حمید چونک کر بولا۔

''کیوں؟''

''اب مجھے غیر ضروری باتوں میں الجھا کر اس تجربے کی طرف دھیان ہٹا لینے پر آمادہ کر رہے ہیں۔''

''عورتوں ہی کی تو باتیں کر رہا ہوں۔''

''کبھی کبھی عورتیں بھی زہر لگنے لگتی ہیں۔''

''وہ کون سے مبارک مواقع ہوتے ہیں حمید صاحب!''

''جب میں زندگی سے بیزار ہوتا ہے۔''

''کب آپ زندگی سے بیزار ہوتے ہیں۔''

''جب کوئی عورت نہیں ملتی۔''

''ایک ملی تو ہے پھر آپ کیوں بھاگے بھاگے پھر رہے ہیں۔''

''شہزاد.....!''

''ہاں..... ہاں..... کیا وہ تمہارے معیار کی نہیں۔''

''اسے آپ ہی شہزاد کہیے مجھے تو براعظم زاد معلوم ہوتی ہے......!''

''عورت خوش ذوق ہے۔''

''ایک محبوب کے مرتے ہی دوسرے کی تلاش شروع کر دی۔''

''کیا یہ خوش ذوقی نہیں ہے حمید صاحب!''

''جناب عالی آپ نہ عورت ہیں اور نہ محبوب لہٰذا سوچ سمجھ کر بات کیجیے۔''

لنکن نیاگرا کی کمپاؤنڈ میں داخل ہو رہی تھی۔ گاڑی پارک کر کے وہ عمارت میں داخل ہوئے۔ ڈائننگ ہال پوری طرح آباد تھا۔

''میں نے میز مخصوص کرا رکھی ہے۔'' فریدی نے دروازے کے قریب ہی رک کر کہا۔ ''ادھر بائیں جانب دیکھو..... دیوار کے پاس والی چوتھی میز پر ایک آدمی ہے!''

''اوں..... ہوں......!'' حمید اسی سمت دیکھتا ہوا بولا'' ہے تو..... وہی نا..... جس کی پشت ہماری طرف ہے۔''

''وہی وہی۔ بس تم اس کے سامنے جا کر کھڑے ہو جانا اور میں اس میز پر جا رہا ہوں جو اپنے لیے مخصوص کرائی ہے۔''

''بہت اچھا.....!'' حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ''میں سمجھا تھا شاید یہ تجربہ بھی کسی عورت ہی پر ہوگا۔''

فریدی کچھ کہے بغیر آگے بڑھ گیا..... حمید آہستہ آہستہ چلتا ہوا بائیں جانب والی چوتھی میز کے قریب پہنچا۔

اس آدمی کی پشت اب بھی اسی کی طرف تھی لیکن جیسے ہی حمید اس کے سامنے پہنچا وہ چونک پڑا۔ صورت جانی پہچانی سی تھی۔ مگر حمید کو یاد نہ آ سکا کہ اس نے پہلے اسے کہاں دیکھا تھا۔ اس نے اس کے چہرے پر خوف کے آثار محسوس کیے۔

''اوہ..... کیپٹن..... پلیز بی سیٹڈ......!'' اس نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''شکریہ.....!'' حمید خشک لہجے میں بولا اور اس کے سامنے ہی بیٹھ گیا۔

اس آدمی کی انگلیوں میں سگریٹ لرز رہا تھا ایسا لگتا تھا جیسے وہ بہت زیادہ نروس ہو گیا ہو..... حمید خاموش بیٹھا اسے گھورتا رہا..... اچھی خاصی جسامت کا آدمی تھا..... قوی بھی مضبوط

لگتے تھے۔ عمر پچاس اور ساٹھ کے درمیان رہی ہوگی۔ وجیہہ بھی تھا۔

''مم..... میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ لوگ میری دشواری کو سمجھتے کیوں نہیں۔'' بالآخر وہ کپکپاتی ہوئی آواز میں بولا۔

''ہم دوسروں کی دشواریوں کو سمجھنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے۔'' حمید نے لہجے کی خشکی برقرار رکھی۔

''تو پھر کم از کم مجھے خودکشی ہی کرنی پڑے گی۔''

''یہ آپ کا ذاتی معاملہ ہے!''

''میں کہتا تو ہوں کہ یہ معاملہ میرے پارٹنرز کی رضامندی کے بغیر طے نہیں ہو سکتا۔ ویسے میں ذاتی طور پر اتنا ہی کر سکتا ہوں کہ یہاں کچھ خدمت کر دوں۔''

''پارٹنرز کو رضامند کیجیے!''

''ان میں سے ایک جاپان چلا گیا ہے۔''

''کب تک واپسی ہوگی۔''

''یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا۔''

''تو پھر....کام کیسے چلے گا۔''

''آپ ہی کوئی مفید مشورہ دیجیے۔''

حمید خاموش ہو گیا۔ ابھی تک یوں ہی اندازے سے اوٹ پٹانگ ہانکتا رہا تھا لیکن اب بات کسی ایسے مشورے کی آ پڑی تھی جو خود اسے دینا تھا لیکن کس سلسلے میں؟ اس آدمی کی گفتگو سے صاف ظاہر ہو رہا تھا جیسے حمید بھی اس مسئلے سے کماحقہ واقفیت رکھتا ہو جو اس کے لیے الجھن کا باعث بنا ہوا تھا۔

''بات دراصل یہ ہے کہ میں اس سلسلے میں کوئی ذاتی رائے نہیں رکھتا۔'' حمید نے کچھ دیر بعد کہا۔

''بہرحال اتنی مہلت تو ملنی چاہیے کہ میرا پارٹنر جاپان سے واپس آ جائے!''

''اچھی بات ہے۔ اس پر غور کیا جائے گا۔'' حمید اٹھتا ہوا بولا۔

اس آدمی نے رسماً ہی اسے ایک کپ چائے کو بھی نہ پوچھا۔ وہاں سے ہٹ کر حمید نے

زیدی کی تلاش شروع کر دی لیکن وہ ڈائننگ ہال میں تو نہیں تھا۔ تھک ہار کر باہر نکلا اور پارکنگ شیڈ کی طرف چل پڑا۔ یہاں نہ لنکن دکھائی دی اور نہ ہی دونوں گاڑیاں جو ان کے عقب میں آئی تھیں۔

''یہ کوئی تجربہ تھا.... یا مسخرہ پن۔'' حمید جھنجھلاہٹ میں بڑبڑایا۔

بہرحال وہ سوچ رہا تھا کہ اس سلسلے میں فریدی کا خیال سچ نکلا۔ غالباً سنگ اس آدمی کو بلیک میل کر رہا تھا لیکن وہ اپنے پارٹنر کی عدم موجودگی میں اس کا کوئی مطالبہ پورا نہیں کر سکتا۔ سوال تو یہ ہے کہ فریدی اسے یہاں کیوں چھوڑ گیا۔ کیا ابھی تجربہ پورا نہیں ہوا۔

''تجربہ..... ہونہہ....!'' وہ بُرا سا منہ بنا کر بڑبڑایا اور پھر ڈائننگ ہال کی طرف چل پڑا....رات کے نو بج گئے تھے بھوک بھی لگ رہی تھی۔

جیسے ہی ہال میں داخل ہوا....ایک ویٹر نے بڑے ادب سے آگے بڑھ کر ایسی میز کی طرف اس کی رہنمائی کی جس پر ریزرویشن کارڈ پڑا ہوا تھا۔

ہوں تو یہ وہی مخصوص میز ہے اس نے سوچا اور بیٹھ کر مینو دیکھنے لگا اور پھر سر اٹھایا تو روح فنا ہو گئی۔ قاسم قریب ہی کھڑا اسے اس طرح گھورے جا رہا تھا جیسے حمید اس سے منہ چھپائے پھر رہا ہو۔

''تشریف رکھیے.....!'' حمید بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

''اب تو تمہاری ہی کھوپڑی پر تشریف رکھنی ہے۔'' وہ کرسی کھینچتا ہوا بولا۔ ''گھر سے نکال دیا گیا ہوں۔''

''بہت دیر میں نکالے گئے۔''

''ٹھینگے سے.... ہائی سرکل سے تمہارا پیچھا کرتا ہوا آ رہا ہوں۔ جیب میں ایک پائی نہیں ہے....بھوک کے مارے دم نکلا جا رہا ہے۔''

''کیا مطلب!''

''گاڑی میں پٹرول بھی ختم ہونے والا ہے!''

''کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟''

''ہاں تمہارے علاوہ اب تو کوئی سہارا نہیں....!''

''او بھائی قاسم.....کیا تم مجھے بھی کوئی سرمایہ دار سمجھتے ہو!''

''فکر نہ قرو...قبلہ والد صاحب کے مرنے تے بعد پائی پائی ادا قروں غا۔''

''اور اگر میں پہلے مر گیا۔''

''خدا کرے ابھی مر جاؤ تا کہ میں تمہاری جیب سے بٹوا پار کر لے جاؤں!''

حمید نے ویٹر کو مطلوبہ اشیاء کی فہرست لکھوائی اور قاسم کو منہ چلاتے دیکھتا رہا۔ کھانے کے دوران دونوں خاموش رہے تھے.....وہ آدمی اب وہاں موجود نہیں تھا جس سے کچھ دیر پہلے حمید نے گفتگو کی تھی۔

''دنیا مطلب کی ہے.....!'' قاسم لمبی سی ڈکار لے کر بولا۔

''کیوں یہ کیوں کہا تم نے؟''

''اور قیا.....میرا خرچہ سر پڑ گیا تو منہ سے آواز ہی نہیں نقل رہی۔''

''کیوں بور کر رہے ہو۔'' حمید چڑ کر بولا۔ دراصل اس کا ذہن اس آدمی میں الجھا ہوا تھا۔ بل کی رقم ادا کر دینے کے بعد اس نے قاسم سے کہا۔ ''چلو تمہاری گاڑی میں پٹرول بھی ڈلوا دوں!''

قاسم اٹھ ہی رہا تھا کہ حمید نے اس کی باچھیں کھلتی دیکھیں جس سمت وہ دیکھ رہا تھا ادھر نظر اٹھی تو دو لحیم شحیم عورتیں نظر آئیں۔

وہ انہی کی طرف آ رہی تھیں قریب پہنچیں تو قاسم کی ہی ہی ہی شروع ہو گئی۔

''ڈارلنگ.....!'' دونوں بیک وقت بولیں۔ ''سارا زمانہ چھان مارا تمہارے لیے...اور تم یہاں چھپے بیٹھے ہو۔''

قاسم کی ''ہی ہی ہی'' کسی طرح رکنے کا نام ہی نہیں لیتی تھی۔ کبھی حمید کی طرف دیکھتا تھا...اور کبھی ان دونوں کی طرف۔

اچانک ہال میں اندھیرا ہو گیا....شاید وہاں کا برقی نظام معطل ہو گیا تھا۔ اسی دوران میں کسی نے حمید کے سر پر کوئی وزنی چیز ماری اور اس کا ذہن بھی فوری طور پر اندھیرے میں ڈوب گیا۔

لفافوں کا راز

رات کے تین بجے تھے۔ جب اشجع نے اسے شہزاد کے سامنے پیش کیا۔

کیپٹن فرغام خوفناک چہرے والا ایک قوی ہیکل آدمی تھا.....خوف کی ٹھنڈی سی لہر شہزاد کے جسم میں دوڑ گئی....ایسی خوفناک آنکھیں پہلے کبھی نہ دیکھی تھیں۔ اس کی سٹی گم ہو گئی....بالآخر جی کڑا کر کے اتنا ہی کہہ سکی۔ ''آپ میرے لیے کیا کر سکیں گے؟''

''حالات معلوم ہونے پر جو مناسب سمجھوں گا کروں گا.....!'' فرغام نے جواب دیا۔ اس کی آواز بھی ڈراونی تھی۔

''بلیک میلنگ کی وجہ تو نہیں بتائی جا سکتی۔'' شہزاد کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔

''وہ میں پوچھوں گا بھی نہیں۔ مجھے اس سے کیا سروکار ہو سکتا ہے!''

''یہ بہت اچھی بات ہے۔'' شہزاد طویل سانس لے کر بولی۔

''معاملے کی نوعیت سمجھنے کے بعد ہی میں کام کا معاوضہ بھی بتاؤں گا....کیا ہماری گفتگو کے دوران میں اشجع کی موجودگی ضروری ہے۔''

''نن....نہیں.....!''

''تو پھر تم جاؤ۔'' فرغام نے اشجع کی طرف ہاتھ ہلا کر کہا۔

اشجع نے شہزاد کی طرف دیکھا جس کے چہرے سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ فرغام کے ساتھ تنہا رہ جانا پسند نہیں کرے گی۔

دفعتاً وہ بولی۔ ''جتنا کچھ اشجع جانتے ہیں اس سے زیادہ میں آپ کو بھی نہ بتا سکوں گی۔''

''یہ دوسری بات ہے۔'' فرغام نے لاپرواہی سے کہا۔ ''خیر ہاں تو بتائیے کہ مجھے کیا کرنا پڑے گا۔''

''میں اس کا مطالبہ پورا نہیں کر سکتی....لیکن یہ بھی نہیں چاہتی کہ میرا ایک راز اس کی ذات سے آگے بڑھے۔''

''خطوط یا کسی قسم کی دستاویز کا معاملہ ہے۔''

''نہیں۔بس ایک راز ہے۔''

فرغام نے استفہامیہ نظروں سے اشجع کی طرف دیکھا اور شہزاد سے بولا۔''میں تنہائی میں گفتگو کر سکوں گا۔''

''اچھا تم باہر ٹھہرو.....!'' شہزاد نے اشجع سے کہا.....اور وہ برآمدے میں چلا گیا۔

''قتل کے بیس ہزار ہوں گے۔'' فرغام آہستہ سے بولا۔

''قق...قتل.....!'' شہزاد کے حلق میں پھندا سا پڑ گیا۔

''آپ کا راز اس کے ساتھ ہی دفن ہو جائے گا۔''

شہزاد فوراً ہی کچھ نہ بولی۔اس کی پیشانی پر پسینے کی ننھی ننھی بوندیں جھلکنے لگی تھیں۔

''اگر منظور ہو تو اس کا اتہ پتا بتایئے....اب مجھے نیند آ رہی ہے۔''

''دس منٹ کے اندر اندر آپ کے لیے کمرہ ٹھیک کر دیا جائے گا۔''

''وہ تو ٹھیک ہے....لیکن میں اس آدمی کے بارے میں جاننے کیلئے بے چین ہوں۔''

''وہ مقامی آدمی معلوم نہیں ہوتا۔''

''کوئی بھی ہو مجھے صرف نام اور پتہ چاہیے۔''

شہزاد نے اپنا وینٹی بیگ کھول کر ایک وزیٹنگ کارڈ نکالا اور اسے اس کے سامنے ڈالتی ہوئی بولی۔''اس سے زیادہ میں اور کچھ نہیں جانتی۔''

اس کارڈ پر ایک طرف سنگ ہی کی تصویر تھی اور دوسری طرف زرد فتنہ تحریر تھا۔

''ارے.... یہ زرد فتنہ....کل یا پرسوں کے اخبار میں اس کا ذکر تھا۔کسی قتل کے سلسلے میں....اوہ ٹھیک اشجع نے آپ کے سیکرٹری کے قتل کے بارے میں بھی بتایا تھا۔''

''ہاں....میرا خیال ہے یہی شخص آصف کا بھی قاتل ہے!''

''یہ شخص....!'' فرغام نے ڈراؤنا سا قہقہہ لگایا۔

''ہاں....لیکن تم ہنس کیوں رہے ہو۔''

''کاش آپ نے کل شام کو اسے دو طوائفوں کے ہاتھوں پٹتے دیکھا ہوتا۔''

''میں نہیں سمجھی آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔'' شہزاد نے کسی قدر ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

''یہ ایک لوفر سا چینی ہے۔''

''ہاں مجھے بھی چینی ہی معلوم ہوتا ہے لیکن اہل زبان کی طرح اردو بولنے پر قادر ہے۔''

''کیا آپ اس سے مل چکی ہیں۔''

''ہاں.....!ایک بار۔''

''رہتا کہاں ہے؟''

''یہ مجھے نہیں معلوم۔''

''خیر آپ فکر نہ کیجئے....میں پتہ بھی معلوم کر لوں گا....ورنہ طوائفوں کے محلے میں تو مل ہی جائے گا۔بہر حال تو آپ کو بیس ہزار منظور ہیں۔''

''یقیناً میں بیس ہزار دے سکوں گی لیکن میں آپ کو ایک خطرے سے بھی آگاہ کر دوں۔''

''وہ کیا ہے!''

''اسے کرنل فریدی کی حمایت حاصل ہے!''

''نہیں.....!'' فرغام بے ساختہ چونک پڑا۔

''یقین کیجئے.....!''

''دیکھئے محترمہ.....میں اس پر کسی طرح یقین نہیں کر سکتا کہ کرنل فریدی کسی مجرم کی پشت پناہی کرے گا؟''

''اچھی بات ہے! تو سنیئے کہ میں کس بناء پر ایسا کہہ رہی ہوں۔'' شہزاد نے کہا اور کیپٹن حمید کی کہانی دہرانے لگی۔

اس کے خاموش ہوتے ہی فرغام بے اعتباری سے ہنسا تھا.....!

''کیوں۔کیا مطلب؟''

''محترمہ.....یہ اچھی خاصی داستان امیر حمزہ ہے.....ارے یہ مفلوک الحال چینی.....لاحول ولا قوۃ.....شاید آپ نے کوئی ڈراؤنا خواب دیکھا ہے۔''

''میں کچھ نہیں جانتی۔'' شہزاد جھنجھلا کر بولی۔''اگر آپ میرا کام کر سکیں تو بیس ہزار حاضر ہیں۔''

''پانچ ہزار ایڈوانس......حالات کا پوری طرح جائزہ لینے کے بعد بقیہ پندرہ ہزار بھی

پیشگی ہی لوں گا۔"

"یہ غلط ہے۔ دس ہزار پہلے اور بقیہ دس ہزار کام کے بعد..... میں ایک باعزت فرد ہوں اپنے وعدے سے نہیں پھروں گی۔"

"اچھا یہی سہی!"



کیپٹن حمید کی آنکھ کھلی تو خود کو ایک آرام دہ بستر پر پایا۔ قریب ہی ایک بوڑھی عورت کھڑی اسے گھورے جا رہی تھی۔ وہ بوکھلا کر اٹھ بیٹھا۔

"لیٹے رہو.... میرے پیارے.... ایسی بھی کیا بدحواسی۔" بڑھیا مسکرا کر بولی۔

"کیا بکواس ہے.... تم کون ہو....!" حمید بھنا کر بولا۔

"اخاہ.... اب مجھے بھی نہ پہچانو گے۔ پچھلے سال ہماری شادی نیویارک میں ہوئی تھی۔"

"میرے دادا جان سے....!"

"آنکھیں نکال لوں گی.... اگر بدکلامی کی۔ چلو اٹھو ناشتہ ٹھنڈا ہو رہا ہے۔ کوئی کل ہی سیدھی نہیں۔"

حمید نے بڑی تیزی سے اپنی کھوپڑی سہلائی اور بستر چھوڑ دینا.... پچھلی رات کے واقعات یاد آ رہے تھے۔

"سنگ....!" اس نے طویل سانس لی اور بڑھیا کو گھورتا ہوا بولا۔ "سنگ کہاں ہے....!"

"یہ کیا چیز ہوتی ہے!"

"میں سنگ ہی کے بارے میں پوچھ رہا ہوں۔"

"کس زبان میں پوچھ رہے ہو؟"

"بھاگ جاؤ....!" وہ گھونسا تان کر اس کی طرف جھپٹا اور وہ چیختی چلاتی ہوئی کمرے سے نکل گئی۔

حمید بھی اس کمرے سے نکل آیا..... یہ ایک طویل راہداری تھی جس کی دونوں اطراف

میں دروازے اور کھڑکیاں نظر آ رہی تھیں۔

وہ چاروں طرف دوڑتا پھرا لیکن نہ تو وہاں کوئی دکھائی دیا اور نہ باہر ہی نکل جانے کی کوئی سبیل نظر آئی.... البتہ ایک کمرے میں ناشتے کی میز تیار ملی۔

"سنگ کہاں ہو سامنے آؤ....!" وہ حلق پھاڑ کر چیخا لیکن صرف اپنی آواز کی گونج ہی سنی۔

گھڑی سات بجا رہی تھی.... اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے.... آخر تھک ہار کر ناشتے کی میز پر ہی جمنا پڑا۔

آخر اتنی جلدی بڑھیا کہاں غائب ہو گئی.... وہ سوچتا رہا۔ اب سنگ کا کھیل پوری طرح اس کی سمجھ میں آ گیا تھا۔

اس کا ہمشکل سب سے پہلے قاسم پر آزمایا گیا تھا اور قاسم دھوکہ کھا گیا تھا۔ اس طرح اس کے سلسلے میں سنگ نے پوری طرح اطمینان کر لینا چاہا تھا۔ ظاہر ہے کہ قاسم سے زیادہ موزوں اس کے لیے کون ہوتا کیونکہ وہ اس سے بہت زیادہ قریب تھا جب وہی اسے حمید سمجھ بیٹھا تھا تو جنہوں نے اسے دور ہی دیکھا ہو گا۔ کیوں نہ دھوکہ کھا جائیں گے۔ پچھلی رات نیاگرا میں اس اجنبی سے جو گفتگو ہوئی تھی۔ حرف بحرف یاد آ گئی..... اس سے یہی ثابت ہوتا تھا کہ وہ پہلے بھی نقلی کیپٹن حمید سے اس سلسلے میں گفت وشنید کر چکا ہے۔

فریدی اسی دوران نیاگرا سے غائب ہو چکا تھا۔ اسکا یہ مطلب ہے کہ اس نے بہرحال اس پر نظر رکھی ہو گی.... وہ سوچتا رہا.... لیکن پھر اس قسم کا دوسرا واقعہ یاد آیا اور وہ مایوس ہو گیا۔

فریدی اس بار بھی سنگ تک نہیں پہنچ سکا.... سنگ ہی مقصد براری کے بعد اسے اور شہزاد کو خود ہی چھوڑ بھاگا تھا..... ان دونوں کے اغوا کے سلسلے میں سنگ نے جو تکنیک شہزاد کی کوٹھی میں اختیار کی تھی وہی نیاگرا میں بھی بروئے کار لایا تھا۔ پتہ نہیں کتنی دیر تک ہال میں اندھیرا رہا ہو.... فریدی نے پوری عمارت کی ناکہ بندی کرا نہ رکھی ہو گی۔

وہ ناشتے کی میز سے اٹھ کر پھر اسی کمرے میں آیا جہاں بیدار ہوا تھا۔

اس بار بھی اس کیلئے نئے پائپ اور پرنس ہنری کے تمباکو کا اہتمام کیا گیا تھا۔ تمباکو کے ڈبے کے نیچے ایک تہہ کیا ہوا کاغذ نظر آیا.... حمید نے اسے کھول کر دیکھا تحریر اسی کی تھی۔

پیارے حمید!

اس بار میری میزبانی کی مدت مختصر نہ ہوگی کیوں کہ تم لوگ میری اسکیم سے باخبر ہو چکے ہو۔ اس معاملے سے نپٹنے کے لیے جب دوبارہ زیرو لینڈ کے قیدیوں کی طرف توجہ دوں گا تو تم دونوں سے بھی نپٹ لوں گا۔ فی الحال تو تم دونوں ہی میرا آلہ کار ہو۔ بوڑھی عورت کی چھیڑ خانی سے تمہاری طبیعت مکدر ہو چکی ہوگی.... اس لیے اب آرام کرو! بے فکر رہو۔

تمہارا سب سے زیادہ خیر اندیش

''سنگ''

اس تحریر کا مطلب تھا کہ خود سنگ عمارت میں موجود نہیں ورنہ سامنا کرنے میں سے کیا دشواری ہو سکتی تھی۔

حمید تمباکو کا ٹن کھول کر پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔

❁

قاسم کو بے حد خوشی تھی کہ حمید نے بالکل چپ سادھ لی ہے۔ پچھلی رات نیاگرا کی لائٹ فیل ہوئی تھی تو اس نے سوچا تھا.... کاش کسی طرح اس اندھیرے میں ان دونوں عورتوں کے ساتھ چپ چاپ باہر نکل جاتا اور حمید کو خبر نہ ہو سکتی لیکن اس کی یہ خواہش پوری نہ ہو سکی تھی.... ہوتی بھی کیونکر.... اندھیرا گھپ تھا۔

اتنے میں کسی نے با آواز بلند درخواست کی تھی کہ لوگ اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھے رہیں۔ جنریٹر کی خرابی فوراً دور کر دی جائے گی۔

لیکن اس میں بھی پانچ چھ منٹ لگ گئے تھے۔ روشنی ہوئی تھی اور قاسم کسی چندھیائے ہوئے چوپائے کی طرح چاروں طرف دیکھنے لگا تھا۔

حمید پر نظر پڑی تھی اور اس کے منہ سے خون کی بوندیں ٹپکتی دیکھ کر بوکھلا گیا تھا۔

حمید نے اشارے سے بتایا کہ وہ اندھیرے میں کسی سے ٹکرا گیا تھا زبان کٹ گئی ہے۔ لہٰذا وہ بول نہیں سکتا۔

پھر عورتیں اسے بھی ساتھ لے کر نیاگرا سے باہر نکل آئی تھیں۔

وہ اسے اور قاسم کو اپنے گھر لے جانا چاہتی تھیں..... لیکن قاسم سوچ رہا تھا کہ کہیں حمید کوئی گھپلا نہ کر دے۔

وہ انہیں اپنی ہی گاڑی میں لے گئی تھیں۔ قاسم کی گاڑی وہیں چھوڑ دی گئی تھی۔

دوسری صبح قاسمؔ جاگا تو اسے یاد آیا کہ ان کے ڈرائینگ روم میں بیٹھ کر اس نے کافی پی تھی..... اور نیند کے مارے صوفے پر ہی ڈھیر ہو گیا تھا اور اب بھی اسی صوفے پر پڑا ہوا تھا..... حمید نیچے فرش پر نظر آیا۔ وہ ابھی جاگا نہیں تھا..... قاسم نے اٹھ کر اسے جھنجھوڑا۔

''امے ہم دونوں چگد ہیں.... اب اٹھو بھی۔''

حمید اٹھ بیٹھا اور بوکھلائے ہوئے انداز میں چاروں طرف دیکھنے لگا۔

''شاید سالیوں نے کافی میں کچھ ملا دیا تھا۔'' قاسم جھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔

حمید نے بے بسی سے اپنی زبان دکھائی..... اور قاسم سے بتایا کہ بول نہیں سکتا۔

''اللہ کا شکر ہے کہ اس نے تمہیں اس قابل ہی نہ رکھا کہ میری جندگی میں زہر گھول سکو۔''

اتنے میں وہ دونوں بھی آ گئیں اور ان کے اس طرح سو جانے پر ان کا مضحکہ اڑانے لگیں۔

''یہ بڑا منحوس آدمی ہے۔'' قاسم حمید کی طرف ہاتھ اٹھا کر دھاڑا۔ ''کچھ نہیں بولتا تب بھی میری تقدیر پھوٹ جاتی ہے۔''

دونوں حیرت سے حمید کی طرف دیکھنے لگیں۔ حمید مسکرا رہا تھا۔

''ہاں.... ہاں جلاؤ سالے مجھے کھاموشی سے جلاؤ۔'' قاسم دانت پیس کر بولا۔

اتنے میں فون کی گھنٹی بجی اور ایک عورت نے ریسیور اٹھا لیا..... پھر ماؤتھ پیس ہاتھ میں لے کر حمید کی طرف مڑی۔

''آپ کا فون ہے کپتان صاحب!''

حمید نے قاسم کو کال ریسیو کرنے کا اشارہ کیا..... وہ کسی قدر ہچکچاہٹ کے ساتھ اس پر آمادہ ہو گیا تھا۔

دوسری طرف سے بولنے والے کی آواز سن کر اس کے چہرے پر زلزلہ سا طاری ہو گیا.... ''ج.... جی ہاں.... وہ پچھلی رات..... نیاغرا کی بجلی فیل ہو گئی تھی.... گر پڑے زبان دانتوں میں دب کر کٹ گئی ہے..... بول نہیں سکتے حمید بھائی..... جی.... جی..... جی..... بہت اچھا.... سلامالیقم۔''

ریسیور رکھ کر وہ اس طرح ہانپنے لگا تھا..... جیسے کسی سے دھینگا مشتی کر کے آ رہا ہو۔

''وہ جانتے ہیں.... تمہارے والد صاحب کہ تم قہاں ہو.....!'' قاسم حمید کو گھورتا ہوا زہریلے لہجے میں بولا۔ ''پھرمایا ہے.... فوراً گھر پہنچو۔''

لیکن دوسرے ہی لمحے قاسم متحیر رہ گیا.... کیوں کہ حمید اس کے آگے ہاتھ جوڑے کھڑا تھا۔

پھر وہ عجیب سی گھوں گھوں کرتی ہوئی آواز میں بولا۔ ''پیارے قاسم بھائی تم بھی میرے ساتھ چلو۔ رنہ کرنل صاحب کو میری مجبوری کا یقین نہیں آئے گا..... میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں یہیں واپس بھجوا دوں گا۔''

''کیا حرج ہے چلے جاؤ۔'' ایک عورت قاسم کے بازو پر بڑے پیار سے ہاتھ پھیرتی ہوئی بولی۔ ''ہم دونوں یہیں تمہارے منتظر رہیں گے۔''

اس کے بعد الگ لے جا کر آہستہ سے کہا تھا۔ ''جتنی جلدی یہ یہاں سے دفع ہو جائے اتنا ہی اچھا ہے۔ ہم آزادی سے وقت گزار سکیں گے۔''

''بہت اچھا.... بہت اچھا.....!'' قاسم کی باچھیں کھل گئیں۔

وہ حمید کو گھر پہنچانے کے لیے تیار ہو گیا۔



حمید کے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ اس بار اس کی گرفتاری کے ڈرامے کے بعد کیا گل کھلنے والا ہے.... دوپہر اس نے سو کر گزاری تھی.... شام کو اٹھا تو سرہانے ایک پرچہ رکھا ہوا ملا

ا پر تحریر تھا۔ ''ناشتے کے لیے اسی کمرے میں پہنچو جہاں دوپہر کا کھانا کھایا تھا۔'' ہدایت کے مطابق کچھ دیر بعد وہ اس کمرے میں پہنچا تھا..... شام کی چائے میز پر لگی ئی تھی۔

لیکن چائے کی پیالی ختم کرنے کے بعد ایک بار پھر اس کا ذہن تاریکی میں ڈوب گیا۔

ادری مرتبہ آنکھ کھلنے سے قبل ہی پورے جسم میں شدید تکلیف کا احساس ہوا۔

وہ کرسیوں پر رسیوں سے جکڑا ہوا تھا..... بندش اتنی سخت تھی کہ پورا جسم دکھنے لگا تھا۔

بہت بڑا کمرہ تھا..... جس میں تیز روشنی پھیلی ہوئی تھی.... ایک بڑی میز کے سامنے متعدد خالی کرسیاں پڑی نظر آئیں۔

میز کی دوسری طرف سنگ ہی ایک اونچی پشت گاہ والی کرسی پر براجمان تھا کسی چھوٹی سوئی عدالت ہی کا سا ماحول لگ رہا تھا..... سنگ حمید کی طرف دیکھ کر مسکراتا ہوا بولا۔ ''گڈ ایوننگ مائی ڈیئر کیپٹن حمید.... تم تنہا نہیں رہو گے۔ لازم و ملزوم اکٹھا ہوں گے۔''

''کیا مطلب!''

''تمہارا ہمشکل تمہارے سرپرست کرنل فریدی پر قابو پا چکا ہے۔ لہٰذا وہ بھی آیا ہی چاہتا ہے!''

''یہ ناممکن ہے۔''

''تم دیکھ ہی لو گے.....! اس بار کرنل فریدی کی ساری ہوش مندی رکھی رہ گئی اس کے فرشتوں کو بھی علم نہ ہو سکا ہو گا کہ کب تم نیاگرا سے اٹھائے گئے اور کب تمہاری جگہ تمہارے ہمشکل نے لے لی۔''

حمید حیرت سے آنکھیں پھاڑے رہ گیا۔

سنگ قہقہہ لگا کر بولا۔ ''آج شاید پہلی بار تم دونوں اپنی بے بسی پر رو پڑو۔ کیوں کہ تمہارے سامنے ہی میں تمہارے ملک کے دس بہت بڑے دولت مند لوگوں سے اپنے مطالبات پورے کراؤں گا۔''

حمید کچھ نہ بولا۔ اس کا دل بڑی شدت سے دھڑکنے لگا تھا۔ کنپٹیوں پر ہتھوڑے سے پڑ رہے تھے۔

دفعتاً بائیں جانب والا دروازہ کھلا اور ایک آدمی اندر داخل ہوا۔

"اوہ ....!" حمید نے بمشکل خود پر قابو پایا تھا۔ حیرت کا اظہار صرف "اوہ" تک ہی محدود رہ گیا۔

اپنی اتنی کامیاب نقل دیکھ کر سکتے میں آ گیا تھا..... بالکل ایسا ہی لگتا تھا جیسے اس کا عکس کسی آئینے میں چل پھر رہا ہے۔

"کیا خبر ہے؟" سنگ نے اس سے پوچھا۔

"فتح.....! اس کا تابوت آ رہا ہے.....کافی کی پیالی میں آپ کے دیئے ہوئے امرت کا ایک ہی قطرہ کافی ثابت ہوا تھا۔"

"گھر پر ہی.....!"

"جی ہاں.....!"

"شاباش.....!"

اتنے میں چار آدمی ایک لمبا سا چوبی صندوق کاندھوں پر اٹھائے ہوئے اندر آتے دکھائی دیئے۔

کچھ دیر بعد اس میں سے ایک بے ہوش آدمی نکال کر حمید کے برابر والی کرسی پر بٹھا دیا گیا اور اس کے ہاتھ پیر بھی رسی سے جکڑ دیئے گئے۔

حمید کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا ہوگا کیونکہ وہ فریدی ہی تھا اور اس پر اتنی گہری بے ہوشی طاری تھی کہ رسیوں سے جکڑے جاتے وقت بھی اس کی آنکھیں نہیں کھلی تھیں۔

"بس اب تم شہزاد کو دیکھو۔" سنگ نے حمید کے ہمشکل سے کہا۔

"سنگ.....!" حمید حلق پھاڑ کر چیخا۔

"چیخو..... چیخو.....!" سنگ ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "ابھی سے انرجی ضائع نہ کرو ابھی تو تمہیں بہت کچھ دیکھنا ہے۔"



شہزاد غصے میں بھری ہوئی کمرے میں داخل ہوئی اور اس کا باڈی گارڈ اشجع کرسی پر سے اٹھ گیا۔

"تمہاری باتوں میں آ کر میں تو ڈوب گئی کہیں تم بھی اس بلیک میلر کے ساتھیوں میں تو نہیں ہو!"

"کیا بات ہے مادام!"

"تمہاری باتوں میں آ کر میں نے کیپٹن فرغام پر اعتبار کر لیا ورنہ میں کوئی دوسرا راستہ نکالتی۔"

"اس نے وعدہ کیا ہے تو آپ کا نقصان نہیں ہونے دے گا۔"

"تو وہ کہاں مر گیا۔ جانتے ہو ڈرائینگ روم میں کیپٹن حمید میرا منتظر ہے مجھے اس بلیک میلر کے پاس لے جائے گا.....اور مجھے اس کا مطالبہ پورا کرنا پڑے گا۔"

"مجھے بڑی حیرت ہے! سچ مچ یہ کیپٹن حمید۔ آپ ان کے اوپر والوں سے کیوں نہیں رجوع کرتیں۔"

"اس طرح میری اپنی گردن کٹ جائے گی۔" وہ دانت پیس کر بولی۔

"تم لوگوں کو حرامخوری کے لیے نہیں رکھا گیا!"

"میں معافی چاہتا ہوں مادام.....مجھے حالات کا علم نہیں تھا اس لیے ایسی نامناسب بات زبان سے نکل گئی تھی۔"

"اسے جہنم میں جھونکو۔ اب اسکے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں کہ میں ایک بہت بڑا خسارہ برداشت کروں..... مجھے کیپٹن حمید کے ساتھ تنہا جانا پڑے گا۔ تم لوگ بیٹھے منہ دیکھتے رہنا!"

"کہیے تو ابھی کیپٹن حمید کو گولی مار دوں۔" اشجع نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"فضول بات.....! اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ مجھے جانا ہی پڑے گا.....اور اب تم لوگ میرا تعاقب کرنے کی کوشش نہ کرنا۔"

"یہ کیوں مادام!"

"اس نے دھمکی دی ہے کہ اگر تعاقب کا شبہ بھی ہوا تو مجھے سچ مچ پولیس کے حوالے کر

دیا جائے گا۔"

"کیسی بے بسی ہے۔" اشجع نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "لیکن میں کیپٹن فرغام کی
طرف سے اب بھی مایوس نہیں۔"

"ہونہہ کیپٹن فرغام.....!" اس نے برا سا منہ بنا کر کہا اور کمرے سے نکل کر ڈرائنگ
روم میں آئی جہاں اس کی دانست میں کیپٹن حمید اس کا منتظر تھا۔

رات کے دس بجے تھے.....وہ اپنی گاڑی لایا تھا اور شہزاد کو اسی کے ساتھ بیٹھ جانا تھا۔
پندرہ بیس منٹ بعد گاڑی ایک عمارت کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی۔ غیر آباد علاقہ تھا۔
عمارت ابھی زیر تعمیر تھی۔

شہزاد جانتی تھی کہ یہ عمارت ایک جننگ فیکٹری کے لیے بنائی جا رہی ہے وہ اس کے
مالک سے بھی واقف تھی۔

کیپٹن حمید اسے ایک کمرے میں بٹھا کر چلا گیا.....اور پھر شاید ایک منٹ بعد ہی ایک
مسلح چینی نے کمرے میں داخل ہو کر کہیں اور چلنے کا اشارہ کیا تھا۔

وہ دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ اٹھی اور اس کے ساتھ چلنے لگی۔ چینی نے اپنے ہاتھوں
میں ہلکی مشین گن سنبھال رکھی تھی۔

وہ اسے ایک بڑے کمرے میں لایا.....شہزاد کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ کیونکہ یہاں
بہت تیز روشنی تھی اور پھر اس کے اوسان خطا ہو گئے.....اسی کے طبقے کے نو افراد بلیک میلر
کے سامنے مؤدب بیٹھے تھے اور دسویں کرسی خالی تھی۔ دائیں جانب نظر پڑی تو کرنل فریدی
اور کیپٹن حمید کرسیوں سے بندھے نظر آئے۔

"مادام شہزاد۔" بلیک میلر اپنی کرسی سے اٹھتا ہوا....."زہے نصیب تشریف رکھیے!"

"ہوں۔ بیٹھ ہی جاؤں گی۔" شہزاد یک بیک بپھر کر بولی۔ "لیکن اس کا کیا مطلب
ہے!" اس نے فریدی اور حمید کی طرف اشارہ کیا تھا۔

"یہ دونوں بے حد شریف آدمی ہیں.....چاہے جان چلی جائے اپنی قوم سے غداری نہیں
کر سکتے!"

"پھر.....!"

"یہ میری حکمت عملی تھی کہ تم لوگ زیادہ سے زیادہ مرعوب ہو سکو ایک کو میں نے معاف
کر دیا کیونکہ اس کا ایک پارٹنر یہاں موجود نہیں اور آپ سب یاد رکھیے کہ کرنل فریدی معاملے
کی تہہ تک پہنچ چکا ہے.....ورنہ وہ اس آدمی کو ہرگز نہ آزماتا۔ بہرحال مادام شہزاد میں آپ کی
پریشانی رفع کیے دیتا ہوں۔"

سنگ نے خاموش ہو کر تالی بجائی اور دائیں جانب کے دروازے سے کیپٹن حمید کا
ہمشکل کمرے میں برآمد ہوا۔

وہ سب متحیرانہ انداز میں اٹھ کھڑے ہوئے۔

"بیٹھیے.....بیٹھیے.....!" سنگ ہاتھ ہلا کر سرد لہجے میں بولا۔ "مادام شہزاد کے علاوہ اور
سب سے یہی رابطہ قائم کرتا رہا تھا۔ مادام شہزاد کے سلسلے میں کرنل فریدی اور کیپٹن حمید کو اس
لیے الجھانا پڑا تھا کہ مادام شہزاد مجھ سے مرعوب ہو جانے کی بجائے مجھے قتل کرا دینے پر اتر
آئی تھیں.....ورنہ یہ بے چارے تو اللہ میاں کی گائے ہیں.....اچھا بس.....اب آپ سب اپنے
اپنے لفافے..... یہاں میز پر رکھ جائیے!"

وہ ایک ایک کر کے اٹھتے اور مخصوص قسم کے لفافے اس کے سامنے رکھتے رہے۔

کمرے کی فضا پر گہری خاموشی مسلط تھی۔

دفعتاً سنگ بلند آواز سے بولا۔ "کرنل فریدی تم دیکھ رہے ہو۔"

"ہاں! میں دیکھ رہا ہوں.....!" فریدی کی نڈر اور گونجیلی آواز سے کمرے کی فضا مرتعش ہو گئی۔

"اور شاید یہ بھی جانتے ہو کہ ان لفافوں میں کیا ہے!"

"یہ بھی جانتا ہوں.....!"

"سنا آپ لوگوں نے.....!" وہ ان دسوں کی طرف مڑ کر بولا۔ "اگر یہ دونوں بچ گئے تو
آپ لوگوں کا کیا حشر ہو گا۔"

"نہیں نہیں۔" ان کی زبان سے بیک وقت نکلا تھا۔

"اچھا تو پھر ان کے قتل کی قیمت پانچ لاکھ روپے مقرر کرتا ہوں۔ آپس میں چندہ کیجیے
تاکہ یہ کانٹے بھی نکل جائیں۔"

"یہ زیادتی ہے۔" شہزاد جھلا کر بولی۔ "اب ہم کچھ نہ دے سکیں گے۔"

''اچھا تو آپ لوگ اپنے گھر جائیں اور یہ اپنے گھر.... میرا ان سے کوئی ذاتی جھگڑا نہیں ہے۔''

''ٹھہرو....!'' ان میں سے ایک نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ''ہم آپس میں مشورہ کر کے جواب دیں گے۔''

''ضرور.... لیکن جلدی۔ میرے پاس وقت نہیں ہے۔''

وہ آپس میں کھسر پھسر کرنے لگے.... اور سنگ فریدی اور حمید کی طرف متوجہ ہو گیا تھا.... اس کے ہونٹوں پر مضحکہ اڑانے والی مسکراہٹ تھی۔

دفعتاً دو چیخیں فضا میں گونجیں اور دروازے کے قریب کھڑے ہوئے دونوں مسلح چینی منہ کے بل زمین پر آرہے.... ان کی پشتوں پر خنجروں کے دستے نظر آرہے تھے۔

سنگ اچھل کر کھڑا ہو گیا.... لیکن قبل اس کے کہ وہ سنبھل سکتا پشت والی دیوار کے روشندان سے ایک جال اس پر گرا.... اور پھر بڑی پھرتی سے اسے کھینچ لیا گیا۔

اب وہ جال میں پھنسا فضا میں جھول رہا تھا.... مرنے والے دونوں مسلح چینیوں کی جگہ دو مقامی باشندے لے چکے تھے جن کے ہاتھوں میں ٹامی گنیں تھیں۔

اور پھر شہزاد کی باچھیں کھل گئیں.... اس نے کیپٹن فرغام کو کمرے میں داخل ہوتے دیکھا تھا۔

''بریو فرغام.... بریو....!'' وہ بچوں کی طرح تالیاں بجاتی ہوئی چیخی۔

''ان لفافوں پر قبضہ کر لو۔''

''یقیناً مادام.... اور یہاں میرا کیا مصرف ہے۔'' فرغام نے سرد لہجے میں کہا۔

اور دسوں لفافے میز پر سے اٹھا کر اپنی جیبوں میں ٹھونس لیے۔

''دیکھا تم نے شہزاد کو۔'' شہزاد سنگ کو گھونسہ دکھا کر چیخی۔

سنگ بالکل خاموش تھا۔

فرغام کرنل فریدی اور کیپٹن حمید کو گھورے جا رہا تھا۔

پھر وہ شہزاد کی طرف مڑ کر بولا۔ ''اب آپ کو یقین آیا کہ یہ دونوں بے حد ایماندار آفیسر ہیں۔''

''ہوں گے....! لیکن اب ان کا زندہ رہنا میرے لیے خطرناک ثابت ہوگا!''

''تو پھر....!''

''انہیں قتل کر دو۔ منہ مانگی قیمت دوں گی۔''

''دونوں کے پانچ پانچ لاکھ....!'' فرغام نے کہا اور حمید کے ہمشکل کی طرف متوجہ ہو گیا۔

شہزاد قیمت [illegible] کر کچھ نہیں بولی تھی۔

فرغام آہستہ آہستہ چلتا ہوا.... ان کے قریب آیا.... حمید کی رسیاں کھولیں اور اس کا بازو پکڑ کر اس کے ہمشکل کے قریب لا کھڑا کیا۔

''کمال ہے بھئی۔'' وہ سنگ ہی کی طرف دیکھ کر بولا۔ ''واقعی تم باکمال آدمی ہو۔''

''تم آخر کیا بلا ہو....!'' سنگ نے چیخ کر پوچھا۔

''دیکھو گے.... یہ لو....!'' فرغام نے کہا اور اپنے بال مٹھی میں جکڑ کر جو جھٹکا دیا ہے تو چہرے کی کھال سمیت جسم سے الگ ہو گئے۔

اب ایک فریدی کرسی سے جکڑا ہوا تھا اور دوسرا سنگ سے مخاطب تھا کئی متحیر زدہ سی آوازیں ہال میں گونجیں اور حمید اپنے ہمشکل پر ٹوٹ پڑا۔

فریدی نے کرسی سے جکڑے ہوئے فریدی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ ''اگر تم حمید کا ہمشکل پیش کر سکتے ہو.... تو کیا میں اپنا ہمشکل نہیں پیدا کر سکتا.... میرے ہمشکل کو گرفتار کر کے تم اتنے غافل ہو گئے تھے کہ بالآخر میں یہاں موجود ہوں۔''

اتنی دیر میں حمید نے اپنے ہمشکل کو مار مار کر بے ہوشی کی سرحدوں میں دھکیل دیا تھا۔ پھر فریدی نے بہ آواز بلند کہا۔ ''ان دسوں معزز ہستیوں کے ہتھکڑیاں لگا دی جائیں!''

اس کے محکمے کے تین آدمی اندر داخل ہوئے۔ شہزاد چیخنے لگی۔

''خاموش رہو....!'' فریدی نے سخت لہجے میں کہا۔ پچھلے ماہ کی دس تاریخ کے بعد سے تم سب مجرم ہو اور تمہارے جرائم کے ثبوت میری جیب میں موجود ہیں۔

''خدا کے لیے رحم کرو....!'' شہزاد گڑگڑائی۔

''عدالت سے رحم کی اپیل کرنا.... میں عذاب کے فرشتوں کی طرح گونگا اور بہرہ ہوں۔ چلو جلدی کرو۔''

اس کے ماتحتوں نے آن واحد میں ان کے ہتھکڑیاں لگا دیں۔

اتنے میں حمید چیخا۔ ''ارے.... وہ گیا!''

جتنی دیر میں فریدی متوجہ ہوتا.... سنگ جال سمیت روشندان سے گزر گیا۔

''فکر نہ کرو...!'' اس نے مسکرا کر کہا۔ ''وہ دوسری طرف کھینچا گیا ہے۔''

پھر اس نے شہزاد سے کہا۔ ''اشجع میرا ہی آدمی ہے۔ مجھے معلوم ہوا تھا کہ آصف تمہارے لیے باڈی گارڈ تلاش کرتا پھر رہا ہے۔ لہٰذا میں نے موقع سے فائدہ اٹھایا۔''

''تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے!''

''میری تم سے ذاتی دشمنی نہیں ہے.... لیکن ملک قوم کے دشمنوں کی کھال اتارنا میری زندگی کا مقصد ہے.... سارجنٹ رمیش انہیں لے جاؤ۔''

اب وہ سبھی گڑگڑا رہے تھے.... لیکن فریدی ان کی طرف سے منہ پھیر کر کھڑا ہو گیا۔

حمید الجھن میں تھا کہ آخر ان لفافوں میں کیا ہے۔

''اسے کھول دو...!'' فریدی نے اپنے ہمشکل کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

''وہ آخر ہے کون؟''

''انور....!''

''اوہ.... خدایا.... میں آواز سے بھی نہیں پہچان سکا۔ خاصا چل نکلا ہے!''

حمید کا بے ہوش ہم شکل بھی باہر لے جایا جا چکا ہے۔

دفعتاً سارجنٹ رمیش دوڑتا ہوا اندر آیا.... بری طرح کانپ رہا تھا۔ روشندان کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ''جناب وہ سچ مچ نکل گیا۔''

''کیا کہتے ہو....!'' فریدی دروازے کی طرف جھپٹا۔

روشندان کی دوسری طرف دیوار کے نیچے تین قوی ہیکل آدمیوں کی لاشیں پڑی تھیں جن کے پیٹ چاک کر دیئے گئے تھے اور پاس ہی جال کٹا پڑا تھا۔

فریدی دیوار سے لگ کر کھڑا ہو گیا.... ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی ذہنی اذیت میں مبتلا ہو گیا ہو۔



رات گئے وہ دونوں پھر اکٹھے ہوئے.... فریدی چپ چپ سا تھا۔ ''آپ خواہ مخواہ بور ہو رہے ہیں۔'' حمید نے اسے بولنے پر آمادہ کرنے کی کوشش کی۔

حمید صاحب اس کے نکل جانے کا افسوس نہیں ہے.... بلیک فورس کے تین بہترین ممبر ضائع ہو گئے.... سنگ ایک ماہر خنجر باز بھی ہے.... یہ میں بھول گیا تھا.... میں سمجھا تھا کہ اگر اس کے پاس خنجر ہو گا تو جال کو اسی حالت میں کاٹنے کی کوشش نہیں کرے گا اور یہ میں جانتا ہوں کہ اگر اس کے آس پاس اس کا کوئی مسلح آدمی موجود ہو تو وہ اپنے ساتھ اسلحہ نہیں رکھتا۔''

''اور سنو۔ اس کا کوئی ثبوت نہیں مل سکا کہ ان تینوں نے اسے روشندان سے باہر کھینچ لینے کی کوشش کی ہو۔ وہ خود ہی جال کی رسی پر زور لگا کر جال سمیت روشندان سے گزرا ہو گا۔''

''اسے جہنم میں جھونکیے.... یہ بتائیے کہ ان لفافوں میں کیا تھا؟''

''پچاس لاکھ ڈالر کے چیک جو غیر ممالک میں کیش کرا لیے جاتے۔''

''کیا مطلب؟''

''تمہیں یاد ہو گا کہ حکومت نے پچھلے ماہ اعلان کرایا تھا کہ جن لوگوں نے چوری چھپے غیر ممالک میں زرمبادلہ جمع کرا رکھا تھا۔ وہ دس تاریخ تک اسٹیٹ بنک کو مطلع کر دیں ورنہ ان کے خلاف سخت کارروائی کی جائے گی۔ یہ دسوں ایسے ہی لوگوں میں سے تھے.... سنگ ان کے خلاف ثبوت لایا تھا اور انہیں اس بات پر مجبور کرتا رہا تھا کہ وہ اپنی اس دولت کا پچاس فیصد اس کے حوالے کر دیں.... ورنہ وہ حکومت کے ذمہ داروں کو مطلع کر دے گا۔ اعلان کی آخری تاریخ گزر چکی تھی لہٰذا وہ سب مجرم تھے.... پولیس کو بھی مطلع نہیں کر سکتے تھے کہ کوئی انہیں بلیک میل کر رہا ہے۔ سنگ نے عینکوں وغیرہ کا جو چکر چلایا تھا وہ محض اس لیے تھا کہ ہم اس کی طرف متوجہ ہو جائیں اور وہ اپنا کام کر گزرے.... ادھر ان لوگوں کو یہ تاثر دیتا رہا کہ ہم دونوں بھی اس کی بلیک میلنگ میں شریک ہیں.... چپ چاپ یہ کام کر بھی گزرتا لیکن شہزاد الجھ پڑی اور اسے سچ مچ ہمیں گھسیٹنا پڑا.... نیاگرا میں تم نے جس شخص سے گفتگو کی تھی۔ اس پر مجھے پہلے ہی سے شبہ تھا اس کے خلاف کچھ ثبوت ملے تھے لہٰذا میں نے اسے آزمایا اور

دوسروں کے بارے میں بھی اپنے شبہے کی تصدیق کر لی.... سنگ سمجھا تھا کہ نیاگرا سے تمہارے اٹھائے جانے اور تمہاری جگہ لینے والے کے بارے میں بے خبر ہی رہوں گا۔لیکن ایسانہیں تھا.... مجھے پل پل کی خبر تھی۔"

"قاسم کہاں ہے؟"

"اپنے گھر پر.... ان دونوں عورتوں کی تلاش جاری ہے.... بہر حال اب یہ بات چھپائی نہیں جاسکتی کہ زرد فتنہ کون تھا۔ اوپر والوں کے علم میں بھی لانا پڑے گا۔"

وہ خاموش ہو گیا تھا۔حمید محسوس کر رہا تھا کہ وہ اپنے آدمیوں کے مارے جانے پر بہت دکھی ہے۔

ختم شد